فتنوں کا ظہور
اور
اہل حق کا جہاد
حدوث الفتن و جهاد اعيان السنن
مصنف
علامہ محمد احمد مصباحی
مترجم
مولانا عبد الغفار اعظمی

فتنوں کا ظہور
اور
اہل حق کا جہاد

حُدُوثُ الْفِتَنِ وَجِهَادُ اَعْيَانِ السُّنَنِ ۱۴۲۱ھ

مصنف

علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی

مترجم

مولانا عبدالغفار اعظمی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد، کراچی

سلسلہ اشاعت نمبر 17

98193

طبع اوّل .... 1428ھ/2007ء المجمع الاسلامی، مبارکپور

طبع دوم .... ربیع النور 1429ھ/مارچ 2008ء

صفحات 256

تعداد 1100

قیمت .... /100

email:barkatulmadina@yahoo.com

ناشر

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت، بہادر آباد، کراچی

فون: 021-4219324

فہرست

فتنوں کا ظہور اور اہلِ حق کا جہاد

(ترجمہ: حدوث الفتن وجہادُ اعیانِ السنن ۱۴۲۱ھ)

پیشِ لفظ

حُدُوْثُ الفِتَنِ وَجِهَادُ اَعْيَانِ السُّنَنِ استاذ محترم خیرالاذکیا صدرالعلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی عربی زبان میں تصنیف فرمائی ہوئی کتاب پہلی مرتبہ ۱۴۲۱ھ میں "المعتقد المنتقد" کے ساتھ رضا اکیڈمی ممبئی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔

حُدُوْثُ الفِتَنِ میں صحابۂ کرام کے زمانے سے لے کر اب تک کے پیدا ہونے والے گمراہ و باطل فرقوں کا اجمالی تذکرہ اور ان کے عقائد باطلہ کا مختصر بیان ہے۔ چوں کہ یہ کتاب عرب دنیا کے پیشِ نظر عربی میں لکھی گئی تھی جس کی وجہ سے اردو داں حضرات کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا مشکل تھا اس لیے میں نے استاذ محترم سے مؤدبانہ عرض کیا کہ "اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہونا چاہیے، حضرت نے برجستہ فرمایا "تب کر ڈالیے"۔

میں نے اسے اپنی خوش بختی تصور کرتے ہوئے اس کام کا بیڑا اٹھالیا۔ اگر چہ مدرسہ میں صبح سے شام تک تدریسی ذمہ داری نبھانے پھر خانگی امور انجام دینے وغیرہ کے بعد اتنا موقع نہیں مل پاتا تھا کہ یک سوئی کے ساتھ اس عظیم کام کو انجام دے سکتا۔ تاہم صبر کے ساتھ جیسے جیسے موقع ملتا اس کام میں لگ جاتا رمضان کی چھٹی کا اکثر حصہ اسی کام میں صرف ہوتا تھا۔

خیر خدا خدا کر کے "حُدُوْثُ الفِتَنِ" کا اردو ترجمہ مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں تقریباً ایک سال کا عرصہ صرف ہوا ان سب کے بعد کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔

اس ترجمہ کی تیاری میں مصنف کتاب استاذ گرامی علامہ محمد احمد مصباحی کا خاصا تعاون شامل ہے۔ میں ترجمہ لکھ کر حضرت کو سناتا وہ بغور سماعت فرماتے اور ضروری اصلاحات سے نوازتے جاتے اپنی خصوصی نوازش سے حضرت نے اس ترجمہ کو بیش قیمت بنادیا، پھر بھی اگر ترجمہ میں کہیں کوئی خامی نظر آئے تو اسے میری کوتاہی پر محمول کیا جائے۔ حضرت کی ذات اس سے بَری ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کا سایہ دراز فرمائے۔

تعارف مصنف کے سلسلہ میں میں نے محبِ گرامی حضرت مولانا احمد القادری صاحب سے گفتگو کی تو انھوں نے اپنا تیار کیا ہوا مسودہ امریکہ سے ارسال فرمایا جس میں سے کچھ گوشے میں نے چن لیے۔ اللہ تعالیٰ مولانا احمد القادری کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

بڑی ناشکری ہوگی اگر میں اپنے ان احباب کا ذکر نہ کروں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور پروف ریڈنگ میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا۔ مثلاً مولانا نصر اللہ رضوی، مولانا عارف اللہ فیضی، مولانا اظہار احمد مصباحی، اور ماسٹر محمد اسماعیل اختر صاحبان۔ فجزاهم الله خير الجزاء۔

عبد الغفار اعظمی

۴ رمضان ۱۴۲۸ھ / ۱۷ ستمبر ۲۰۰۷ء دوشنبہ

تعارفِ مترجم

نام: عبدالغفار

ولدیت: صوفی شاہ محمد علی جان تیغی (متوفی ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ/ ۳ر فروری ۲۰۰۷ء۔ عمر تقریباً ۸۶ر سال

ولادت: باعتبار سند: ۵ر نومبر ۱۹۶۰ء مطابق ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ در وطن آبائی: دھنیاں گنڈی، مضافات نظام آباد ضلع اعظم گڑھ (یو.پی)

حالیہ وطن: محلہ اسلام پورہ۔ پوسٹ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یو.پی) از اپریل ۱۹۷۹ء

تعلیم: ابتدائی تعلیم: پرائمری درجات وغیرہ۔ جاماڈوبا، ضلع دھنباد (جھارکھنڈ)

درجات وسطانیہ اولیٰ تا وسطانیہ چہارم: مدرسہ فیض العلوم جمشید پور (بہار) (موجودہ جھارکھنڈ)

از شوال ۱۳۹۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۷۰ء تا ۲۶ر شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۵ر اگست ۱۹۷۴ء بعدہٗ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۸۱ء

الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ: ۱۳ر شوال ۱۳۹۴ھ/ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۴ء

دستارِ فضیلت: یکم جمادی الآخرہ ۱۴۰۱ھ/ ۷ر اپریل ۱۹۸۱ء بروز سہ شنبہ بموقع عرسِ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ

فراغت: ۱۲ر شعبان ۱۴۰۱ھ/ ۱۵ر جون ۱۹۸۱ء

تدریس: مدرسہ عربیہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیر آباد، ضلع مئو۔ از: یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق یکم ستمبر ۱۹۸۱ء تا حال

تعلیمی لیاقت: منشی، منشی کامل، مولوی، عالم، فاضل ادب، فاضل دینیات، (عربی و فارسی امتحانات بورڈ اتر پردیش) بی اے: لکھنؤ یونیورسٹی (لکھنؤ)، ایم اے: اودھ یونیورسٹی (فیض آباد)

بیعت وارادت: شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیِ اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان (بموقع جشن افتتاح و تعلیمی کانفرنس الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ بتاریخ ۲۱ر شوال المکرم ۱۳۹۳ھ/ ۱۷ر نومبر ۱۹۷۳ء بروز شنبہ)

مشاغل: تدریس، تصنیف، تالیف، ترجمہ، مضمون نگاری، شعر گوئی

رشحاتِ قلم: (۱) اصلاح العوام (تصنیف مفتی محمد رضوان الرحمٰن فاروقی علیہ الرحمہ۔ مالوہ شریف، اندور) کا ہندی ترجمہ۔

(۲) حدوث الفتن وجہاد اعیان السنن [عربی] (تصنیف علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) کا اردو ترجمہ "فتنوں کا ظہور اور اہلِ حق کا جہاد"۔

(۳) مجلس شرعی کے متعدد فقہی سیمیناروں کے لیے مقالے۔

مضامین: (۱) نماز کی اہمیت۔ "المصباح" میگزین ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔

(۲) قرآن کریم جملہ تحریفات سے پاک ہے۔ ماہنامہ "المیزان" بمبئی مارچ واپریل ۱۹۷۸ء۔

(۳) اسلام میں داڑھی کا حکم۔ ماہنامہ "استقامت" ڈائجسٹ کان پور مئی ۱۹۷۸ء۔

(۴) حافظ ملت اور انجمن اہلِ سنت واشرفی دار المطالعہ: ماہنامہ "اشرفیہ" مبارک پور، فروری ۱۹۸۸ء

(۵) اصحاب رسول ﷺ۔ ماہ نامہ "حجاز جدید" دہلی، دسمبر ۱۹۸۹ء۔

(۶) آہ قاضی شریعت: "ماہنامہ حجاز جدید" نئی دہلی ۱۹۹۱ء۔

(۷) مفتی اعظم اور علماے حرمین شریفین۔ "جہان مفتی اعظم" شائع کردہ رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۴۲۶ھ

اولاد: تین لڑکے، پانچ لڑکیاں

لڑکے: (۱) مولانا صغیر عزیزی مصباحی　(۲) مظہر نوری　(۳) تفضل جیلانی

لڑکیاں: (۱) زینت الحیات　(۲) عارفہ خاتون　(۳) صالحہ تبسم (یہ تینوں بچپن میں ہی انتقال کر گئیں)

(۴) راضیہ شبنم (عالمہ)　(۵) راضیہ گلشن

تعارف مصنف

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

مولد و مسکن: ہندوستان کے شمالی صوبہ اتر پردیش کے ضلع مئو کا مشہور مقام بھیرہ، ولید پور آپ کا مولد و مسکن ہے۔ تقسیم ضلع سے قبل یہ مقام ''بھیرہ'' ضلع اعظم گڑھ کا ایک حصہ تھا۔ یہ ہمیشہ سے علما و مشائخ کا مسکن و مولد اوران کا آستانہ رہا ہے۔ اس کے آباد ہونے کی صحیح تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ آثار و قرائن اور تاریخ سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ آج سے چھ، سات سو سال پہلے ''آستانہ بھیرہ'' آباد تھا۔ اور اسی قریبی زمانہ میں ابراہیم شاہ شرقی (زمانہ حکومت ۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) سلطان جون پور کی جانب سے شیخ مُشَیّد کو اسے بطور جاگیر دیا گیا تھا۔ پھر ان کا خاندان جون پور سے منتقل ہو کر آستانہ بھیرہ میں مستقل طور پر آباد ہو گیا۔ یہیں سے اس کی تاریخ کتابوں میں ملتی ہے۔

بعض کتابوں میں یہ بھی تحریر ہے کہ دیار پورب میں (جو لکھنؤ، فیض آباد، جون پور، اعظم گڑھ، مئو وغیرہ علاقوں کو شامل ہے) سب سے پہلا مدرسہ بھیرہ ضلع اعظم گڑھ میں قائم ہوا۔

بھیرہ، اعظم گڑھ شہر سے تقریباً ۲۵ رکلو میٹر پورب، مئو شہر سے ۲۷ رکلو میٹر پچھم اور تحصیل محمد آباد گوہنہ سے تین کلو میٹر اتر دریائے ٹونس کے کنارے آباد ہے۔ اس کا طول البلد ۸۳ ر درجہ ۱۸ ر دقیقہ شرقی اور عرض البلد ۲۶ ر درجہ ۶ ر دقیقہ شمالی ہے۔

نام و نسب: محمد احمد ابن محمد صابر اشرفی ابن عبد الکریم ابن محمد اسحاق ابن جمن خلیفہ۔

جد امجد، جمن خلیفہ اپنے وقت کے مشہور شمشیر زن، فن سپہ گری میں ماہر، عبادت گزار، نہایت متقی پرہیزگار اور شجاعت و سخاوت میں معروف تھے۔ بھیرہ نیا پورہ کی مسجد انھوں نے بنوائی اور اس کے سارے مصارف اپنے پاس سے ادا کیے۔

والد ماجد محمد صابر اشرفی کی ولادت ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۳ھ میں ہوئی اور ۵ ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۹۰ء دوشنبہ کی رات دس بجے وصال فرمایا۔ جنازہ کی نماز شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ آپ سید شاہ اشرف حسین علیہ الرحمۃ سے ۵ ر جمادی الآخرہ ۱۳۲۵ھ کو پنجشنبہ کے دن بیعت ہوئے۔ اسلام و سنیت میں نہایت پختہ، پابند صوم و صلوٰۃ، نہایت سادہ مزاج، خدا ترس تھے۔ رفاہی کاموں سے کافی دلچسپی رکھتے اور مسلک اہل سنت و جماعت کی اشاعت میں سرگرم تھے۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے اپنے احباب اہل سنت کو مربوط کر کے بھیرہ میں انجمن اہل سنت و جماعت کی بنا ڈالی جو ۱۸ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۸ ر اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز جمعہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور موجودگی میں قائم ہوئی۔ اور آگے چل کر یہی انجمن ''انجمن امجدیہ اہل سنت'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ جس کے زیر اہتمام مدرسہ عزیزیہ خیر العلوم بھیرہ، مدرسۃ البنات العزیزیہ، دار الحفظ والقراءت، رضا مسجد، جامع مسجد قدم رسول، نوری مسجد، قادری مسجد وغیرہ مساجد و مدارس ہیں۔

والدہ ماجدہ محترمہ تسلیمہ بنت عبدالرشید بن عبدالصمد (محلہ پورہ دیوان، مبارک پور)۔ تقریباً ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئیں اور بھیرہ میں ۱۵ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعہ مبارکہ ۱۰ بج کر ۳۵ منٹ پر قبل جمعہ داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اسی دن بعد نماز عصر جنازہ کی نماز چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ احمد القادری نے پڑھائی۔ حضرت علامہ مصباحی صاحب والدہ کے انتقال سے ایک دن قبل بریلی شریف پیر و مرشد حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جا چکے تھے۔ دوسرے دن واپس آ کر والدہ ماجدہ کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔

ولادت: ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۹ر ستمبر ۱۹۵۲ء بروز سہ شنبہ بھیرہ میں ولادت ہوئی۔ "محمد" نام رکھا گیا اور اسی نام پر عقیقہ ہوا۔ مدرسہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد کے زمانۂ تعلیم میں اس کے ساتھ "احمد" کا اضافہ ہوا اور تمام اسناد پر "محمد احمد" نام ہی درج ہے اور یہی پورا نام قرار پایا۔ پھر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے دورانِ تعلیم "مصباحی" کی نسبت کا اضافہ ہوا اور یہ نسبت علم سے زیادہ مشہور ہو گئی۔

تعلیم: ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ پھر درجہ سوم تک پرائمری تعلیم مدرسہ اسلامیہ رحیمیہ بھیرہ میں ہوئی جسے شاہ رحیم اللہ فاروقی بھیروی علیہ الرحمۃ نے ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں قائم فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب بڑے علم دوست پختہ سنی تھے۔ ہر جمعرات کو ان کے یہاں میلاد شریف کی محفل ہوتی اور ہر سال حضرت مخدوم صاحب بھیروی علیہ الرحمہ کا عرس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کرتے۔ ان کے انتقال کے بعد موقع پا کر اس مدرسہ پر دیوبندیوں نے قبضہ کر لیا۔

درجہ سوم کے بعد مدرسہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد میں داخلہ لیا بقول مولانا احمد القادری اس کا واقعہ ان کے والد مرحوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مولانا غلام محمد بھیروی (علیہ الرحمۃ) گھر پر آئے اور اچھی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان سے خیرآباد چلنے کے لیے کہا وہ تیار ہو گئے۔ پھر مجھ سے اصرار کیا۔ میں نے یہ سوچ کر اجازت دے دی کہ خود ہی گھبرا کر واپس آ جائیں گے۔ کیوں کہ عمر ابھی ننھی سی تھی باہر کبھی رہے نہ تھے۔ ان کے ساتھ چلے گئے دو تین دن گزر گئے واپس نہیں آئے تو میں پتہ لگانے کے لیے خیرآباد گیا۔ اساتذہ نے بتایا کہ وہ بڑے شوق سے پڑھ رہا ہے اور مطمئن ہے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

۸ر اپریل ۱۹۶۲ء بروز یکشنبہ مطابق ۴ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ کو داخلہ ہوا، اور شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق نومبر ۱۹۶۶ء تک ۵ر سال بڑے اطمینان و سکون، محنت و لگن اور پوری توجہ کے ساتھ اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد میں ابتدائی فارسی سے شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔

۱۰ر شوال ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۲ر جنوری ۱۹۶۷ء دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۰ر شعبان ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۳ر اکتوبر ۱۹۶۹ء علماء و مشائخ کے مبارک ہاتھوں دستارِ فضیلت باندھی گئی۔

دستارِ فضیلت کے بعد تدریس کے لیے ایک جگہ آئی والد ماجد نے تدریس کے لیے اجازت دے دی مگر جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے روکا اور یہ فرمایا کہ "میں اور قیمتی بنانا چاہتا ہوں" اس لیے آپ نے تدریس کا ارادہ ترک کر دیا اور والد ماجد کی اجازت سے پھر شوال ۱۳۸۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۹ء سے ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ مطابق جون ۱۹۷۰ء تک دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم میں مزید تعلیم

حاصل کی۔ واقعی حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جیسا فرمایا تھا اس سے کہیں زیادہ قیمتی بنا دیا۔

اسناد: (۱) سند تجوید (۲) سند فضیلت درس نظامی ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء (جامعہ اشرفیہ) (۳) مولوی ۱۹۶۶ء (۴) عالم ۱۹۶۸ء (۵) فاضل دینیات ۱۹۷۵ء (۶) فاضل ادب ۱۹۷۷ء (۷) فاضل طب ۱۹۸۰ء (۸) منشی ۱۹۸۱ء (۹) منشی کامل ۱۹۸۳ء (عربی و فارسی امتحانات بورڈ اتر پردیش)

تدریسی خدمات: (۱) دار العلوم فیضیہ نظامیہ باراہاٹ، اِشی پور قریب پیر پینتی ضلع بھاگلپور جون ۱۹۷۰ء تا نومبر ۱۹۷۱ء۔ (۲) مدرسہ فیض العلوم جمشید پور۔ دسمبر ۱۹۷۱ء تا نومبر ۱۹۷۶ء۔ (۳) دار العلوم علمائے حق جلال پور۔ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ/ دسمبر ۱۹۷۶ء تا شوال ۱۳۹۸ھ/ ۱۷ر ستمبر ۱۹۷۸ء۔ (۴) مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ۔ شوال ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء تا ۸ر شوال ۱۴۰۶ھ/ جون ۱۹۸۶ء۔ (۵) الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ ۹ر شوال ۱۴۰۶ھ/ جون ۱۹۸۶ء تا حال

طریقۂ تدریس: انداز تدریس اپنے اساتذہ کرام خصوصاً حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اخذ کیا، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ حافظ ملت نے فرمایا: (۱) علم دین کی تعلیم خالصاً لوجہ اللہ ہو اور جو ملے اسے انعام سمجھنا چاہیے۔ میں نے اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ (۲) تدریس کے لیے مدرس اسباق کی پوری تیاری کرے اور طلبہ کو مطالب بخوبی ذہن نشین کرانے کی کوشش کرے۔ (۳) طلبہ کے اندر علمی لیاقت اور دینی و عملی حرکت لانا مقصود ہو نہ یہ کہ کسی طرح ڈیوٹی سے سبک دوشی ہو۔ (۴) طلبہ میں دینی، علمی، عملی، لسانی و قلمی صلاحیتیں پیدا کرنے کی تدابیر عمل میں لانا۔ اور انہیں آئندہ میدان عمل کے قابل بنانا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے طریقۂ تعلیم سے متعلق ایک جگہ اور آپ لکھتے ہیں۔

"حضرت کی تقریر و تحریر اور گفتگو کی طرح تعلیم بھی حسن ایجاز اور کمال تفہیم دونوں کی جامعیت کا بے مثال نمونہ تھی۔ بعض مقامات پر خصوصی بسط اور تفصیل سے کام لیتے۔ اگرچہ اس بسط کے الفاظ اور ان کے معانی کا تناسب دیکھا جائے تو اسے بھی ایجاز ہی سے موسوم کرنا پڑے گا۔ الغرض حضرت کا اطناب ہو یا ایجاز بہت جاندار اور باریک تحقیقات کا حاصل ہوتا"۔ (حافظ ملت نمبر ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء ص: ۱۷۷)

مولانا احمد القادری لکھتے ہیں کہ آپ کی درسی تقریریں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تقریروں کا نمونہ ہوتی ہیں۔

بیعت وارادت: ۲۶ر صفر ۱۳۹۳ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۷۳ء بروز یکشنبہ بریلی شریف محلہ سوداگران، رضوی دار الافتا میں حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست اقدس پر بیعت وارادت کا شرف حاصل ہوا۔ پھر ربیع الاول ۱۳۹۴ھ میں حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سلسلہ قادریہ معمریہ منوریہ میں طالب ہوئے۔

شاہ منور علی الہ آبادی علیہ الرحمۃ کی عمر شریف ساڑھے پانچ سو سال تھی۔ اس لیے اس سلسلے میں حضور حافظ ملت سے حضور سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان تک صرف چار واسطے ہیں۔

مجاہد ملت رئیس الاتقیاء حضرت علامہ حبیب الرحمٰن قادری علیہ الرحمہ نے فیض العلوم جمشید پور میں دلائل الخیرات شریف اور جملہ اوراد و اشغال کی سند اجازت عطا فرمائی۔

تصنیف وتحریر: (۱) تدوین قرآن (۲) معین العروض (۳) امام احمد رضا اور تصوف (۴) تنقید معجزات کا علمی محاسبہ (۵) حدوث الفتن وجہاد اعیان السنن ۱۴۲۱ھ (۶) رشتہ ازدواج اسلام کی نظر میں (۷) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں (۸) فرائض وآداب متعلم ومعلم (۹) خلفاے راشدین اور اسلام کا نظام اخلاق۔

تصحیح، تقدیم، تحشیہ، ترجمہ: (۱) معانقۂ عید (۲) جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (۳) جد الممتار اول (۴) جد الممتار ثانی (۵ تا ۸) فتاویٰ رضویہ جدید۔ اول، سوم، چہارم، نہم کی عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ (۹) براءت علی از شرک جاہلی (۱۰) مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (۱۱) رسوم شادی (۱۲) تقدیر وتدبیر (۱۳) الکشف شافیا حکم فونو جرافیا۔ عربی۔

تقدیم: (۱) امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات: از مولانا یٰسین اختر مصباحی (۲) اسلام اور امن عالم (۳) بزم اولیاء (۴) سنت کی آئینی حیثیت: از مولانا بدر القادری۔

مضامین: (۱) شیخ عز الدین بن عبد السلام، ماہنامہ اشرفیہ ۱۹۷۶ء (۲) صاحب ہدایہ (۳) تعارف جد الممتار، عرفات لاہور (۴) طالبان علوم نبویہ کی ذمہ داریاں (مقدمہ فضل العلم والعلما) (۵) تعارف امام احمد رضا قدس سرہ (ابتدائے معانقہ عید) (۶) امام احمد رضا کے فتاویٰ کی ایک خصوصیت (۷) مدارس اسلامیہ میں تعلیمی انحطاط۔ اسباب اور علاج (۸) ثانوی مدارس کی تعلیم (۹) اہل سنت کی تصنیفات (۱۰) علامہ فضل حق خیر آبادی۔ ایک فلسفی یا زبردست اسلامی متکلم (۱۱) تصوف اور اعدائے تصوف۔

وعظ وخطابت: دوران تعلیم اور محمد آباد گوہنہ کے زمانہ تدریس تک کسی قدر اس سے شغف تھا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں آنے کے بعد مصروفیات کے باعث اس میں کمی کرنی پڑی اور اب تقریباً متروک ہے۔

اوصاف حمیدہ: آپ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ خلوص وایثار، جود وکرم، امانت ودیانت، تقویٰ وپرہیز گاری، احساس ذمہ داری، خود اعتمادی وخودداری، عہد وپیمان میں پختگی، حفظ اوقات، جماعت کی پابندی، اوراد ووظائف اور سنن ونوافل پر استقامت، کاموں میں سرعت، تحریر میں فصاحت، زبان وبیان میں بلاغت، تقریر میں اختصار وجامعیت، علوم وفنون میں مہارت، مسائل میں باریک بینی ونکتہ سنجی، معانی میں گہرائی وگیرائی، ظاہر وباطن میں یکسانیت، دین داروں سے محبت، بے دینوں سے نفرت، بدمذہبوں سے اجتناب، بزرگوں کا احترام، اکابر کا ادب، اصاغر پر شفقت، مقدمات کے فیصلے میں دور بینی، ہمت وشجاعت، حق گوئی وبے باکی، رعب ودبدبہ، عالمانہ وقار، نظم ونسق میں کمال، افہام وتفہیم کا ملکہ، بے لوث خدمات کا جذبہ اور اعمال وکردار کے اعلیٰ نمونے جو یہاں دیکھے کم دیکھنے میں آئے۔

اس تذکرے کی تیاری میں محب گرامی مولانا احمد القادری کی یادداشتوں سے پوری مدد لی گئی ہے، راقم ان کا شکر گزار ہے۔ اگر وہ مفصل تذکرہ مکمل کر دیں تو بہت کار آمد ہوگا۔

گنجائش کم ہونے کی وجہ سے بہت سے ضروری گوشے میں نے یہاں ترک کر دیے، انشاء اللہ آئندہ کسی جگہ تلافی کی کوشش ہوگی۔

عبد الغفار اعظمی

۸ رمضان ۱۴۲۸ھ / ۲۱ ستمبر ۲۰۰۷ء جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

فتنوں کا ظہور اور اہلِ حق کا جہاد

(ترجمہ: حُدُوْثُ الْفِتَنِ وَ جِهَادُ اَعْیَانِ السُّنَنِ-۱۴۲۱ھ)

علم کلام علوم دینیہ کی بنیاد اور سر چشمہ ہے۔ اس لیے کہ تمام علوم اس بات کو ثابت کرنے کے محتاج ہیں کہ واجب اور اس کی صفات کا وجود ہے اور اس نے رسولوں کو بھیجا، کتابیں اتاریں، شریعت کے قوانین اور احکام جاری کیے۔ جب تک یہ باتیں ثابت نہ ہوں اور علوم ثابت نہیں ہو سکتے۔ اور ان اُمور کے اثبات کی ذمہ داری علمِ کلام ہی کے سر ہے۔ لہذا اِس علم سے واقف ہونا، اِس کے اصول و فروع کا جاننا اور اُس کے حفظ و نشر کا اِہتمام کرنا ضروری ہے۔

علمِ کلام عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں دیگر علوم و فنون کی طرح مدون و مرتّب نہیں تھا نہ صحابۂ کرام کو اِس کی ضرورت تھی۔ بلکہ وہ اُسی پر اِکتفا کرتے جو قرآن و سنت میں پاتے تھے یا اُن کا دینی شعور جن عقاید واضحہ کا ادراک کرتا۔ وہ فروع کی باریکیوں میں نہ پڑتے تھے۔

لیکن جب فتنے اٹھنے لگے، نئی نئی جماعتیں وجود میں آئیں اور غیر دینی عقائد تراشے جانے لگے تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کی گمراہیوں کا پردہ چاک کر کے حق کو واضح کیا جائے اور صحیح و فاسد کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ دیا جائے۔ چنان چہ علماے اسلام نے اس جانب توجہ کی اور دلائلِ عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں علم کلام کے اصول و فروع مقرر کیے اور ایک مستقل علم کی حیثیت سے اسے مرتب کیا تا کہ قوم کو ہدایت حاصل ہو اور فِرَقِ باطلہ کی گمراہیوں سے باخبر ہو کر اُن سے بچ سکے۔

جب بھی کسی بد مذہب نے اپنا نیا عقیدہ ظاہر کیا تو ائمہ اسلام نے کھل کر اس کا ردّ کیا۔ مثلاً جب قدریہ نے کہا کہ ”بندہ اپنے افعال کا خالق ہے، بندے کے افعال نہ مقدّر من اللہ ہیں نہ مخلوق خدا“ تو علماے اسلام نے اس کا جواب دیا اور صراحت فرمائی

کہ ''خیر و شر جملہ افعال تقدیر الٰہی سے ہیں کائنات میں اُس کے سوا کوئی خالق نہیں''۔

خوارج نے جب کہا کہ ''گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے'' تو علما نے فرمایا: ''گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ مومن کو اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ اُسے حلال نہ جانے یا کوئی باطل عقیدہ نہ رکھے''۔ معتزلہ نے جب کہا کہ ''قرآن مخلوق ہے'' تو علماے حق نے صاف طور سے بیان کیا کہ ''قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے''۔

اور جب فرقۂ مجسمہ اور مشبہہ پیدا ہوئے اور اُنھوں نے اللہ کے لیے مخلوق کی طرح جسم، جہت، ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور شکل و صورت ثابت کیے۔ تو ائمہ اسلام نے ان کا ردّ کیا اور عقائد کی کتابوں میں صراحتًہ یہ عقیدہ بیان کیا کہ ''اللہ تعالیٰ جسم و جہت سے پاک ہے اور اُس کی ذات مخلوق کے مثل ہونے سے منزہ ہے''۔

اِسی سبب سے علم کلام میں کافی وسعت پیدا ہوگئی۔ اِس علم کا تقاضا ہے کہ انسان اسلامی فرقوں کو پہچانے اور اُن کے اُن باطل عقیدوں کو جانے جن کا علما نے ردّ کیا ہے اور اپنی کتابوں میں عقائد حقّہ کی صراحت کی ہے تاکہ انسان حق پر قائم رہے اور باطل سے گریز کرے۔ لہٰذا ہم یہاں مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والے فرقوں اور اُن کے عقائد باطلہ کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

پہلے ہم اُن مذاہب پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں جو نزول قرآن کے زمانے میں تھے اور قرآن اُن کے ردّ میں نازل ہوا۔

(۱) منکرینِ واجب الوجود۔ (۲) بت پرست اور تعدّدِ الٰہ کے قائل۔ (۳) کسی بشر کے رسول ہونے کے منکر۔ (۴) خاتم الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت یا اور کسی نبی کی نبوت کے منکرین مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین۔ (۵) فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والے لوگ۔ (۶) منکرین بعث و جزا۔ (۷) منافقین۔

قرآن میں اس بات پر دلیلِ قطعی موجود ہے کہ عالم اور ساری کائنات کا ایک خالق اور مدبّر ہے۔ اس کے سوا کائنات کا کوئی خالق نہیں اور وہ اللہ ہے جو بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، نہ ہی کوئی اُس کا ہمسر ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ

کسی کامحتاج نہیں، وہ سارے جہاں سے بے نیاز ہےاوراس کے لیے اسماے حسنٰی ہیں۔

اورقرآن یہ بتاتا ہے کہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت ورہ نمائی کے لیے اُنھیں میں سے انبیاورسول بھیجے، کیوں کہ عام انسان فرشتوں کودیکھنےاوراُن سےاستفادہ کرنے سے قاصر ہیں۔

اگر زمین میں بجاے انسان کے فرشتے ہوتے تو اُن کی ہدایت کے لیے فرشتے ہی بھیجے جاتے۔اورقرآن اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ معجزہ اوردلیل سے تائیدیافتہ نبی پرایمان لاناضروری ہےاس سے مفرنہیں۔اوراس کی صراحت کرتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کےرسول ہیں، خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں اورقرآن ان کی نبوت کی دلیل ہے۔قرآن اللہ کاایسابلیغ کلام ہےجس کی نظیرپیش کرناساری مخلوق کےبس سے باہر ہے۔قرآن تمام انبیاورُسل، آسمانی کتابوں اورصحیفوں پرایمان لانے اورملائکہ و خاتم الانبیا کی تصدیق کرنے نیز احکام شریعت کی پابندی کرنے کی دعوت دیتا ہے۔اورانبیاورُسل کے مابین تفریق یعنی بعض کی تصدیق اوربعض کی تکذیب سے روکتا ہے۔

قرآن ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار نہ پیدا کیا بلکہ اپنی عبادت کے لیے بنایا اور اُسے علم اور ایمان وعمل پر قدرت دی۔اُسے ایک وقت معین تک زمین پر زندہ رکھتا ہے پھر موت دیتا ہے۔پھر زندہ کرے گا اور اُس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ اللہ قادر مطلق ہے اس نے انسان کو اُس وقت پیدا کیا جب وہ (یعنی انسان) کچھ بھی نہ تھاتو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں نہ قادر ہوگا؟

قرآن نے منافقین کا رد فرما کر ان کی بدعقیدگی کا پردہ فاش کیا اور اعلان فرمایا کہ رسول اور کتاب اللہ کی توہین آدمی کو کافر بنادیتی ہے اگر چہ وہ پہلے مومن رہا ہو۔جیسا کہ ارشاد ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط (التوبہ ٦٥-٦٦)

تم فرماؤ کیا اللہ اوراس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔بہانے نہ بناؤتم کافر ہو چکے مسلمان ہوکر۔

اور فرماتا ہے رسول کی تعظیم واجب ہے، ان کی بے ادبی سے ایمان وعمل برباد ہوجاتے ہیں فرمانِ رسول کاانکارانسان کواسلام سے خارج کردیتا ہے۔

قرآن کے حکم کے مطابق رسول کی پکار پر حاضر ہونا اوران کی اطاعت کرنا

واجب ہے۔ جو اہل ایمان رسول کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں ان کے آداب بجالاتے ہیں، قرآن ان کی تعریف کرتا ہے اور جو تعظیمِ رسول سے کتراتے ہیں اور آداب بجالانے سے پہلوتہی کرتے ہیں قرآن انھیں بےوقوف بتاتے ہوئے ان کی مذمت کرتا ہے۔

مندرجہ ذیل آیات سے یہ باتیں ظاہر ہیں:

(۱) اِنَّا اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًاۙ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ (الفتح ۸۔۹)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

(۲) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۝ (الحجرات ۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ کَجَهۡرِ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝ (الحجرات ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

(۴) اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۝ (الحجرات ۳)

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

(۵) اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡهِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (الحجرات ۴۔۵)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بےعقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(٦) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (البقرہ ۱۰٤)

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(٧) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ (النساء: ٦٤. ٦٥)

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

(٨) اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ (الاحزاب: ٥٧)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(٩) وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ○

(الاحزاب: ٣٦)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔

(١٠) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ج

(الانفال: ٢٤)

اے ایمان والو! اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

(۱۱) لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًاؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًاۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ○ (النور:۶۳)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

(۱۲) وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ○ (التوبہ:۶۱)

اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۱۳) اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّهٗ مَنۡ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيۡهَاؕ ذٰلِكَ الۡخِزۡىُ الۡعَظِيۡمُ○ (التوبہ:۶۳)

کیا انھیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

(۱۴) وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ○ (التکویر:۲۴)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

انہیں عقائد پر صحابۂ کرام زندگی بھر قائم رہے اور ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں، نہ باپ ہے نہ بیٹا، اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں، جملہ مخلوقات اسی کی ہیں، اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، ان کی تعظیم و اطاعت واجب ہے، ان کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔

ایسے ہی انھوں نے کتاب و سنت سے ماخوذ خالص و پاکیزہ اعتقادات کو مانا اور مخالفت کرنے والوں سے دور رہے بلکہ ان سے جہاد کیا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تھا خلیفۃ المسلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے جہاد کیا اور کیفر کردار تک پہنچایا۔ اور اس جہاد میں تمام صحابۂ کرام نے حضرت صدیق اکبر کا ساتھ دیا حتی کہ ایک

بڑی تعداد نے اس راہ میں اپنی جانیں قربان کیں۔ اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ ہر صحابی کا اس عقیدہ پر ایمان کامل تھا کہ ہمارے رسول آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کسی نئے نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ تو جو بھی اس کے خلاف نبوت کا دعوی کرے وہ کذّاب ودجّال ہے، اس کے خبیث وجود سے روئے زمین کو پاک کرنا ضروری ہے۔

بالجملہ صحابۂ کرام انہیں خالص اور صریح عقائد پر قائم رہے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیے تھے۔ کسی صحابی نے عقیدۂ اسلام میں فلسفیانہ خرافات کو جگہ نہیں دی، نہ کوئی نیا عقیدہ تراشا، نہ ہی صریح اسلامی عقیدہ میں کوئی شق نکالی یا شبہہ کیا۔

صحابہ کے بعد نئے فرقوں کا وجود ہوا جیسا کہ نبی آخرالزماں ﷺ نے اپنے اس قول کے ذریعہ پیش گوئی فرمائی تھی۔

سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا: مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ۔ (رواہ الترمذی ونحوہ احمد وابو داؤد)

عنقریب میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ ایک کے علاوہ سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ ایک جماعت کون ہے؟ فرمایا وہ راستہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

صاحب مواقف اور اس کے شارح نے اسلام کے بڑے فرقوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ہم ناظرین کے افادہ کے لیے اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

آمدی نے کہا ہے کہ سوائے منافقین کے سارے مسلمان نبی ﷺ کی وفات تک ایک ہی عقیدے پر تھے۔ پھر ان کے مابین مسائل اجتہادیہ میں اختلاف ہوا جو ایمان وکفر کا موجب نہیں تھا۔ اور اس اختلاف سے ان کا مقصد صرف دین واسلام کے طریقوں کو استوار کرنا تھا۔ ان اختلافات میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) نبی ﷺ کے وصال کے وقت کاغذ نہ پیش کرنا۔

(۲) اسامہ کے لشکر کو روکنے کا مسئلہ۔

(۳) نبی کریم ﷺ کو مکہ، مدینہ یا بیت المقدس میں دفن کرنے سے متعلق اختلاف۔ مگر جب انھوں نے یہ روایت سن لی کہ "اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ" یعنی انبیا وہیں

دفن کیے جاتے ہیں جہاں وفات پاتے ہیں، تو یہ اختلاف رفع ہو گیا۔

(۴) کلالہ اور بھائی کی موجودگی میں دادا کی وراثت کا مسئلہ۔

(۵) انگلی اور دانت کی دیت کا مسئلہ۔

اسی قسم کے اختلافات صحابہ کے دور تک رہے۔ اس کے بعد عقائد میں اختلاف کا دور شروع ہوا۔ اور معبد جہنی، غیلان دمشقی اور یونس اسواری نے قدر کا مسئلہ نکالا اور تمام افعال اللہ کی جانب منسوب کرنے سے انکار کرنے لگے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً اصول عقائد میں اختلاف پیدا ہوتا گیا۔

اس تمہید کے بعد اسلام کے بڑے فرقوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کی تعداد آٹھ ہے۔

(۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج

(۴) مرجیہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ

(۷) مشبہہ (۸) ناجیہ

پہلا فرقہ معتزلہ

یہ فرقہ واصل بن عطا کی پیداوار ہے۔ یہ حضرت حسن بصری کا شاگرد تھا ایک مسئلہ خاص میں سرِعام استاذ کی مخالفت کی۔ حسن بصری نے فرمایا اِعْتَزِلْ عَنَّا یعنی ہم سے دور ہو جا۔ چنان چہ اس نے علیحدگی اختیار کر لی اور فرقہ معتزلہ کا وجود ہو گیا۔

واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص حضرت حسن بصری کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ ایک جماعت ظاہر ہوئی ہے جو گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر کہتی ہے اور ایک دوسری جماعت ہے جو مرتکب کبیرہ کی نجات کا دعوی کرتی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت مضر نہیں جیسے کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت مفید نہیں۔ تو ہمیں کون سا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ حضرت حسن بصری کچھ سوچنے لگے کہ اتنے میں واصل بن عطا بول پڑا کہ ”گناہ کبیرہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر“ پھر اٹھا اور مسجد کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر تقریر کرنے لگا کہ مرتکب کبیرہ کے لیے مَنْزِلَةٌ بَیْنَ الْمَنْزِلَتَیْنِ (یعنی ایمان و کفر کے درمیان ایک درجہ) ہے۔ اس نے کہا کہ مومن قابل تعریف ہے اور فاسق قابل تعریف

نہیں لہذا وہ مومن نہیں اور چوں کہ شہادتین کا اقرار کرتا ہے اور دوسرے نیک کام بھی کرتا ہے اس لیے وہ کافر بھی نہیں ہے۔ لہذا مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کیے مرجائے تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس لیے کہ آخرت میں دو ہی قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک جنتی دوسرے جہنمی۔ فرق اتنا ہے کہ اہل کبائر کا عذاب کفار سے ہلکا ہوگا۔

جب اس کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ قَدِاعْتَزَلَ عَنَّا وَاصِلٌ یعنی واصل ہم سے الگ ہوگیا اسی دن سے وہ اور اس کی جماعت معتزلہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔

معتزلہ کو قدریہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال بندوں کی قدرت اور تخلیق سے ہوتے ہیں۔ اور ان افعال میں قضا وقدر کا کوئی دخل نہیں۔ اسی لیے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قدریہ کہلانے کے ہم سے زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو افعال خیر وشر کو تقدیر الٰہی سے مانتے ہیں کیوں کہ جس نے قدر کو ثابت مانا وہی قدریہ ہوگا ہم تو قدر کے منکر ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح قدر کو ثابت ماننے والوں کو قدریہ کہنا صحیح ہے اسی طرح اس کے منکرین کو قدریہ کہنا درست ہے کیوں کہ انھوں نے قدر کا انکار کرنے میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ نیز حدیث رسول سے اسی کی تائید ہوتی ہے "اَلْقَدَرِیَّۃُ مَجُوْسُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ" قدریہ اس امت کے مجوس ہیں کیوں کہ قدری اور مجوس دونوں اس عقیدے میں باہم شریک ہیں کہ خالق متعدد ہیں فرق اتنا ہے کہ مجوس دو ہی خالق مانتے ہیں خالق خیر کو یزداں اور خالق شر کو اہرمن کا نام دیتے ہیں اور قدریہ ہر بندے کو اس کے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ اور معتزلہ اس خاص عقیدے میں قدریہ کے شریک ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث جو قدریہ کے بارے میں ہے کہ " ھُمْ خُصَمَاءُ اللّٰہِ فِی الْقَدَرِ "یعنی قدری مسئلہ قدر میں اللہ کے دشمن ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو سارے امور، جملہ افعال خیر وشر کو اللہ کی جانب منسوب کرے اور تقدیر الٰہی سے جانے وہ اللہ کا دشمن نہیں ہوسکتا بلکہ قدر کے منکر ہی اللہ کے دشمن ہوں گے۔ کیوں کہ ان کا گمان یہ ہے کہ بندہ ان افعال کے کرنے پر قادر ہے جو مشیت الٰہی کے خلاف ہیں۔

98193

معتزلہ نے اپنا نام اصحاب عدل وتوحید رکھا ہے۔اس نام کا انتخاب انھوں نے اپنے مندرجہ ذیل عقائد کی وجہ سے کیا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر بندوں کی بھلائی اور مطیع وفرماں بردار کوثواب دیناواجب ہے اور اللہ اس امر میں کوتاہی نہیں کرتا جواس پرواجب ہے۔اسی کا نام عدل ہے۔

(۲) قدیم صرف اللہ کی ذات ہے صفات مثلاً سمع، بصر، کلام، ارادہ وغیرہ قدیم نہیں ہیں ورنہ تعدد قدما کا ماننا لازم آئے گا۔یعنی قدیم ہونا اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے یہ وصف کسی اور ذات یا کسی صفت یہاں تک کہ اللہ کی صفات کے لیے بھی ثابت نہیں اور یہی توحید خالص ہے۔

(۳) کلام اللہ مخلوق، حادث اور حروف وآواز سے مرکب ہے۔

(۴) آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نگاہوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔

(۵) اشیا میں حسن قبح عقل سے ثابت ہے اور عقل جسے خوب کہے اسے کرنا اور جسے ناخوب کہے اسے چھوڑنا ضروری ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ پر اپنے افعال میں حکمت ومصلحت کی رعایت، مطیع اور توبہ کرنے والے کوثواب دینا اور مرتکب کبیرہ کو عذاب دیناواجب ہے۔

معتزلہ میں کل بیس فرقے ہیں اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا ہے ہم الگ الگ ان کے نام وعقائد تحریر کرتے ہیں۔

(۱) **واصلیہ** :- یہ ابوحذیفہ واصل بن عطا (۸۰ھ-۱۳۱ھ) کی جماعت ہے۔

واصلیہ کے عقائد:- (۱) صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔

شہرستانی نے کہا ہے کہ اس جماعت نے فلاسفہ کی کتابوں کے مطالعہ سے متاثر ہوکر یہ مسئلہ نکالا اور تمام صفات باری تعالیٰ کواس کی دوصفتوں علم اور قدرت میں سمیٹ دیا پھر یہ کہا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفتیں ہیں۔جبائی نے بھی یہی کہا ہے۔اور ابوہاشم نے کہا ہے کہ یہ دونوں صفتیں حال ہیں۔

(۲) بندوں کے افعال بندوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں۔افعال شر کی نسبت اللہ کی طرف ممنوع ہے۔

(۳) مَنْزِلَةٌ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ یعنی ایمان اور کفر کے درمیان ایک درجہ کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر۔

(۴) حضرت عثمان اور قاتلین عثمان میں سے ایک خطا کار ہیں۔ حضرت عثمان نہ مومن ہیں نہ کافر۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ایسا ہی عقیدہ حضرت علی اور قاتلین علی کے بارے میں رکھتے ہیں۔ مزید براں یہ کہتے ہیں کہ علی، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) واقعہ جنگ جمل کے بعد اگر خچر کی دم جیسی حقیر چیز پر شہادت دیں تو قبول نہ کی جائے گی۔ جیسے لعان کرنے والے مرد و عورت کی شہادت قبول نہیں کی جاتی کیوں کہ ان دونوں میں سے ایک بہر حال فاسق ہے۔

(۲) عمریہ :- یہ فرقہ عمرو بن عبید (۸۰ھ-۱۴۴ھ) کی جانب منسوب ہے۔ عمرو راویانِ حدیث میں شمار کیا جاتا ہے اس کا زہد مشہور تھا۔ عقائد میں واصل بن عطا کا پیرو تھا بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھا ہوا کہ اس نے عثمان و علی (رضی اللہ عنہما) کے مسئلے میں دونوں کو فاسق کہا ہے دیگر عقائد واصلیہ کے مثل ہیں۔

(۳) ہذیلیہ :- ابو ہذیل علاف حمدان (یا محمد) بن ہذیل (۱۳۵ھ-۲۳۵ھ) کے ماننے والے ہیں یہ شخص معتزلہ کا پیشوا اور ان کے طریقہ کا پُر زور حامی تھا عثمان بن خالد طویل تلمیذ واصل بن عطا سے مذہب اعتزال اخذ کیا۔ اس کے اقوال یہ ہیں:

(۱) اللہ کے مقدورات فانی و متناہی ہیں یہی جہم بن صفوان کے مذہب سے قریب ہے۔ اس لحاظ سے کہ جہمیہ جنت و دوزخ کے فنا ہونے کے قائل ہیں۔

(۲) جنتیوں اور جہنمیوں کی حرکتیں ضروری اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔ کیوں کہ اگر خود ان کی مخلوق ہوں گی تو وہ مکلّف ہوں گے حالاں کہ مکلّف ہونا آخرت کے امور سے نہیں ہے۔ لہٰذا اہل جنت اور اہل دوزخ کی حرکات منقطع ہو جائیں گی اور ایک ایسا جمود پیدا ہوگا جس میں اہل جنت کے لیے لذتیں اور اہل دوزخ کے لیے مصیبتیں جمع ہوں گی۔

(۳) کوئی شے دائمی اور ابدی نہیں، ہر شے فانی ہے۔ حرکتیں غیر متناہی نہیں ہیں۔ بلکہ متناہی ہیں ان کا انجام سکون ہے اور یہ کہ جو چیز حرکت میں لازم ہے وہ سکون میں لازم نہیں۔ اسی لیے معتزلہ نے ابو ہذیل کا نام جہمی الآخرہ رکھا ہے اور ایک قول یہ ہے

کہ وہ قدریُ الاُولیٰ اور جہمیُ الاُخریٰ ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ عالم ہے اور اس کا علم اس کی ذات ہی ہے۔ قادر ہے اور اس کی قدرت اس کی ذات ہی ہے، حیی ہے اور اس کی حیات اس کی ذات ہی ہے۔ یہ عقیدہ اس نے فلاسفہ سے اخذ کیا ہے جن کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہتوں سے واحد ہے۔ اس میں کثرت کو بالکل دخل نہیں۔ یعنی صفاتِ الٰہی ذاتِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں جو اس کے ساتھ قائم ہو۔ جتنی صفات اس کی ثابت ہیں وہ یا تو سلوب[1] (سلب) ہیں یا لوازم (لازم)۔

(۵) اللہ تعالیٰ ایک ایسے ارادے کے ساتھ ارادہ فرمانے والا ہے جو حادث ہے مگر کسی محل میں نہیں۔ اس کا سب سے پہلا قائل یہی علاف ہے۔

(۶) اللہ کے بعض کلام کے لیے محل نہیں جیسے لفظ کُنْ۔ اور بعض کے لیے محل ہے جیسے امر، نہی، خبر وغیرہ۔ کیوں کہ اشیا کا وجود کلمۂ کُنْ کے بعد ہوا تو لفظ کُنْ سے پہلے محل متصور نہیں۔

(۷) اللہ کے ارادہ اور مراد میں مغایرت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا کسی شے کی تخلیق کا ارادہ کرنا اور ہے اور شے کی تخلیق اور۔ بلکہ تخلیق ان کے نزدیک ایسا قول ہے جس کے لیے محل نہیں ہے یعنی لفظ کُنْ۔

(۸) غائب پر تواتر سے حجت قائم نہیں ہوتی جب تک کہ بیس ایسے افراد خبر دینے والے نہ ہوں جن میں ایک یا زیادہ اہلِ جنت سے ہوں۔

(۹) زمین اولیا اللہ سے خالی نہیں۔ وہ معصوم ہیں نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ تو حجت انھیں کا قول ہے وہ تواتر نہیں جو اسے منکشف کرنے والا ہے۔

علاف نے ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ ابو یعقوب شحام اس کے اصحاب میں سے ہے۔

(۴) **نظّامیہ:** — یہ ابراہیم بن سیار نظّام (م ۲۳۱ھ) کی جماعت ہے وہ شیاطین

---

[1] سلوب ان صفات کو کہتے ہیں جو بغیر سلب کے اللہ کی صفت نہ بن سکیں جیسے جسم، جوہر، عرض وغیرہ مثلاً اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے اور لوازم سے مراد یہ ہے کہ واجب الوجود کا وجود عین ماہیت ہے اور اس کی وحدت حقیقی ہے۔ (مذاہب الاسلام ص ۱۱۵)

القدریہ سے تھا فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کا کلام معتزلہ کے کلام سے ملا دیا۔

نظامیہ کے عقائد:۔

(۱) اللہ دنیا میں بندوں کے لیے ایسے افعال پر قادر نہیں جن میں بندوں کے لیے بھلائی نہیں۔

(۲) آخرت میں اہل جنت و دوزخ کے واسطے ثواب و عذاب میں کمی بیشی کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں۔

(۳) اس کے نزدیک برائیوں سے اللہ کی سب سے بڑی تنزیہ یہی ہے کہ اس کو ان کی تخلیق پر قادر نہ مانا جائے اس عقیدہ میں وہ ایسا ہی ہے کہ کہا جائے "هَرَبَ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ" بارش سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

(۴) اللہ کا ارادہ اپنے کاموں کے لیے یہ ہے کہ وہ ان کو اپنے علم کے موافق پیدا کرتا ہے اور بندوں کے افعال کے لیے ارادہ یہ ہے کہ وہ ان کو ان کے کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(۵) انسان صرف روح کا نام ہے اور بدن ایک آلہ ہے۔ نظّام نے یہ عقیدہ فلاسفہ سے اخذ کیا ہے مگر یہ کہ وہ فلاسفہ طبیعیین کی طرف مائل ہے تو اس نے کہا کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے جیسے گلاب کا پانی گلاب میں، تیل تل میں، اور گھی دودھ میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

(۶) اعراض جیسے رنگ، مزہ، بو وغیرہ جسم ہیں جیسا کہ ہشام بن حکم کا مذہب ہے تو کبھی یہ کہتا ہے کہ اعراض جسم ہیں اور کبھی کہتا ہے کہ جسم اعراض ہیں۔ یعنی جسم ظاہر، اعراض انسان سے مرکب ہے۔

(۷) جوہر، اعراض مجتمعہ سے مرکب ہے۔

(۸) تمام ماہیت میں علم، جہلِ مرکب کے مثل اور ایمان کفر کے مثل ہے۔ یہ قول اس نے فلاسفہ سے لیا ہے کہ قوتِ عاقلہ میں کسی شے کے مفہوم کے حاصل ہونے کا نام علم و جہل ہے کہ یہی مفہوم انکشاف و ادراک کا موجب ہوتا ہے یہاں تک تو دونوں شریک ہیں۔ پھر علم و جہل میں فرق ایک امر خارجی کی وجہ سے ہے کہ علم میں وہ مفہوم جسے موجود ذہنی اور

صورت بھی کہتے ہیں اپنی اصل کے مطابق ہوتا ہے اور جہل میں مطابقت نہیں ہوتی۔

(۹) اللہ نے جملہ مخلوقات یعنی معدنیات، نباتات، حیوان وانسان وغیرہ کو یک بارگی اسی حالت پر پیدا کیا جس پر وہ اس وقت موجود ہیں۔ ان میں تقدیم وتاخیر نہیں کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد سے پہلے پیدا کیے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض میں پوشیدہ رکھا تقدیم وتاخیر فقط پوشیدہ ہونے اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے یہ قول بھی فلسفیوں کی تقلید میں ہے۔

(۱۰) قرآن کا اعجاز فقط اس اعتبار سے ہے کہ اس میں غیب کی خبریں ہیں یعنی گذشتہ اور آئندہ کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ نظمِ قرآن معجز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو قرآن کا جواب لانے سے عاجز کر دیا ورنہ ممکن تھا کہ وہ قرآن کا مثل بلکہ اس سے عمدہ کلام پیش کر دیں۔

(۱۱) متواتر کو محتملِ کذب جانتا، اجماع اور قیاس کے حجت ہونے کا منکر تھا۔

(۱۲) طفرہ کا قائل تھا۔ (طفرہ کا لغوی معنی کودنا ہے اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ متحرک کسی مسافت کو اس طرح طے کرے کہ اس کے صرف بعض اجزا کے محاذی ہو بعض دیگر کے محاذی نہ ہو۔)

نظّام کہتا ہے کہ جسم اجزاے غیر متناہیہ موجود بالفعل سے مرکب ہے تو اس پر اعتراض کیا گیا کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ کسی مسافت متناہی کو زمان متناہی میں طے کرنا محال ہے کیوں کہ جب جسم اجزاے غیر متناہیہ سے مرکب ہے تو اس کو غیر متناہی زمانے ہی میں طے کیا جا سکتا ہے تو اس کے جواب میں اس نے کہا کہ متحرک طَفرہ کرتا ہے۔

وہ تشیع کی طرف بھی مائل تھا اس کا قول ہے کہ امام کے لیے نص واجب ہے اور نبی کی طرف سے حضرت علی کے حق میں نص ثابت تھا مگر حضرت عمر نے اسے چھپا لیا۔

(۱۳) نصاب سے کم مال کی چوری سے آدمی فاسق نہیں ہوتا مثلاً ۱۹۹؍ درہم یا چار اونٹ چرائے تو فاسق نہ ہوگا۔ اسی طرح غصب اور ظلم کے طور پر دوسرے کا نصاب سے کم مال لے لیا تو بھی فاسق نہیں ہوگا۔

(۵) اَسواریہ: ۔ (ابوعلی عمر بن قائد) اسواری کے متبع ہیں۔ ان کے عقائد بعینہ

نظامیہ کے عقائد ہیں۔ مزید براں یہ کہ اللہ نے جس امر کے عدم کی خبر دی ہے یا جس کے عدم کو جانتا ہے اس کے کرنے پر قادر نہیں اور انسان اس پر قادر ہے اس لیے کہ بندے کی قدرت کسی چیز کے وجود اور عدم دونوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بندہ جب ایک پر قادر ہوگا تو اس کی ضد پر بھی قادر ہوگا اور علم الٰہی یا خبر الٰہی کا کسی چیز کے وجود یا عدم سے متعلق ہونا اس کی ضد کے بندے کی قدرت میں ہونے سے مانع نہیں ہے۔

(۶) اسکافیہ :- ابو جعفر (محمد بن عبداللہ) اسکاف (م ۲۴۰ھ) کے پیرو ہیں یہ کہتے ہیں کہ وہ ظلم جو عاقلوں سے صادر ہو اس کی تخلیق پر اللہ کو قدرت نہیں اور وہ ظلم جو بچوں اور پاگلوں سے سرزد ہو اس کی تخلیق پر اللہ قادر ہے۔

(۷) جعفریہ :- جعفر بن جعد بن مبشر بن حرب (جعفر بن ہمدانی ۱۷۷ھ-۲۳۶ھ) کے متبع ہیں ان کے عقائد اسکافیہ کے مثل ہیں۔ مزید براں ابن مبشر کی متابعت میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اس امت کے فساق میں ایسے لوگ بھی ہیں جو زنادقہ اور مجوس سے بھی بدتر ہیں۔ شراب نوشی کی حد پر امت کا اجماع خطا ہے اس لیے کہ حد میں صرف نص کا اعتبار ہے اجماع کا نہیں اور ایک حبہ کا چور بھی فاسق ہے اس کا ایمان جاتا رہتا ہے۔

(۸) بشریہ :- بشر بن معتمر (م ۲۱۰ھ) کے پیرو ہیں۔ یہ افاضل علماے معتزلہ سے تھا۔ یہی تولید کے قول کا موجد ہے۔ ان کے عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جسم میں اعراض رنگ، مزہ اور بو وغیرہ سمع و بصر کے ادراک کی طرح جائز ہے کہ بطور تولد غیر کے فعل سے حاصل ہوں جس طرح ان اعراض کے اسباب غیر کے فعل سے واقع ہوتے ہیں۔

(۲) قدرت واستطاعت، آفات سے جسم واعضا کی سلامتی کا نام ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ تعذیب اطفال پر قادر ہے لیکن اگر انھیں عذاب دے تو ظالم ہوگا۔ مگر اللہ کے حق میں ایسا اعتقاد درست نہیں ہے۔ اس لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ اگر وہ کسی بچے کو عذاب دے تو بچہ عاقل بالغ ہو کر عذاب کا مستحق ہوگا حالاں کہ اس میں تعارض ہے۔ اس لیے کہ اس کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ اللہ ظلم پر قادر ہے لیکن جب ظلم کرے گا تو عادل ہوگا۔

(۹) مُزداریہ :- یہ جماعت ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح مزدار کی پیروی کرتی ہے مزدار اس کا لقب تھا۔ (لفظ مزدار ''از دیار'' مصدر سے اسم فاعل یا اسم مفعول ہے اس کا مجرد ''زیارۃ'' آتا ہے۔ مزدار کا معنی زیارت کرنے والا یا وہ جس کی زیارت کی جائے) اس نے بشر سے علم حاصل کیا اور زہد کی وجہ سے راہب المعتزلہ کہلایا۔ اس کے عقائد یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو ظالم اور کاذب معبود قرار پائے گا۔ (تعالی عنه علواً کبیراً)

(۲) دو فاعلوں سے ایک فعل کا صدور بطور تولید ممکن ہے نہ بطور مباشرت۔

(۳) انسان قرآن کے مثل لانے پر قادر ہے بلکہ فصاحت و بلاغت میں اس سے عمدہ لاسکتا ہے (جیسا کہ نظام نے کہا ہے)

(۴) وہ قرآن کو مخلوق ماننے پر مصر تھا اور قدیم ماننے والوں کو کافر کہتا تھا۔

(۵) جو شخص سلطان سے میل جول رکھے وہ کافر ہے نہ وہ کسی مسلمان کا وارث ہوگا نہ کوئی مسلمان اس کا وارث ہوگا۔

(۶) یوں ہی وہ شخص بھی کافر ہے جو افعال کو مخلوق الٰہی جانے اور بلا کیف رویت باری کا اعتقاد رکھے۔

(۱۰) ہشامیہ :- ہشام بن عمر فوطی کے متبع ہیں۔ یہ شخص مسئلہ قدر میں تمام معتزلہ سے زیادہ متشدد تھا۔ اس کے عقائد یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کو وکیل کہنا درست نہیں اس لیے کہ اسے وکیل کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی مؤکل نے اسے وکیل بنایا ہے۔ حالاں کہ رب تعالیٰ کے لیے اسم ''وکیل'' خود قرآن میں موجود ہے۔ انھیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ''وکیل'' بہ معنی حفیظ (نگہبان) ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''مَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ'' تو ان کا نگہبان نہیں۔

(۲) یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ''اللہ نے دلوں کے درمیان الفت پیدا کردی'' ان کا یہ قول بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے منافی ہے قرآن میں ہے ''مَا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ'' (یعنی تو نے ان کے قلوب کے درمیان الفت نہیں پیدا کی بلکہ اللہ نے پیدا کی)

(۳) اعراض اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور نہ مدعی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان امور پر صرف اجسام دلالت کرتے ہیں۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ سمندر کا پھٹ جانا، عصا کا سانپ بن جانا اور مردوں کو زندہ کر دینا ان کی رسالت کی دلیل نہیں جن کے ہاتھوں سے ان کا ظہور ہوا۔

(۴) قرآن میں حلال و حرام کا ذکر نہیں۔

(۵) امامت، اختلاف کی صورت میں منعقد نہیں ہوتی۔ بلکہ امامت کے لیے سب کا اتفاق ضروری ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس قول سے ان کا مقصود حضرت علی کی امامت کے بارے میں طعن کرنا ہے۔ کیوں کہ ان کی بیعت میں تمام صحابہ کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لیے کہ ان کے خلاف ہر جانب ایک جماعت موجود تھی۔

(۶) جنت اور جہنم ابھی پیدا نہیں کیے گئے۔ اس لیے کہ ابھی ان کے وجود سے کوئی فائدہ نہیں۔

(۷) حضرت عثمان کا نہ محاصرہ کیا گیا اور نہ انھیں شہید کیا گیا (باوجودے کہ یہ خبر متواتر ہے)

(۸) جس نے نماز کو اس کی شرطوں کے ساتھ شروع کیا اور آخر میں فاسد کر دیا تو اول نماز بھی اس کی گناہ اور نا جائز ہوئی (حالاں کہ یہ قول اجماع کے خلاف ہے)

(۱۱) صالحیہ :- صالح کی پیرو ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے۔

(۱) مُردوں کے ساتھ علم، قدرت، ارادہ، سمع اور بصر کا قیام ممکن ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ ممکن ہے کہ انسان ان صفات سے متصف ہونے کے باوجود بھی مُردہ ہو۔ اور ممکن ہے کہ باری تعالیٰ حی نہ ہو۔

(۲) جوہر تمام اعراض سے خالی ہو سکتا ہے۔

(۱۲) حابطیہ :- احمد بن حابط کی جماعت ہے احمد، نظّام کے اصحاب میں سے تھا۔ ان کے عقائد یہ ہیں۔

(۱) عالم کے لیے دو خدا ہیں ایک قدیم دوسرا حادث اور وہ مسیح ہیں۔ مسیح دوسرے معبود ہیں جو آخرت میں لوگوں کا حساب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا" میں ربک سے وہی (مسیح) مراد ہیں۔ وہی ہیں جو ابر کے سائبانوں میں آئیں گے اور وہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مراد ہیں "اِنَّ اللّٰهَ

تَعَالیٰ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ" (بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور اس ارشاد سے بھی وہی مراد ہیں "یَضَعُ الْجَبَّارُ قَدَمَہٗ فِی النَّارِ" (جبار اپنا قدم دوزخ میں رکھے گا)

(۲) مسیح کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے اجسام کو پیدا کیا اور ان کی تخلیق فرمائی۔ آمدی نے کہا یہ سب کافر و مشرک ہیں۔

(۱۳) حَدبیہ :- (شہرستانی نے "اَلْمِلَلَ وَالنِّحَل" میں حدثیہ لکھا ہے) یہ فضل حدبی (حدثی) کی جماعت ہے۔ ان کے عقائد، حابطیہ کے عقائد کے مثل ہیں مگر یہ کہ انھوں نے تناسخ کا اضافہ کیا۔ نیز یہ کہا کہ حیوانات سب مکلّف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کے علاوہ دوسرے جہاں میں اولاً حیوانات کو عاقل و بالغ پیدا کیا۔ ان میں اپنی معرفت رکھی، علم دیا اور انھیں بہت سی نعمتیں عطا کیں۔ پھر ان کی آزمائش کے لیے اپنی نعمتوں کے شکریے کا حکم دیا تو بعض نے اطاعت کی اور بعض نے نافرمانی کی۔ جس نے اطاعت کی اسے تو جنت میں برقرار رکھا اور جس نے نافرمانی کی اسے جنت سے نکال کر جہنم میں ڈال دیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ انہوں نے بعض احکام الٰہی کی تعمیل کی اور بعض میں نافرمانی تو اللہ نے ان کو اس جہان میں بھیج دیا اور جسموں کا کثیف لباس پہنا کر انسان یا دیگر حیوانات کی مختلف صورتیں عطا کر دیں۔ اور انہیں ان کے گناہوں کے مطابق خوشی اور غم، آرام اور تکلیف میں مبتلا کیا۔ جس کے گناہ کم اور اطاعت زیادہ تھی اسے اچھی صورت عطا کی اور مصیبت تھوڑی دی۔ اور جس کا معاملہ برعکس تھا اس کی سزا اور جزا بھی برعکس ہوئی۔ اور جب تک حیوان اپنے گناہوں سے پورے طور پر سبک دوش نہیں ہو جاتا صورتیں بدل بدل کر پیدا ہوتا رہتا ہے۔ یہ بعینہٖ تناسخ کا عقیدہ ہے۔

(۱۴) مُعَمَّرِیَّہ :- یہ معمر ابن عباد سُلمی (م ۲۱۵ھ) کی جماعت ہے۔ ان کے عقائد یہ ہیں:

(۱) اللہ نے اجسام کے علاوہ کچھ نہیں پیدا کیا۔ رہے اعراض تو یہ جسموں کی پیداوار ہیں یا تو طبعاً پیدا ہوئے یا اختیار سے۔ طبعاً جیسے آگ سے سوزش (جلانے کی صفت) اور سورج سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور اختیار سے، جیسے حیوان سے رنگ۔ حیرت کی بات

ہے کہ معمر کے نزدیک اجسام کا پیدا ہونا اور فنا ہونا یہ سب اعراض سے ہیں پھر بھی کہتا ہے کہ اعراض جسموں کی پیداوار ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ قدیم نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے کہ لفظ قدیم تقدم زمانی پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ زمانی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات زمانہ کی قید سے بری ہے۔

(۳) اللہ کو اپنی ذات کا علم نہیں ہے ورنہ عالم اور معلوم کا اتحاد لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

(۴) انسان کا فعل سوائے ارادہ کے کچھ نہیں خواہ بہ طور تاثیر ہو یا بہ طور تولید۔ یہ قول حقیقتِ انسان سے متعلق فلاسفہ کے مذہب پر مبنی ہے۔

(۱۵) ثمامیہ: ۔ یہ ثمامہ بن اشرس نمیری (م ۲۱۳ھ) کے متبعین ہیں۔ ان کے عقائد یہ ہیں:

(۱) افعال بغیر فاعل کے متولد ہوتے ہیں کیوں کہ افعال کی نسبت کسی سبب (فاعل) کی طرف ممکن نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ فعل کی نسبت میت کی طرف کی جائے۔ اس صورت میں کہ کسی نے کسی کی طرف تیر چلایا اور تیر پہنچنے سے پہلے ہی وہ (جس نے تیر چلایا تھا) مر گیا۔

اور انسانی افعال کی نسبت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف بھی نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ سے قبیح کا صدور ہو۔

(۲) معرفتِ الٰہی فکر ونظر سے پیدا ہوتی ہے اور یہ معرفت قبل ورودِ شرع بھی واجب ہے۔

(۳) یہود، نصاریٰ، مجوس اور زنادقہ یہ سب بہائم کی طرح آخرت میں مٹی ہو جائیں گے۔ نہ جنت میں جائیں گے نہ جہنم میں۔ اطفال کے بارے میں بھی وہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

(۴) استطاعت سلامتی اعضا کا نام ہے اور یہ فعل سے پہلے ہوتی ہے۔

(۵) کفار میں سے جو اپنے خالق کو نہیں جانتا وہ معذور ہے۔

(۶) سارے علوم بدیہی ہیں۔

(۷) سوائے ارادہ کے انسان کا کوئی فعل نہیں۔ ارادہ کے علاوہ ہر فعل بغیر مُحدِث کے حادث ہے۔

(۸) عالَم، اللہ کا فعل ہے جو اس سے طبعاً صادر ہے شاید اس سے ان کا مقصد وہ ہے

جس کے قائل فلاسفہ ہیں۔ کہ عالم واجب تعالیٰ سے ایجاب واضطرار کے طور پر وجود میں آیا ہے۔ اس قول پر لازم آتا ہے کہ عالم قدیم ہو۔ ثمامہ عہد مامون میں تھا اس کے دربار میں اس کی عزت تھی۔

(۱۶) خیّاطیہ:- ابوالحسین بن ابوعمرو خیاط کے پیرو ہیں۔ ان کے عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ قدریہ کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ بندے خود اپنے افعال کے خالق ہیں۔

(۲) معدوم شے ہے یعنی حالتِ عدم میں ثابت ومتقرر ہے خواہ جوہر ہو کر یا عرض ہو کر یعنی ذوات معدومہ ثابتہ، حالتِ عدم میں اجناس کی صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

(۳) ارادۂ الٰہی کا معنی اللہ کا قادر ہونا ہے بغیر اس کے کہ وہ جبراً کرے یا ناگواری سے۔

(۴) جو خدا کے اپنے افعال ہیں ان سے متعلق ارداۂ الٰہی کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان افعال کا خالق ہے اور بندوں کے افعال سے متعلق ارادۂ الٰہی کا معنی یہ ہے کہ وہ ان افعال کا حکم دینے والا ہے۔

(۵) اللہ کے سمیع وبصیر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ سمع وبصر کے متعلقات یعنی مسموعات ومبصرات کا عالم ہے۔

(۶) خدا اپنی ذات کو یا کسی غیر کو دیکھتا ہے، اس کا بھی یہی معنیٰ ہے کہ وہ انھیں جانتا ہے۔

(۱۷) جاحظیہ:- عمر بن جاحظ (۱۶۳ھ-۲۵۵ھ) کے متبعین ہیں۔

جاحظ، معتصم اور متوکل کے زمانہ میں بڑا فصیح وبلیغ شخص تھا۔ فلاسفہ کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا اور ان کے بہت سے اقوال کو بلیغ عبارتوں کے ساتھ لطیف پیرایہ میں رائج کیا۔ جاحظیہ کے عقائد یہ ہیں:

(۱) سارے علوم بدیہی ہیں۔

(۲) اپنے فعل سے متعلق ارادۂ انسانی کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کو جانتا ہے اور اس سے سہو کی حالت میں نہیں ہے اور دوسروں کے فعل سے متعلق ارادۂ انسانی کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اس فعل کو چاہتا ہے۔

(۳) اجسام مختلف طبیعتوں والے ہیں، ان کے لیے مخصوص آثار ہیں جیسا کہ فلاسفۂ طبیعیین کا مذہب ہے۔

(۴) جوہر کا معدوم ہونا محال ہے البتہ اعراض بدلتے رہتے ہیں اور جواہر اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں جیسے ہیولیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

(۵) جہنم، جہنمیوں کو اپنی طرف کھینچ لے گا، اللہ کسی کو اس میں داخل نہیں کرے گا۔

(۶) اپنے افعالِ خیر وشر کا خالق خود بندہ ہے۔

(۷) قرآن منزّل اجسام کے قبیل سے ہے، ہوسکتا ہے کہ کبھی مرد ہوجائے کبھی عورت۔

(۱۸) کعبیہ: -ابوالقاسم (عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی) کعبی (م ۳۱۹ھ) کے پیرو ہیں۔ کعبی معتزلہ بغداد سے خیاط کا شاگرد تھا۔ ان کے عقائد یہ ہیں:

(۱) اللہ کا فعل بغیر ارادے کے واقع ہوتا ہے تو جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کا خالق ہے۔ اور جب یوں کہتے ہیں کہ وہ افعالِ غیر کا ارادہ کرنے والا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کا حکم دینے والا ہے۔

(۲) نہ وہ اپنی ذات کو دیکھتا ہے اور نہ غیر کو (اس کے دیکھنے کا معنی ''جاننا'' ہے) جیسا کہ خیاطیہ کا مذہب ہے۔

(۱۹) جُبّائیہ: -ابوعلی محمد بن عبدالوہاب جبّائی کے متبعین ہیں۔ جبائی (۲۳۵ھ- ۳۰۳ھ) معتزلہ بصرہ سے تھا۔ جبّائیہ کے عقائد یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہے، مگر کسی محل میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اسی ارادہ کے ساتھ ارادہ کرنے والا ہے اور وہ اس کا وصف ہے اور جب اللہ تعالیٰ فنائے عالم کا ارادہ فرمائے گا تو عالم ایسے فنا کے ساتھ فنا ہوگا جو کسی محل میں نہ ہوگا۔

(۲) اللہ تعالیٰ ایسے کلام کے ساتھ متکلم ہے جسے وہ کسی جسم میں پیدا کردیتا ہے، وہ کلام اصوات وحروف سے مرکب ہوتا ہے۔ اور اس کلام کے ساتھ متکلم وہی رب ہے جس نے وہ کلام پیدا کیا، نہ کہ وہ جسم جس میں اس کلام کا قیام وحلول ہے۔

(۳) آخرت میں اللہ کی رویت نہ ہوگی۔

(۴) بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔

(۵) مرتکبِ کبیرہ نہ مومن ہے نہ کافر۔ مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کیے مرجائے تو ہمیشہ

دوزخ میں رہے گا۔

(۶) اولیا کے لیے کرامتیں ثابت نہیں ہیں۔

(۷) اللہ پر واجب ہے کہ مکلّف پر لطف فرمائے اور جو چیز اس کے حق میں اصلح ہو اس کی رعایت کرے۔

عقائد مذکورہ میں ابوعلی، ابوہاشم کے موافق ہے۔ پھر ذیل کے عقیدہ میں اس سے الگ ہوگیا:

(۸) اللہ تعالیٰ کو عالم لذاتہ مانتا ہے مگر وہ اس کے لیے علم نام کی کوئی صفت یا عالمیت کی موجب کوئی حالت تسلیم نہیں کرتا۔

(۹) اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حی ہے اس میں کوئی آفت یا نقص نہیں۔

(۱۰) ممکن ہے کہ وہ کسی کو اس طور سے الم پہنچائے کہ اس کا عوض دے دے۔

(۲۰) بہشمیہ: — ابوالہاشم عبدالسلام بن ابوعلی جبّائی (۲۴۷ھ/۳۲۱ھ) کی جماعت ہے۔ ابوہاشم چند عقائد میں اپنے باپ ابوعلی سے منفرد تھا۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بغیر گناہ کے استحقاقِ ذم و عذاب ممکن ہے باوجودیکہ یہ عقیدہ اجماع اور حکمت کے خلاف ہے۔

(۲) کسی گناہ کبیرہ سے توبہ صحیح نہیں ہوتی جب کسی گناہ غیر کبیرہ پر برا جانتے ہوئے بھی مصر ہو۔

اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ کسی ادنی گناہ پر مصر رہتے ہوئے اگر کوئی کافر اسلام لائے تو اس کا اسلام لانا صحیح نہ ہو۔

(۳) جس آدمی کو فعل قبیح کرنے پر قدرت باقی نہ رہے اور پھر اس سے توبہ کرے تو اس کی توبہ صحیح نہیں ہوتی مثلاً دروغ گو گونگا ہوجائے پھر اپنے جھوٹ سے توبہ کرے تو اس کی توبہ صحیح نہیں اسی طرح زانی کی توبہ ضعیف و عاجز ہوجانے کے بعد صحیح نہیں۔

(۴) ایک علم دو معلوم سے بالتفصیل متعلق نہیں ہوتا۔

(۵) اللہ کے لیے ایسے احوال ہیں جو نہ معلوم ہیں نہ مجہول۔ نہ حادث ہیں نہ قدیم۔

آمدی نے کہا ہے کہ اس میں تضاد ہے اس لیے کہ شے کے لیے حادث ہونے کا معنی یہی ہے کہ وہ قدیم نہیں اور اس کے مجہول ہونے کا معنی یہی ہے کہ وہ معلوم نہیں علاوہ ازیں ایسی کوئی حالت کیسے ثابت کی جا سکتی ہے جو خود نا معلوم ہو۔

دوسرا فرقہ شیعہ

وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہوئے اور کہا کہ علی ہی نص جلی یا خفی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام ہیں اور اعتقاد کیا کہ امامت، علی اور ان کی اولاد سے خارج نہیں ہوگی امامت اگر ان سے خارج ہوگی تو اس کے دو ہی سبب ہوں گے۔

(۱) کوئی دوسرا شخص ظلماً امام بن جائے۔

(۲) یا حضرت علی یا ان کی اولاد کسی دوسرے امام کا اتباع کر لیں۔

شیعوں کے بائیس فرقے ہیں ہر ایک دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ ان میں بنیادی فرقے تین ہیں۔ غلاۃ، زیدیہ اور امامیہ۔ غلاۃ سے اٹھارہ فرقے پیدا ہوئے۔

(۱) سبائیہ:- کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن سبا (م تقریباً ۴۰ھ) ایک یہودی شخص تھا۔ اس نے اسلام ظاہر کیا اور حقیقۃً یہودی رہا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں ویسی ہی بات کرتا تھا جیسی اس نے حضرت علی کے بارے میں کہی۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے علی کی امامت کے واجب ہونے کا قول کیا اس سے مختلف قسم کے غلاۃ پیدا ہوئے۔

اس نے حضرت علی سے کہا۔ آپ یقیناً معبود ہیں اور کہا کہ انھیں نہ موت آئی اور نہ انھیں قتل کیا گیا۔ ابن ملجم نے تو ایک شیطان کو قتل کیا جس نے حضرت علی کی شکل اختیار کر لی تھی علی بادل میں ہیں۔ رعد (گرج) ان کی آواز ہے برق (بجلی کی چمک) ان کا کوڑا ہے۔ اس کے بعد وہ زمین پر اتریں گے اور اس کو عدل سے بھر دیں گے یہ لوگ گرج کی آواز سننے کے وقت کہتے ہیں کہ "اے امیر آپ پر سلام ہو" (علیک السلام یا امیر)

(۲) کاملیہ:- یہ فرقہ ابو کامل کی طرف منسوب ہے۔ ابو کامل کے اقوال یہ ہیں۔

(۱) حضرت علی کی بیعت نہ کرنے کے سبب صحابہ کافر ہیں۔

(۲) حق طلب نہ کرنے کے سبب حضرت علی کافر ہیں۔
(۳) موت کے وقت روحوں میں تناسخ ہوتا ہے۔
(۴) امامت ایک نور ہے جو ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔
(۵) کبھی یہ نور کسی شخص میں نبوت کے طور پر ہو جاتا ہے اس کے بعد کہ دوسرے شخص میں امامت کے طور پر تھا۔

(۳) بنانیہ یا بیانیہ :۔ بنان (یا بیان) بن سمعان تمیمی نہدی یمنی کی جانب منسوب ہے۔ اس کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ انسان کی صورت پر ہے۔
(۲) اس کا کل جسم ہلاک ہو جائے گا صرف چہرہ باقی رہے گا دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ "کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ"۔
(۳) اللہ کی روح حضرت علی میں حلول کر گئی پھر ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ میں پھر ان کے بیٹے ابو ہاشم میں پھر بنان میں۔

(۴) مغیریہ :۔ مغیرہ بن سعید عجلی (م ۱۱۹ھ) کی جماعت ہے اس کے اقوال یہ ہیں:

(۱) اللہ نور کے ایک مرد کی صورت میں جسم ہے۔ اس کے سر پر نور کا ایک تاج ہے۔ اس کا دل حکمت کا سرچشمہ ہے۔
(۲) جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اسم اعظم کا تکلم فرمایا تو وہ اڑا اور تاج بن کر اس کے سر پر واقع ہو گیا۔ پھر اللہ نے اپنی ہتھیلی پر بندوں کے اعمال لکھے تو معاصی سے غضبناک ہوا اور پسینہ چھوٹا۔ اس پسینے سے دو سمندر پیدا ہوئے ایک کھارا اور تاریک، دوسرا شیریں اور روشن۔ پھر اللہ تعالیٰ نے روشن دریا میں دیکھا تو اس میں اپنا عکس پایا تو اس سے تھوڑا سا عکس نکال کر چاند اور سورج پیدا کیا اور باقی عکس کو فنا کر دیا اور فرمایا کہ مناسب نہیں کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہو۔ پھر دونوں سمندروں سے مخلوق کو پیدا کیا۔ تو کفار تاریک سمندر سے ہیں اور مومن روشن سمندر سے ہیں۔ پھر محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا جب لوگ گمراہیوں میں تھے۔
(۳) رب نے آسمانوں، زمینوں، اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو سب نے اسے

اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے خوف کیا اور انسان نے اسے اٹھا لیا وہ کہتا ہے کہ یہ امانت حضرت علی کو امامت سے باز رکھنے کا کام تھا۔ جسے انسان یعنی ابوبکر نے اٹھا لیا۔ ابوبکر نے اسے عمر کے حکم سے اٹھایا جب عمر نے ذمہ لیا کہ وہ اس پر ابوبکر کی مدد کریں گے بشرطے کہ ابوبکر اپنے بعد عمر کو خلیفہ بنائیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا قول "کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّی بَرِیْءٌ مِّنْکَ" (یعنی شیطان کی طرح جب اس نے انسان سے کہا تو کفر کر تو جب اس نے کفر کر لیا تو کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں) ابوبکر و عمر کے حق میں نازل ہوا۔

(۵) امام منتظر، زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ کوہ حاجز میں مقیم ہیں جب اس سے نکلنے کا حکم ہوگا تو نکلیں گے۔

ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ امام منتظر وہ مغیرہ ہی ہے اس لیے جب وہ قتل ہوا تو اس کے مریدوں میں اختلاف رونما ہوا۔ بعض نے کہا کہ وہی امام منتظر ہے اور بعض نے کہا کہ زکریا، جیسا کہ مغیرہ کہا کرتا تھا۔

(۵) جناحیہ: — یہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر ذوالجناحین (م ۱۲۹ھ) کے متبعین ہیں۔ اس کے عقائد و اقوال یہ ہیں۔

(۱) روحوں میں تناسخ ہوتا ہے۔

(۲) اللہ کی روح آدم میں آئی پھر شیث میں پھر انبیا اور ائمہ میں یہاں تک کہ علی اور ان کے تینوں بیٹوں میں پہنچی پھر اس عبداللہ بن معاویہ میں آئی۔

(۳) جناحیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ زندہ ہے۔ اصفہان کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ میں مقیم ہے اور عنقریب نکلے گا۔

(۴) وہ قیامت کے منکر ہیں۔

(۵) شراب، مردار، زنا وغیرہ محرمات کو حلال سمجھتے ہیں۔

(۶) منصوریہ: — یہ ابو منصور عجلی کے متبع ہیں، اس کے عقائد و اقوال یہ ہیں۔

(۱) امامت ابوجعفر محمد باقر کے لیے ہوگئی۔ پھر جب باقر اس سے علیحدہ ہوگئے تو وہ اپنے حق میں امامت کا مدعی ہوگیا۔

(۲) منصور یہ کہتے ہیں کہ ابو منصور آسمان پر گیا تو اللہ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا اے بیٹے جا اور میری طرف سے پیغام پہنچا۔ پھر وہ زمین پر اترا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے قول ”اِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ“ (یعنی اگر وہ لوگ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتے دیکھیں تو کہتے ہیں تہ بہ تہ بادل ہے) میں کسفِ مذکور یہی (ابو منصور) ہے۔

ابو منصور اپنے لیے امامت کا دعویٰ کرنے سے پہلے کہتا تھا کہ ”ذُو الْکِسَفِ“ علی بن ابی طالب ہیں۔

(۴) (رسول ہمیشہ مبعوث ہوتے رہیں گے) رسالت کبھی منقطع نہ ہوگی۔

(۵) جنت ایک مرد ہے جس سے دوستی کا ہمیں حکم دیا گیا جہنم بھی ایک مرد ہے جس سے دشمنی کا ہمیں حکم دیا گیا اور وہ امام کی ضد اور اس کا دشمن ہے جیسے ابوبکر اور عمر۔

(۶) ایسے ہی فرائض کچھ ایسے مَردوں کے نام ہیں جن سے دوستی کا ہمیں حکم دیا گیا اور محرمات بھی کچھ ایسے مَردوں کے نام ہیں جن سے دشمنی کا ہمیں حکم دیا گیا۔ اس عقیدے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ جو اُن میں سے اس مرد (یعنی امام) تک پہنچ جاتا ہے اس سے تکلیف شرعیہ اور خطاب اٹھالیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

(۷) خطابیہ:۔ ابو الخطاب کی طرف منسوب ہے۔

ابو الخطاب (محمد بن ابو زینب اجدع) اسدی نے ابو عبد اللہ جعفر صادق کے لیے امر (امامت) کا دعویٰ کیا۔ جب جعفر صادق کو اپنے حق میں اس کے غلو کا علم ہوا تو انھوں نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا پھر اس نے خود اپنے لیے امامت کا دعویٰ کر دیا۔ خطابیہ گمان کرتے ہیں کہ۔

(۱) اُئمہ نبی ہیں اور ابو الخطاب نبی تھا اور انبیا نے لوگوں پر اس کی اطاعت فرض کی ہے۔

(۲) پھر اور آگے بڑھے اور گمان کیا کہ ائمہ خدا ہیں اور حسن و حسین کے بیٹے اللہ کے بیٹے اور دوست ہیں اور یہ کہ جعفر خدا ہیں اور ابو الخطاب، جعفر اور علی بن ابی طالب سے افضل ہے۔

(۳) وہ اپنے ہم نواؤں کے حق میں مخالفین کے خلاف جھوٹی گواہی کو حلال سمجھتے

ہیں۔ پھر ابو الخطاب کے قتل کے بعد فرقہ خطابیہ میں پھوٹ پڑ گئی۔

کسی نے کہا کہ ابو الخطاب کے بعد امام معمر بن خثیم ہے تو اس کی عبادت کی جیسے ابو الخطاب کی عبادت کرتے تھے۔ اور گمان کرتے تھے کہ جنت، دنیا کی ان بھلائیوں اور آسائشوں کا نام ہے جو لوگوں کو میسر آتی ہیں اور جہنم دنیا کی اُن مصیبتوں اور تکلیفوں کو کہتے ہیں جو لوگوں کو پیش آتی ہیں وہ محرمات اور ترک فرائض کو مباح سمجھتے تھے۔

بعض نے کہا کہ ابو الخطاب کے بعد بزیغ بن یونس امام ہیں اور یہ کہ ہر مومن کے پاس وحی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا "وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" (یعنی کسی نفس کے لیے موت نہیں مگر اللہ کے اذن سے) یعنی اللہ کی وحی سے۔

ان کا گمان ہے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو جبرئیل اور میکائیل سے افضل ہیں اور انھیں موت نہ آئے گی۔ جب ان میں کوئی انتہا کو پہنچتا ہے تو اسے عالم ملکوت میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

بعض کا نظریہ یہ ہے کہ ابو الخطاب کے بعد امام عمرو بن بنان عجلی ہے مگر وہ لوگ مرتے ہیں۔

بعض نے ابو الخطاب کے بعد "مفضل صیرفی" کے لیے اور بعض نے سریغ کے لیے امامت کا دعویٰ کیا۔

(۸) غرابیہ اور ذبابیہ:۔ غرابیہ کہتے ہیں کہ محمد اور علی کی صورت میں مشابہت تام تھی جیسے ایک کوّا دوسرے کوّے سے مشابہ ہے بلکہ اس سے زیادہ۔ اللہ نے جبرئیل کو حضرت علی کے پاس بھیجا تو جبرئیل نے غلطی کی اور بجائے علی کے محمد کے پاس وحی (رسالت) پہنچا دی۔ چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے۔ ع

غَلَطَ الْاَمِيْنُ فَجَازَ هَاعَنْ حَيْدَرَهْ۔

یعنی جبرئیل نے غلطی کر کے نبوت حیدر کی بجائے دوسرے کے پاس پہنچا دی غرابیہ صاحب الریش پر لعنت کرتے ہیں اور صاحب الریش سے حضرت جبرئیل امین کو مراد لیتے ہیں۔

ذبابیہ غرابیہ سے بھی آگے بڑھے اور کہا کہ علی خدا ہیں اور محمد نبی، اور ان دونوں خدا و نبی میں اس سے زیادہ مشابہت تھی جتنی ایک مکھی کو دوسری مکھی سے ہوتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے)

(۹) ذَمّیہ :- یہ لقب اس وجہ سے ہے کہ اس فرقہ نے محمد ﷺ کی مذمت کی۔ ان کا گمان ہے کہ علی خدا ہیں انھوں نے محمد کو اس لیے بھیجا کہ لوگوں کو ان کی طرف بلائیں مگر انھوں نے اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کر لیا۔ (اس گروہ کا نام "عَلْیَائِیَة" یا "عَلْیَاوِیَة" ہے) بعض نے محمد اور علی دونوں کو الٰہ کہا ہے اس لیے اس گروہ کو اِثْنَیْنِیَه کہا جاتا ہے۔ ان میں الٰہیت کی تقدیم کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ بعض احکام الٰہیہ میں علی کو تقدیم و ترجیح دیتے ہیں اور بعض محمد کو۔

ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا پانچ شخص ہیں اور وہ اصحاب عبا ہیں۔ یعنی محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین۔ ان کا قول ہے کہ یہ پانچوں تن، در حقیقت شخصِ واحد ہیں کہ ایک روح پانچوں قالبوں میں سمائی ہے کسی کو کسی پر کچھ فضیلت نہیں۔ وہ لوگ تانیث کے عیب سے بچنے کے لیے فاطمہ نہیں بلکہ "فاطم" کہتے ہیں۔ یہ جماعت خمسیہ یا مُخَمِّسَہ کے لقب سے مشہور ہے۔

(۱۰) ہشامیہ :- (یا حکمیہ، سالمیہ، یا جوالیقیہ) ہشام بن حکم (م تقریباً ۱۹۰ھ) اور ہشام بن سالم جوالیقی کے تابعین ہیں۔

ان کا قول ہے کہ اللہ جسم ہے اس پر ان فرقوں کا اتفاق ہے پھر اختلاف پیدا ہوا تو ابن حکم نے کہا کہ وہ طویل، عریض و عمیق ہے اور وہ صاف و شفاف جالی کی طرح ہے وہ ہر جانب سے چمکتا ہے اس کے لیے رنگ، بو اور ذائقہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مذکورہ صفتیں ذاتِ باریِ تعالیٰ کا غیر نہیں ہیں۔ اللہ اٹھتا بیٹھتا ہے، حرکت و سکون کو اختیار کرتا ہے۔ اس کو اجسام سے مشابہت ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ جانا نہ جائے۔ تحت الثریٰ میں ایک شعاع ہے جو اس سے جدا ہو کر اُس کی طرف جاتی ہے۔ وہ اپنے بالشت سے سات بالشت ہے۔ وہ عرش سے مماس اور متصل ہے دونوں کے درمیان کوئی تفاوت نہیں۔ اس کا ارادہ ایک ایسی حرکت ہے جو نہ اس کی عین ہے نہ غیر ہے۔ اسما کو ان کے وجود میں آنے کے بعد

جانتا ہے اس سے پہلے نہیں۔ اس کا جاننا ایسے علم کے ساتھ ہوتا ہے جو نہ قدیم ہے نہ حادث اس لیے کہ علم ایک صفت ہے اور صفت کی صفت نہیں ہوتی۔ اس کا کلام صفت ہے نہ مخلوق ہے نہ غیر مخلوق اس کی دلیل بھی وہی ہے جو علم سے متعلق پیش کی۔ ائمہ معصوم ہیں، اور انبیا معصوم نہیں۔ اس لیے کہ نبی کی طرف وحی آتی ہے تو وہ اس سے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے برخلاف امام کے کہ اس کے پاس وحی نہیں آتی تو اس کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

ابن سالم نے کہا کہ اللہ انسان کی صورت پر ہے۔ اس کے لیے ہاتھ پاؤں اور حواس خمسہ ناک، کان، آنکھ، منھ اور سیاہ زلفیں ہیں۔ اس کا نصفِ اعلیٰ کھوکھلا اور نصفِ اسفل ٹھوس ہے مگر یہ کہ وہ گوشت وخون کا مجموعہ نہیں۔

(۱۱) زُراریہ: — زرارہ ابن اَعیَن کوفی (م ۱۵۰ھ) کے متبعین ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ صفات حادث ہیں۔

(۱۲) یونسیہ: — یونس بن عبد الرحمٰن قُمّی (م ۲۰۸ھ) کے اصحاب ہیں۔

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عرش پر ہے جس کو فرشتے اٹھاتے ہیں۔ اللہ ان سے قوی تر ہے اس کے باوجود فرشتوں نے اس کو اٹھا رکھا ہے۔ جیسے سارس کہ اس کے قوی اور توانا جسم کا بوجھ اس کے کمزور اور ناتواں پیروں پر ہے۔

(۱۳) شیطانیہ: — محمد بن نعمان صیرفی ملقب بہ شیطان الطاق کے پیرو ہیں۔

اس نے کہا کہ اللہ غیر جسمانی نور ہے اس کے باوجود وہ انسان کی صورت پر ہے وہ چیزوں کو ان کے پیدا ہونے کے بعد جانتا ہے۔

(۱۴) رزامیہ: — رزام کے اصحاب ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ۔

(۱) امامت علی کے بعد محمد بن حنفیہ کے لیے، پھر ان کے بیٹے عبد اللہ، پھر علی بن عبد اللہ بن عباس پھر منصور تک ان کی اولاد کے لیے ہے۔

(۲) خدا ابو مسلم میں حلول کر گیا ہے انھیں قتل نہیں کیا گیا ہے۔

(۳) وہ محارم اور ترک فرائض کو حلال جانتے ہیں۔

ان میں سے وہ بھی ہیں جو مقنّع کے خدا ہونے کے مدعی ہیں۔

(۱۵) مفوّضہ: — ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے محمد کو پیدا کر کے دنیا کی تخلیق کا کام ان

کے سپرد کر دیا اس لیے دنیا و مافیھا کے پیدا کرنے والے محمد ہیں۔ انہیں میں سے بعض کا خیال یہ ہے کہ تخلیق کا کام اللہ نے علی کے سپرد کیا ہے۔

(۱۶) بدئیہ:-انھوں نے بداء کو جائز جانا یعنی اللہ تعالیٰ ایک چیز کا ارادہ فرماتا ہے پھر دوسری چیز کا خیال ظاہر ہوتا ہے جو پہلے اس پر ظاہر نہ تھا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ امور کے انجام سے باخبر نہیں ہے۔

(۱۷) نصیریہ اور اسحاقیہ:-ان کا قول ہے کہ اللہ نے علی میں حلول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسمانی بدن میں روحانی وجود کا ظہور نا قابل انکار ہے۔ جانب خیر میں اس کی مثال حضرت جبرئیل کا صورت انسانی میں ظہور اور جانب شر میں شیطان کا انسانی صورت میں ظہور ہے۔

انھوں نے کہا کہ جب علی اور ان کی اولاد غیر سے افضل ہیں اور ایسی تائیدات سے مؤید ہیں جن کا تعلق اسرارِ باطنی سے ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی صورتوں میں ظاہر ہوا، ان کی زبان سے کلام فرمایا اور ان کے ہاتھ سے پکڑا۔ اسی سبب سے ہم ائمہ پر لفظ الٰہ کا اطلاق کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی علیہ السلام نے مشرکین سے جنگ کی اور علی نے منافقین سے۔ کیوں کہ نبی علیہ السلام ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور اللہ باطن کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

(۱۸) اسماعیلیہ:-ان کے سات القاب ہیں۔

(۱) باطنیہ:- اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ یہ ظاہرِ قرآن کو چھوڑ کر اس کا باطن معنی لینے کے قائل ہیں۔ چنان چہ اس فرقہ نے کہا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ لیکن مراد باطنی معنی ہے نہ کہ ظاہری معنی جو لغت سے معلوم ہوتے ہیں۔ باطن کو ظاہر سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی گودے کو چھلکے سے۔ ظاہر معنی سے استدلال کرنے والا عمل کی مشقت میں گرفتار ہے جب کہ اس کے باطن سے استدلال کرنے والا ترکِ عمل تک پہنچتا ہے۔ اپنے اس دعویٰ پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کرتے ہیں۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ○	تو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

یہ قول اس نے منصوریہ اور جناحیہ سے لیا ہے۔

(۲) قرامطہ:- یہ نام اس سبب سے پڑا کہ پہلا شخص جس نے لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دی وہ حمدان قرمط (م ۲۹۳ھ) ہے۔ قرمط واسط کا ایک قریہ ہے۔

(۳) حرمیہ:- ان کا یہ لقب اس لیے ہوا کہ وہ محرمات اور محارم کو حلال جانتے ہیں۔

(۴) سبعیہ:- یہ لقب اس لیے ہوا کہ کہتے ہیں کہ احکام شریعت بیان کرنے والے انبیا سات ہیں۔ (۱) آدم (۲) نوح (۳) ابراہیم (۴) موسیٰ (۵) عیسیٰ (۶) محمد (۷) محمد مہدی۔ یہ ساتویں رسول ہیں۔ اور ہر دو رسول کے درمیان سات امام ہوتے ہیں جو شریعت کی تکمیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں سات آدمیوں کا ہونا ضروری ہے جن کی پیروی کی جائے اور ان سے رہ نمائی حاصل کی جائے اور یہ سب رتبے میں مختلف ہوتے ہیں۔

(۱) امام:- اس تک دین کے علوم من جانب اللہ بے واسطہ پہنچتے ہیں اور سلسلۂ علوم کی انتہا اسی کی ذات ہوتی ہے۔

(۲) حجت:- یہ امام سے علم حاصل کرتا ہے اور دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ اور اپنے علم کے ذریعہ امام کی موافقت میں دلیل پیش کرتا ہے۔

(۳) ذومصہ:- یہ حجت سے علم حاصل کرتا ہے۔ یہ تین ہوئے ان کے ''ابواب'' ہیں جن کو دُعاۃ کہتے ہیں تفصیل اس طرح ہے۔

(۴) داعی اکبر:- یہ چوتھا ہے جو مومنین کے درجات امام اور حجت کے نزدیک بڑھاتا ہے۔

(۵) داعی ماذون:- پانچواں ہے۔ یہ اہل ظاہر طالبین سے عہد و پیمان لے کر امام کی بیعت میں داخل کرتا ہے۔ اور ان کے لیے علم و معرفت کے دروازے کھولتا ہے۔

(۶) مکلب:- یہ شخص اگرچہ دین میں بڑے رتبے کا آدمی ہوتا ہے لیکن اس کو دعوت کا اذن نہیں ہوتا۔ اس کا کام صرف اتنا ہے کہ غیر مذہب والے کے عقائد میں حجت اور دلیل کے ذریعہ شبہات ڈال دے اور اس کے احتمالات کا جواب دے اور جب وہ متحیر ہو کر طلب حق کی درخواست کرے تو یہ داعی ماذون کی طرف رہ نمائی کرتا ہے کہ اس آدمی کے پاس جاؤ اس سے یہ مقصد بہ خوبی حاصل ہو جائے گا۔ پھر داعی ماذون اس سے عہد

و پیمان لے کر ذو مصہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ اگر طالب کی استعداد ذو مصہ کے مبلغ علم سے زیادہ ہوتی ہے تو وہ حجت کے پاس پہنچا دیتا ہے اسی طرح حجت امام کے پاس۔

(۷) مومن:- جس سے عہد و پیمان لیا گیا اور وہ ایمان و یقین کے ساتھ امام کی بیعت اور اس کی جماعت میں داخل ہو گیا۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ سات کی تعداد ایسے ہی ہے جیسے آسمان، زمین، سمندر، ہفتے کے دن، کواکبِ سیارہ اور مدبراتِ امر کہ ان میں سے ہر ایک کی تعداد سات ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔

(۵) بابکیہ:- اسماعیلیہ میں سے وہ لوگ ہیں جنھوں نے آذربائیجان سے نکلنے کے وقت بابکِ خرمی کی پیروی کی۔ بابک خرمی کا لقب خرم دین تھا۔

(۶) محّمرہ:- بابک کے زمانے میں سرخ کپڑا پہننے کی وجہ سے محمّرہ کہلائے یا اس سبب سے کہ وہ اپنے مخالفین کو "حَمِیر" (گدھے) کہا کرتے تھے۔

(۷) اسماعیلیہ:- انھوں نے جعفرِ صادق کے بڑے لڑکے اسماعیل کے لیے امامت ثابت کی اس لیے اسماعیلیہ کہلائے یا اس سبب سے کہ ان کا عقیدہ محمد بن اسماعیل (۱۳۱ھ- تقریباً ۱۹۸ھ) کی طرف منسوب ہے۔

ان کی دعوت کی بنیاد احکامِ شرعیہ کے ابطال پر ہے۔ مجوسیوں کی ایک جماعت عنادیہ ہے اس نے چاہا کہ شریعتِ اسلامیہ میں تاویل اور خرد برد کر کے مذہب کو اپنے اسلاف کے مطابق کر لے تا کہ شوکتِ اسلام کا خاتمہ ہو جائے۔ چنان چہ وہ اکٹھا ہوئے اور اپنے اکابرِ دین وایمان پر گفتگو کی اور کہا کہ ہم مسلمانوں کو تلوار سے زیر نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ غالب ہیں اور بہت سے ممالک پر ان کا قبضہ ہے۔ ہاں ہم ان کے دین میں شبہات پیدا کر کے ان کے ضعیف الاعتقاد افراد کو اپنے عقائد کی طرف پھیر سکتے ہیں اور اس تدبیر سے ان کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا کر سکتے ہیں۔

ان کا سرغنہ حمدان قرمط یا بہ قولِ دیگر عبداللہ بن میمون قداح اہوازی تھا۔ ان کی دعوت کے مراتب مختلف ہیں۔

(۱) رزق:- فہم وفراست کے ذریعہ مدعو کا حال معلوم کرنا کہ وہ قابل دعوت ہے یا نہیں؟ اسی

لیے انھوں نے شوریلی زمین میں بیج ڈالنے سے منع کیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو دعوت نہ دی جائے جو قابل دعوت نہ ہو۔ اسی طرح چراغ والے گھر میں بات کرنے سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس گھر میں کوئی فقیہ یا متکلم ہو وہاں بات نہ کی جائے۔

(۲) تانیس:- مانوس کرنا۔ یعنی ہر شخص کو اس کی خواہش اور طبیعت کے مطابق چیزوں کی طرف مائل کرنا۔ مثلاً اگر کوئی زہد و طاعت کی طرف راغب ہو تو اس کے سامنے زہد کی فضیلت اور زیادہ سے زیادہ ثواب بیان کیا جائے اور اگر کسی کا میلانِ طبع دنیاوی امور کی جانب ہو، مثلاً کھانا، کپڑا، عورتیں، زیورات اور باغ وغیرہ تو اس سے اسی چیز کی تعریف کی جائے اور اسی کی فضیلت بیان کر کے اس کے دل میں انس پیدا کیا جائے۔ اور جس چیز کی جانب طبیعت کا میلان نہ ہو اس کی برائی بیان کی جائے۔

(۳) تشکیک:- مخالف کو عقائد و اعمال کے متعلق شک میں ڈالنا، مثلاً مقطعات قرآنی اور آیاتِ متشابہات کے ذریعہ شک میں ڈالنا اور یہ کہنا کہ حائضہ کے لیے صرف روزے کی قضا ہے نماز کی کیوں نہیں؟ منی سے کیوں غسل واجب ہوتا ہے پیشاب کی وجہ سے کیوں نہیں واجب ہوتا؟ نماز میں رکعتوں کی تعداد کم و بیش کیوں ہے؟ کسی نماز میں چار رکعت، کسی میں تین اور کسی میں دو رکعت۔ اسی طرح کی باتیں بار بار بیان کر کے شک پیدا کرنا اور جواب نہ دینا تا کہ سامع کا دل ان سے جوابات جاننے اور سیکھنے کا مشتاق ہو۔

(۴) ربط:- اس میں دو باتوں پر خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ مدعو سے اس بات پر عہد و پیمان لے لیا جائے کہ وہ ان کا کوئی راز فاش نہ کرے گا۔ دوسری تشکیک کے ذریعہ پیدا شدہ مسائل کے حل کے لیے مدعو کو امام کے حوالے کرنا کہ امام ہی اس کا جاننے والا ہے دوسرا کوئی اس پر قادر نہیں ہے تا کہ اس کا درجہ بڑھے اور امام تک پہنچے۔

(۵) تدلیس:- اس بات کا دعویٰ کرنا کہ اکابر امت ہمارے ہم مذہب تھے مثلاً سلمان فارسی، ابوذر غفاری، حسان بن ثابت، حسن بصری اور حجۃ الاسلام امام غزالی وغیرہ شیعہ تھے اور اس دعویٰ پر دلیل کے طور پر ان اکابرِ دین کے کچھ اقوال توڑ مروڑ کر پیش کر دیے جائیں تا کہ سامع کا میلان اس کی طرف زیادہ ہو جائے۔

(۶) تاسیس:- ایسے ہلکے ہلکے قواعد سامع کے ذہن میں ڈالنا جو اس کے نزدیک مقبول

اور مسلّم ہیں اور ان سے اس باطل کا شوق پیدا ہوتا ہے جس کی وہ دعوت دینا چاہتے ہیں۔

(۷) خلع:- اعمال بدنی سے آزاد کر دینا ہے۔

(۸) سلخ:- عقائد دینیہ سے بے نیاز کر دینا ہے۔

اس کے بعد وہ ممنوعات کو مباح کرنا اور لذتوں کو جلد حاصل کرنے پر ابھارنا شروع کر دیتے ہیں اور احکامِ شرعیہ میں تاویل کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ وضو سے مراد امام کی دوستی ہے اور تیمّم سے مراد ماذون سے علم حاصل کرنا ہے جو امام کی عدم موجودگی میں حجت ہوتا ہے۔ نماز سے مراد ناطق یعنی رسول ہے اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَاءِ وَالۡمُنۡکَرِ۔ یقیناً صلوٰۃ بے حیائی اور برائی سے منع کرتی ہے۔ (وہ کہتے ہیں کہ منع کرنا کسی ناطق ہی کا فعل ہوسکتا ہے اس لیے صلوٰۃ سے مراد رسول ہیں)

احتلام سے مراد خواب میں بلاقصد وارادہ کوئی راز فاش کر دینا۔ غسل تجدیدِ عہد کا نام ہے۔ زکوٰۃ سے مراد اپنے دین کی معرفت حاصل کر کے نفس کو پاک کرنا ہے۔ کعبہ سے مراد نبی۔ بابِ کعبہ سے مراد علی صفا سے مراد نبی اور مروہ سے مراد علی ہیں میقات سے مراد مانوس کرنا ہے۔ تلبیہ سے مراد مدعو کا جواب دینا ہے کعبہ کے گرد سات چکر لگانے سے مراد سات اماموں کی دوستی ہے۔ جنت سے مراد احکام شرعیہ کی تکالیف سے بدن کا راحت پانا اور جہنم سے مراد احکام شرعیہ کی تکلیف میں پڑ کر مشقت اٹھانا۔ اسی طرح کے خرافات کے ذریعہ احکام شرعیہ کی تاویل کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ موجود ہے نہ معدوم، نہ عالم ہے، نہ جاہل، نہ قادر ہے، نہ عاجز۔ ایسے ہی وہ تمام صفات باری تعالیٰ کے متعلق کہتے ہیں بہت سی جگہوں میں ان کے کلام میں فلاسفہ کے کلام کی آمیزش ہوتی ہے۔

آمدی نے کہا ہے کہ متقدمین اسماعیلیہ اسی طریقے پر تھے اور جب حسن بن محمد صباح ظاہر ہوا تو اس نے دعوت کی تجدید کی اور اپنے بارے میں دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ حجت ہوں جس کا کام امام کی بات لوگوں تک پہنچانا ہے اور زمانہ کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اسماعیلیہ کے چند فرقے ہیں۔

(۱) مبارکیہ:- مبارک کے پیرو ہیں جو محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کا غلام تھا۔ یہ فرقہ ۱۵۹ھ میں ظاہر ہوا۔

(۲) میمونیہ:- عبداللہ بن میمون قداح اہوازی (م ۱۸۰ھ) کے متبعین ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے طریقۂ باطنیہ ایجاد کیا، مبارک کی صحبت میں رہا۔ خلف نامی ایک شخص نے اس کی پیروی کی اور اپنے ساتھیوں کو "خلفیہ" کے نام سے موسوم کیا۔ وہ میمون کی طرف دعوت دیتا۔ جب خلف کا انتقال ہوگیا تو اس کے لڑکے احمد نے دعوت کا کام شروع کیا اور غیاث نامی ایک شخص کو اپنا ہم نوا بنایا اس نے فرقۂ باطنیہ پر اپنی پہلی کتاب تصنیف کی۔ بہت سے جاہلوں نے اس کا اتباع کرلیا یہ سب ۲۰۲ھ میں ہوا۔

(۳) شمیطیہ:- یحییٰ بن ابوشمیط احمسی کے متبعین ہیں۔

(۴) برقعیہ:- محمد بن علی برقعی کے متبعین ہیں۔

(۵) جنابیہ:- ابوسعید بن حسن بن بہرام جنابی کے متبعین ہیں۔ وہ ۳۰۱ھ میں قتل کیا گیا۔ یہ پانچوں فرقے قرامطہ اور باطنیہ سے ہیں۔

(۶) مہدویہ:- عبداللہ کے متبعین ہیں جس نے اپنے کو مہدی کے لقب سے ملقب کیا اور اپنا نسب اسماعیل بن جعفر صادق سے بتایا۔

(۷) مستعلیہ:- اور (۸) نزاریہ وغیرہ۔

نیز اسماعیلیہ سے ہی بوہرہ اور آغاخانیہ ہیں۔

زیدیہ کے تین فرقے ہیں

یہ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد زید بن علی بن زین العابدین کی امامت کے قائل ہیں۔

(۱) جارودیہ:- ابوجارود کے اصحاب ہیں امام محمد باقر نے اس کا نام سرحوب رکھا ہے اور اس کی تفسیر ایسے شیطان سے کی ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اس کا نام زیاد بن منذر ہمدانی خراسانی ہے ۱۵۰ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

ان کا قول ہے کہ نبی ﷺ سے علی کی امامت پر نص وارد ہے اور یہ نص نام لے کر نہیں اوصاف بتا کر ہے۔[1] صحابہ نے اس نص کو چھپالیا اور علی کی اقتدا نہ کرنے کے

[1] نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کا نام نہیں لیا تھا بلکہ جو خصلتیں اور علامتیں اور نشانیاں اپنے بعد امام میں بتائی تھیں ارباب فراست نے ان سے جان لیا کہ آپ کی مراد جناب علی مرتضیٰ کی ذات تھی (مذاہب الاسلام ص ۳۷۲)

سبب کفر کا ارتکاب کیا۔ یہ کہتے ہیں کہ حسن و حسین کے بعد امامت ان کی اولاد کی شوریٰ کے ذمہ ہے تو ان کی اولاد میں سے جو عالم اور بہادر ہو اور تلوار لے کر نکلے وہی امام ہے۔

البتہ امام منتظر کے سلسلے میں انھوں نے اختلاف کیا ہے اور ان سے تین طرح کے اقوال منقول ہیں۔

(۱) امامِ منتظر محمد بن عبداللہ بن حسین بن علی ہیں جن کو خلیفہ منصور کے عہد میں مدینہ میں قتل کر دیا گیا۔ ان کی ایک جماعت کا تو یہی مذہب ہے مگر ان کا گمان ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

(۲) امامِ منتظر محمد بن قاسم بن علی بن حسین طالقان والے ہیں جنہیں معتصم کے زمانے میں قید کر کے اس کے پاس بھیج دیا گیا۔ معتصم نے ان کو اپنے گھر میں قید رکھا یہاں تک کہ انتقال کر گئے تو ایک جماعت ان کی موت کی منکر اور ان کے امام منتظر ہونے کی قائل ہے۔

(۳) امام منتظر یحییٰ بن عُمیر کوفہ والے ہیں جو زید بن علی کے پوتوں میں سے ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی۔ ایک بڑی تعداد ان کے گرد جمع ہوئی۔ مستعین باللہ کے دور خلافت میں انھیں قتل کیا گیا۔ تو ایک جماعت ان کی موت کی منکر اور ان کے امامِ منتظر ہونے کی قائل ہے۔

(۲) سلیمانیہ:۔ سلیمان بن جریر کے متبعین ہیں۔ ان کو جریریہ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ لوگ مخلوق کے درمیان باہم مشورہ سے امامت کے قائل تھے اور کہتے ہیں کہ شوریٰ دو صالح مسلمان مرد کے اتفاق سے منعقد ہو جاتی ہے۔ اور فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت صحیح ہے۔ ابو بکر و عمر کو امام تو جانتے ہیں لیکن علی کے ہوتے ہوئے لوگوں کو ان کی بیعت میں خطا کار کہتے ہیں فاسق نہیں کہتے۔ سلیمانیہ کے نزدیک عثمان، طلحہ، زبیر، اور عائشہ رضی اللہ عنہم کافر ہیں۔

(۳) تبیریہ:۔ تبیر ثومی کے اصحاب ہیں (ان کے نام میں کافی اختلاف ہے۔ بتریہ، ابتریہ، ثومیہ، تومیہ، نومیہ، بتایا گیا ہے۔ مغیرہ بن سعید ابتر یا کثیر ابتر یا کثیر نومی یا تبیر تومی کی جانب منسوب ہیں)۔

ان لوگوں نے سلیمانیہ کے اقوال سے اتفاق کیا ہے مگر حضرت عثمان کے حق

میں توقف کرتے ہیں۔

دُکَینیّہ:- زیدیہ میں سے دُکینیہ، فضل بن دُکین کے پیرو ہیں۔ نُعیمیہ، نعیم بن یمان کے پیرو ہیں۔ یعقوبیہ، یعقوب بن علی کوفی کے متبعین ہیں۔ خشبیہ، خلف بن عبدالصمد کے متبعین ہیں انھوں نے لکڑا ڈنڈے لے کر سلطان پر خروج کیا تھا۔ اور صالحیہ، حسن بن صالح بن حیی کے متبعین ہیں۔)

(شیعہ میں سے بعض وہ ہیں جو حضرت علی کے بعد حسنین کو چھوڑ کر حضرت علی کے بیٹے محمد بن حنفیہ کو امام مانتے ہیں یہ کیسانیہ یا مختاریہ یا حرماقیہ ہیں پھر یہ بھی مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔)

فرقۂ امامیہ

یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی امامت پر نص جلی موجود ہے انھوں نے بہ اتفاق صحابہ کی تکفیر کی ہے اور امامت جعفر صادق تک پہنچائی اس کے بعد منصوص علیہ میں اختلاف کیا پھر جس کے بارے میں ان کی رائے مستقر ہوئی وہ جعفر کے بیٹے موسیٰ کاظم ہیں۔ اس کے بعد علی بن موسیٰ رضا پھر محمد بن علی تقی، پھر حسن بن علی ذکی، پھر محمد بن حسن اور وہی امام منتظر ہیں۔ اور جعفر کے بعد تمام مراتب میں ان کے درمیان اختلاف ہے جن کو امام نے محصل کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

امامیہ کی بہت شاخیں ہیں۔

(۱) افطحیہ:- ان کو عماریہ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ عبداللہ بن عمار کے ساتھی ہیں اور عبداللہ افطح (یعنی چوڑے قدم والا) کی امامت کے قائل ہیں جو جعفر صادق کے بیٹے اور اسماعیل کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ ان کی موت و رجعت کے معتقد ہیں کیوں کہ انھوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی کہ سلسلۂ امامت ان کی نسل میں چلے۔

(۲) مفضلیہ:- مفضل بن عمرو کے اصحاب ہیں ان کو قطعیہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ وہ موسیٰ کاظم کی امامت کے قائل اور ان کی موت کا قطعی حکم کرنے والے ہیں۔

(۳) ممطوریہ:- یہ موسیٰ کی امامت کے قائل ہیں اور ان کے زندہ ہونے اور مہدی

موعود ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور دلیل کے طور پر حضرت علی کا یہ قول پیش کرتے ہیں۔

سَابِعُهُمْ قَائِمُهُمْ سَمِيُّ صَاحِبِ التَّوْرَاةِ ۔ — ان کا ساتواں وہ ہے جوان میں قائم رہے گا اور جو صاحب توریت کا ہم نام ہے۔

ان کے ممطوریہ کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بار رئیس قطعیہ یونس بن عبد الرحمن (م ۲۰۸ھ) نے ان سے مناظرہ کے دوران کہا تھا۔ "اَنْتُمْ اَهْوَنُ عِنْدَنَا مِنَ الْكِلَابِ الْمَمْطُوْرَةِ" یعنی تم لوگ میرے نزدیک بارش میں بھیگے ہوئے کتوں سے زیادہ ذلیل ہو۔

(۴) موسویہ:۔ وہ موسیٰ کی امامت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی موت وحیات کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری نہیں کرتے۔

(۵) رجعیہ:۔ موسیٰ کی امامت کے قائل ہیں ساتھ ہی ان کی موت اور رجعت کے بھی قائل ہیں۔

ان تین فرقوں (ممطوریہ، موسویہ اور رجعیہ) کو واقفیہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ موسیٰ کاظم پر امامت کو موقوف کرتے ہیں اور ان کی اولاد میں امامت جاری نہیں کرتے ہیں۔

(۶) احمدیہ:۔ یہ لوگ موسیٰ کاظم کی وفات کے بعد ان کے لڑکے احمد بن موسیٰ کاظم کی امامت کے قائل ہیں۔

(۷) اثنا عشریہ:۔ جب لفظ امامیہ بولا جاتا ہے تو ذہن کا تبادر اسی فرقۂ اثنا عشریہ کی جانب ہوتا ہے یہ موسیٰ کاظم کے بعد علی رضا کی امامت کے قائل ہیں ان کے بعد محمد تقی مشہور بہ جواد، پھر ان کے بیٹے علی نقی مشہور بہ ہادی، پھر ان کے بیٹے حسن عسکری، پھر ان کے بیٹے محمد مہدی کی امامت کے قائل ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہی مہدی منتظر ہیں۔

امامت کی اس ترتیب پر ان میں کوئی اختلاف نہیں ہاں غیبت امام مہدی کے سن وسال میں باہم اختلاف کر کے چند فرقے ہو گئے ہیں۔ بلکہ بعض ان کی موت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ظلم وفساد عام ہو جائے گا تو دنیا میں واپس آئیں گے یہ فرقہ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوا۔

(۸) جعفریہ:- ان کے نزدیک امامت کی ترتیب وہی ہے جو فرقۂ اثنا عشریہ کے نزدیک ہے مگر یہ کہ حسن عسکری کے بعد ان کے بھائی جعفر کی امامت کے قائل ہیں اسی پر ان کا باہم اتفاق ہے۔ اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا محمد نامی کوئی لڑکا حسن عسکری کا تھا یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ حسن عسکری کے کوئی اولاد نہیں تھی اور بعض کہتے ہیں کہ حسن عسکری کا لڑکا محمد تھا جو باپ کے بعد زندہ تھا لیکن بچپنے میں انتقال کر گیا یا ان کے زمانے کے عباسی خلیفہ نے اسے قتل کر دیا تھا جب محمد کے چچا جعفر کو اس کے قتل کیے جانے کا علم ہوا تو جعفر نے وراثت کا دعویٰ کیا۔ اس لیے اثنا عشریہ نے انھیں کذاب کا لقب دے دیا۔

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اثنا عشریہ کے عقائد و مسائل پر شرح وسط کے ساتھ لکھا ہے اور ان کا رد بھی کیا ہے۔ میں ''مختصر التحفہ'' کے حوالے سے چند نمونے یہاں پیش کرتا ہوں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے لیے صفات بالکل نہیں۔ ہاں اس کی ذات پر صفات سے مشتق اسما کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے خدا کو حی، سمیع، بصیر، قدیر، قوی اور اس کے مثل کہنا جائز ہے۔ اور یہ کہنا ممتنع ہے کہ اللہ کے لیے حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، اور اس کے مثل صفات تھیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ ازل میں سمیع و بصیر نہیں تھا۔ بلکہ اس نے بعض مخلوقات کی طرح اپنے لیے بھی علم، سمع اور بصر پیدا کیا تو عالم و سمیع و بصیر ہوا۔

(۳) اللہ عین مقدورِ عبد پر قادر نہیں۔

(۴) شیطانیہ نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ اشیا کے پیدا ہونے سے پہلے ان کو نہیں جانتا'' اور اثنا عشریہ کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جزئیات کو ان کے وقوع سے پہلے نہیں جانتا''۔

(۵) قرآن جو آج مسلمانوں کے درمیان ہے وہ محرّف ہے اس میں حذف و اضافہ کیا گیا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا ارادہ حادث ہے اور بہت سے موجودات بغیر اس کے ارادے کے پائے جاتے ہیں جیسے شر، معاصی، کفر و فسق وغیرہ۔

(۷) اللہ تعالیٰ غیر شیعہ کی گمراہی سے راضی ہے اور ائمہ بھی راضی ہیں۔

(۸) اللہ تعالیٰ پر بہت سی چیزیں اپنی عقل کے مطابق واجب بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں

کہ مکلفین کے ذمہ احکام عائد کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور لطف اس پر واجب ہے اور لطف کا معنی یہ بتاتے ہیں کہ ''لطف وہ چیز ہے جو بندے کو اطاعت سے قریب کر دے اور معصیت سے دور رکھے۔ اور یہ قریب یا دور کرنا اس طور پر ہو کہ مجبور اور مضطر کرنا نہ پایا جائے۔ اللہ تعالیٰ پر وہ چیز واجب ہے جو بندے کے لیے اصلح ہے اور اللہ تعالیٰ پر بدلہ دینا واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو جب مصیبت میں ڈالتا ہے یا بدنی اور مالی نقصان پہنچاتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ بندے کو وہ نفع بھی پہنچائے جس کا وہ مستحق ہے۔

(۹) بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ بندوں کے اختیاری اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ کو دخل نہیں بلکہ کسی پرندے، وحشی چوپائے اور جانور کے افعال اختیاریہ میں اللہ تعالیٰ کو دخل نہیں ہے۔

(۱۰) رویت باری تعالیٰ محال ہے۔

(۱۱) ہر زمانے میں نبی یا وصی (جو نبی کا قائم مقام ہو) کا ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ پر نبی کا مبعوث کرنا یا وصی کا مقرر کرنا واجب ہے۔

(۱۲) نبی کریم ﷺ کے علاوہ تمام انبیا سے ائمہ کو افضل جانتے ہیں۔ ہاں بعض اثنا عشریہ اولوالعزم رسولوں سے ائمہ کو افضل بتانے میں توقف سے کام لیتے ہیں۔

(۱۳) انبیا کے لیے کذب اور بہتان جائز ہے بلکہ کبھی تقیہ کے طور پر واجب ہے۔

(۱۴) انبیا بعثت کے وقت اصول عقائد سے بے خبر ہوتے ہیں انہیں ان چیزوں کی معرفت، مناجات یا خدا سے ہم کلامی کے وقت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۵) ممکن ہے کہ انبیا سے کوئی ایسا گناہ صادر ہو جس پر موت باعث ہلاکت ہو۔

(۱۶) آدم علیہ السلام کو حسد، بغض اور تمام بری خصلتوں سے متصف مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر مصر تھے۔

(۱۷) بعض اولوالعزم رسولوں نے رسالت سے معافی چاہی اور کمزوری اور قوم کی ناموافقت کا اظہار کر کے اپنا عذر پیش کیا انھیں میں سے حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام ہیں۔

(۱۸) رسول علیہ السلام کی طرح علی پر بھی وحی آتی تھی بس فرق یہ تھا کہ رسول وحی لانے والے فرشتے کو دیکھتے تھے اور علی صرف اس کی آواز سنتے تھے۔ فرقہ امامیہ کی ایک جماعت

کا مذہب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد سیدۃ النسا حضرت فاطمۃ الزہرا پر وحی آتی تھی اس وحی کو جمع کر کے اس کا نام "مصحفِ فاطمہ" رکھا گیا۔

(۱۹) امام کے لیے جائز ہے کہ بعض احکام شرعیہ کو منسوخ کر دے یا بدل دے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ پر امام مقرر کرنا واجب ہے اور ضروری ہے کہ وہ امام من جانب اللہ منصوص ہو اور معصوم ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد امام بلافصل علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے علاوہ خلفائے ثلاثہ کی امامت باطل ہے۔

(۲۱) وہ رجعت کے قائل ہیں یعنی بعض مردے قیامت سے پہلے دنیا کی طرف رجوع کریں گے۔

تیسرا فرقہ خوارج

خارجیوں کے سات فرقے ہیں۔

(۱) **محکّمہ**:۔ مقام صفین میں حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو اپنی جانب سے حَکَم مقرر کیے جانے کی اجازت دی تھی اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاص حَکَم مقرر کیے گئے۔ حضرت علی کے اسی عمل کے خلاف اور دونوں حَکَم کے بیچ اقرار نامے کے خلاف ایک جماعت نے حضرت علی پر خروج کیا۔ وہی محکمہ کہلائے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی یہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلَاتَهٗ فِیْ جَنْبِ صَلَاتِهِمْ وَصَوْمَهٗ فِیْ جَنْبِ صَوْمِهِمْ وَلٰكِنْ لَایُجَاوِزُ اِیْمَانُهُمْ تَرَاقِیَهُمْ۔	تم میں کا ایک شخص ان کی نماز کے مقابلے میں اپنی نماز کو اور ان کے روزے کے مقابلے میں اپنے روزے کو حقیر سمجھے گا لیکن اُن کا ایمان اُن کے حلق سے نہ اترے گا۔

انھوں نے کہا کہ وہ جو قریش اور غیر قریش میں سے مقرر کیا گیا اور اس نے لوگوں کے درمیان معاملات میں عدل کیا وہی امام ہے اور اگر وہ سیرت کی مخالفت کرے اور ظلم وفساد کرے تو اسے معزول یا قتل کرنا واجب ہے۔ ان کے نزدیک امام مقرر کرنا

واجب نہیں۔ بلکہ جائز ہے کہ دنیا میں کوئی امام نہ ہو۔ وہ حضرت عثمان اور اکثر صحابۂ کرام اور گناہ کبیرہ کرنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔

(۲) بیہسیہ: - یہ بیہس (یا ابو بیہس) بن ہیصم بن جابر ضُبعی (م ۹۴ھ) کے متبعین ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان سے مراد اقرار اور معرفت خداوندی اور رسول کے لائے ہوئے احکام کا جاننا ہے۔ اور جو شخص کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جس کی حلت وحرمت کو نہ جانتا ہو وہ کافر ہے اس سبب سے کہ حق جاننے کے لیے اس پر تلاش وجستجو واجب تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر نہ کی جائے گی یہاں تک کہ امام مطلع ہو کر اس پر حد جاری کرے۔ (کیوں کہ جس چیز پر حد جاری نہیں ہوتی وہ معاف ہے) اور کہا گیا ہے کہ "کچھ بھی حرام نہیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے:

قُلْ لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّماً o (سورہ انعام۔ آیت ۱۴۶) — تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کوئی حرام۔

ان کا عقیدہ ہے کہ جب امام سے کفر صادر ہوگا تو رعیت بھی کافر ہو جائے گی امام خواہ حاضر ہو یا غائب۔ اور بچے ایمان وکفر میں اپنے والدین کے تابع ہیں اگر وہ مومن ہیں تو بچے بھی مومن ہوں گے اور اگر والدین کافر ہیں تو بچے بھی کافر ہوں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مشروب حلال کے ذریعہ نشہ والے کا اس کے قول وفعل میں مواخذہ کیا جائے گا برخلاف شراب حرام کے ذریعہ نشہ والے کے اور کہا گیا ہے کہ نشہ کبیرہ ہونے کے ساتھ کفر بھی ہے۔ یہ لوگ قدریہ کی طرح بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو مانتے ہیں۔

(۳) ازارقہ: - یہ نافع بن ازرق (م ۶۵ھ) کے پیرو ہیں۔

اس کا قول ہے کہ حضرت علی نے حکم مقرر کر کے کفر کیا۔ انہیں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ o (سورہ بقرہ آیت ۲۰۴)

بعض آدمی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔ (کنز الایمان)

اور کہا کہ ابن ملجم علی کو قتل کرنے میں حق بجانب تھا اور اس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔(سورہ بقرہ ت ۲۰۷)

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔(کنزوالایمان)

حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے ساتھ رہنے والے تمام مسلمانوں کو کافر کہتے اور کہتے کہ وہ سب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جنگ سے بیٹھ رہنے والوں کو کافر کہتے اگرچہ وہ ان کے ہم مذہب ہوں۔ قول وفعل میں تقیہ کو حرام جانتے اور مخالفین کی اولاد اور عورتوں کا قتل جائز سمجھتے۔

آمدی نے کہا ان کا عقیدہ ہے کہ جو کوئی محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے اس پر حد جاری کی جائے گی اور جو کوئی محصن مرد پر زنا کی تہمت لگائے اس پر حد قذف جاری نہ ہوگی۔ (کیوں کہ قرآن میں محصنات پر تہمت لگانے کی حد کا ذکر ہے محصن مردوں سے متعلق تہمت کی حد کا ذکر نہیں) ان کے نزدیک نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہے اور ہر گناہ کا ارتکاب کفر ہے۔ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نبی مبعوث کرے جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ وہ نبوت کے بعد کفر کرے گا۔ ان کا قول ہے کہ مشرکین کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

(۴) **نجدات**:- نجدہ بن عامر نخعی (۳۶ھ-۶۹ھ) کے متبعین ہیں۔

نجدات میں سے ایک فرقے کا نام "عاذریہ" ہے۔ عاذریہ کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ احکام شرع اور اس کے فروع سے ناواقف ہیں ان کو یہ لوگ معذور سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نجدہ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو قوم قطیف کی مہم پر بھیجا۔ اس نے وہاں کے لوگوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا کر تقسیم سے پہلے ہی ان سے نکاح کر لیا اور تقسیم سے پہلے ہی مالِ غنیمت میں سے خرچ بھی کر ڈالا۔ جب نجدہ کے پاس آئے اور اپنے کارناموں کی اطلاع دی تو اس نے کہا کہ تمہیں ایسا کرنا روا نہ تھا۔ اس پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ ہمارے لیے ناروا ہے۔ نجدہ نے ان کی جہالت کے سبب ان کا عذر قبول کر لیا۔ اس کے بعد نجدہ کے متبعین میں اختلاف پڑ گیا۔ جو اس

کے متبع رہے اور یہ کہا کہ دین دو باتوں کا نام ہے۔ایک اللہ و رسول کی معرفت، اپنے ہم مذہب مسلمانوں کے قتل کو حرام جاننا اور اجمالاً ان باتوں کا اقرار کرنا جو اللہ کے رسول لے آئے کہ ان باتوں کی عدم واقفیت سے آدمی معذور نہیں۔ دوسری بات ان چیزوں کے علاوہ ہے مثلاً حرام و حلال اور تمام شرائع و فروع کہ ان میں جہالت کے سبب لوگ معذور ہوں گے۔ یہی متبعین ''عاذریہ'' کہلائے۔

نجدات کا عقیدہ یہ ہے کہ آدمیوں کو امام کی حاجت نہیں۔ بلکہ لوگوں پر آپس میں عدل و انصاف کرنا واجب ہے۔مگر جب یہ دیکھیں کہ بغیر امام کے عدل و انصاف کی رعایت نہ ہو سکے گی تو امام مقرر کرنا جائز ہے۔''نجدات'' تکفیر صحابہ کے علاوہ سارے احکام میں ''ازارقہ'' سے اختلاف رکھتے ہیں۔

(۵) صُفریہ (یا اصفریہ):- یہ زیاد بن اصفر کے تابع ہیں۔

یہ چند باتوں میں ازارقہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص عقیدے میں ہمارے موافق ہے اور جنگ میں شریک نہ ہو وہ کافر نہیں ہے۔ان کے نزدیک زانی سے رجم ساقط نہیں اور یہ مشرکین کے بچوں کو کافر اور دوزخی نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ تقیہ صرف قول میں جائز ہے عمل میں نہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ جو گناہ موجب حد ہوتا ہے اس کے کرنے والے کو اسی گناہ سے موسوم کیا جائے گا مثلاً اسے چور یا زانی یا قاذف کہا جائے گا کافر نہ کہا جائے گا اور وہ گناہ جو اتنا عظیم ہے کہ اس پر کوئی حد مقرر نہیں جیسے ترک نماز و روزہ اس کے کرنے والے کو کافر کہا جائے گا۔اور کہتے ہیں کہ جو عورت دین میں ہمارے موافق ہے اس کا کافر وغیرہ سے نکاح کرنا صرف وہاں جائز ہے جہاں تقیہ کے بغیر چارہ نہیں اور جہاں علانیہ رہتے ہوں وہاں جائز نہیں۔صفریہ کو ''زیادیہ'' اور ''نکاریہ'' بھی کہتے ہیں۔

(۶) اباضیہ:- عبداللہ بن اباض (م ۸۶ھ) کے متبعین ہیں۔

ان کے عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اہل قبلہ میں سے جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ کافر ہیں مشرک نہیں۔ان سے نکاح جائز ہے۔ان کا مال یعنی ہتھیار اور گھوڑا جنگ میں لے لینا جائز ہے اس کے علاوہ جائز نہیں۔

(۲) ہمارے مخالفین کا شہر دارالاسلام ہے مگر جو شہر ان کے سلطان کا دارالسلطنت ہے وہ دارالاسلام نہیں۔

(۳) مخالفوں کی گواہی ہم پر مقبول ہے۔

(۴) گناہ کبیرہ کرنے والا موحد تو ہے مگر مومن نہیں۔

(۵) استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے۔

(۶) بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے۔

(۷) اہل تکلیف (یعنی مکلّف) کے فنا ہونے کے ساتھ سارا عالم فنا ہو جائے گا۔

(۸) گناہ کبیرہ کا مرتکب کافرِ نعمت ہے کافرِ ملت نہیں۔

اولادِ کفار کے کفر اور عذاب میں توقف کرتے ہیں اور اس میں بھی توقف کرتے ہیں کہ نفاق شرک ہے یا نہیں۔ اور اس بات میں بھی توقف کرتے ہیں کہ کوئی ایسا رسول ہونا جائز ہے یا نہیں جس کے ساتھ کوئی دلیل یا معجزہ نہ ہو۔ اور جن احکام کی اس پر وحی آتی ہے ان کی تعمیل کا حکم اس کی امت پر نہ ہو۔ ان کے نزدیک علی اور اکثر صحابہ کافر ہیں۔

اباضیہ کے چار فرقے ہیں۔

(۱) حفصیہ:۔ ابو حفص بن ابو مقدام کے ماننے والے۔

اس جماعت نے اباضیہ کے خلاف یہ کہا ہے کہ معرفتِ الٰہی ایمان و شرک کے درمیان متوسط ہے۔ تو جس نے اللہ کو پہچانا اور رسول، بہشت اور دوزخ وغیرہ کا انکار کیا یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا وہ کافر ہے مشرک نہیں۔

(۲) یزیدیہ:۔ یزید بن اُنیسہ کے اصحاب ہیں۔

یہ فرقہ اباضیہ کے خلاف یہ کہتا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ایک رسول عجم سے مبعوث فرمائے گا اور آسمان میں ایک کتاب لکھی جائے گی اور پوری کتاب ایک ہی بار میں اس رسول پر اترے گی جس سے شریعت محمدی منسوخ ہو جائے گی اور اس پیغمبر کا دین ان صابیوں کا دین ہوگا جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے اوپر حد جاری ہونے والے کام کیے وہ مشرک ہیں۔ اور ہر گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ شرک ہے۔

(۳) حارثیہ:۔ ابو حارث اباضی کی پیروی کرنے والے۔

یہ فرقہ مسئلہ قدر میں اباضیہ کے خلاف ہے اس کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا خود ہی خالق ہے۔ اور اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ استطاعت قبل فعل ہوتی ہے۔

(۶) عبادیہ:- اس فرقہ کا مذہب یہ ہے کہ جو عبادت ریا کے ساتھ کی جائے اور اس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو وہ بھی طاعت ہے۔

(۷) عجاردہ:- یہ عبدالرحمن بن عجرد کے تابع ہیں۔

یہ گروہ مذہب میں نجدات کا ہم نوا ہے اور دو باتوں میں اضافہ کرتا ہے۔

(۱) بچہ سے بے زاری اور براءت واجب ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہونے کے بعد اسلام کا دعویٰ کرے اور جب وہ بالغ ہو تو ضروری ہے کہ اسے اسلام کی دعوت دی جائے۔

(۲) یہ کہ مشرکین کے بچے دوزخ میں جائیں گے۔

عجاردہ کے دس فرقے ہیں۔

(۱) میمونیہ:- یہ میمون بن عمران کے ماننے والے ہیں۔

یہ قدر کے قائل ہیں یعنی بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ (۱) استطاعت فعل سے پہلے ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے شر اور گناہ کا ارادہ نہیں کرتا جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ (۳) کفار کے بچے جنت میں جائیں گے۔ (۴) کہا جاتا ہے کہ حقیقی پوتیوں، نواسیوں اور حقیقی بھتیجیوں اور بھانجیوں کو نکاح میں لانا جائز بتاتے ہیں۔

(۲) حمزیہ:- حمزہ بن ادرک شامی کے اصحاب ہیں۔

یہ تمام باتوں میں میمونیہ سے اتفاق کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ کفار کے بچے دوزخ میں جائیں گے۔

(۳) شعیبیہ:- شعیب بن محمد کے تابع ہیں۔

یہ مسئلہ قدر کے علاوہ تمام باتوں میں میمونیہ کے موافق ہیں ان کے نزدیک بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے۔

(۴) حازمیہ:- حازم بن عاصم کے متبعین ہیں۔

ان کے عقائد شعیبیہ کے موافق ہیں۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق

میں توقف کرتے ہیں اور ان سے کھلے طور سے براءت بھی نہیں کرتے جیسے اوروں سے کرتے ہیں۔

(۵) خلفیہ:- خلف خارجی کے متبعین ہیں۔

یہ کرمان کے باشندے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ خیر و شر دونوں اللہ کی طرف سے ہے اور اطفال مشرکین بغیر عمل اور شرک کے دوزخ میں رہیں گے۔ ان کے نزدیک تارکِ جہاد کافر ہے۔

(۶) اطرافیہ:- غالب بن شادل سجستانی کے متبعین ہیں۔

یہ گروہ حمزہ کے مذہب پر ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ اطرافِ ملک میں رہنے والے جن احکام شرعیہ کو نہیں جانتے ان میں وہ معذور ہیں جب کہ وہ ان امور کی بجا آوری کرتے ہوں جن کا لازم ہونا عقلی طور پر معلوم ہے۔ یہ مسئلۂ قدر میں اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں بندوں کو اپنے افعال کا خالق نہیں مانتے۔

(۷) معلومیہ:- ان کے عقائد حازمیہ کی طرح ہیں مگر ان کے نزدیک مومن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام اسما اور صفات کے ساتھ پہچانے اور جس کو ایسی معرفت حاصل نہ ہو وہ جاہل ہے مومن نہیں۔ اور فعلِ عبد کا خالق اللہ ہے۔

(۸) مجہولیہ:- ان کا عقیدہ بھی حازمیہ کی طرح ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی معرفت اس کے بعض اسما کے ساتھ کافی ہے جس کو ایسی معرفت حاصل ہو وہ عارف اور مومن ہے۔ اور بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔

(۹) صلتیہ:- عثمان بن ابو صلت کے اصحاب ہیں۔ اور ایک قول کے مطابق صلت بن صامت کے اصحاب ہیں۔ یہ عقائد میں عجاردہ کی طرح ہیں مگر اس قول میں منفرد ہیں کہ جو اسلام لائے اور ہماری پناہ لے ہم اس کے دوست ہیں لیکن اس کے بچوں سے ہم بری ہیں یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں پھر بعدِ بلوغ انھیں اسلام کی دعوت دی جائے جسے وہ قبول کریں یا انکار کریں۔

(۱۰) ثعالبہ:- ثعلب بن عامر کے تابع ہیں۔

یہ بچوں کی دوستی کے قائل ہیں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے یہاں تک کہ بالغ ہونے کے بعد ان سے حق کا انکار ظاہر ہو۔ اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ بچوں سے نہ

دوستی کا حکم ہے نہ دشمنی کا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ان کا خیال ہے کہ غلام جب مال دار ہو تو اس سے زکوٰۃ لی جائے اور محتاج ہو تو اس کو زکوٰۃ دی جائے۔

ثعالبہ کے چار فرقے ہو گئے۔

(۱) اخنسیہ:- یہ اخنس بن قیس کے متبعین ہیں۔

یہ عقائد میں ثعالبہ کے موافق ہیں مگر ان سے چند باتوں میں منفرد ہیں۔ چنان چہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اہل قبلہ میں سے کوئی ایسے شہر میں رہے جہاں کفار کے خوف کے سبب اپنا دین اسلام ظاہر نہ کر سکے تو ہم اس کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور اس پر ایمان یا کفر کا حکم نہیں لگاتے۔مگر جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ مومن ہے تو اس کو دوست رکھیں گے اور اگر کافر ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے بیزار رہیں گے۔اپنے مخالفین کو خفیہ قتل کرنا اور ان کا مال چرانا حرام کہتے ہیں۔ان سے یہ بھی منقول ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح ان کے ہم قوم مشرک کے ساتھ جائز ہے۔

(۲) معبدیہ:- معبد بن عبدالرحمٰن کے مقلدین ہیں۔

یہ اخنسیہ کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ مسلمان عورت کا نکاح اپنے ہم قوم مشرک کے ساتھ ناجائز ہے اور ثعالبہ کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ نہ غلام سے زکوٰۃ لینا چاہیے اور نہ اس کو زکوٰۃ دینا چاہیے۔

(۳) شیبانیہ:- یہ شیبان بن مسلمہ کے تابع ہیں۔

یہ لوگ فرقۂ جبریہ کے موافق اور فرقۂ قدریہ کے مخالف ہیں۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بندے کو کچھ اختیار نہیں اس کے سارے افعال اللہ تعالیٰ کے مخلوق ہیں۔

(۴) مکرمیہ:- یہ مکرم بن عبداللہ عجلی کے ماننے والے ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ تارک نماز کافر ہے لیکن اس کا یہ کفر نماز چھوڑنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے کیوں کہ اگر وہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن اور طاعت و معصیت سے باخبر ہے تو کبھی نماز ترک نہ کرتا۔یہی قول ان کا ہر گناہ کبیرہ کے بارے میں ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اللہ تعالیٰ سے جاہل ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ دوستی یا دشمنی موت کے وقت معتبر ہے لہذا جو

ایمان کے ساتھ مرا وہ اللہ کا دوست ہے اور جو کافر مرا وہ دشمن ہے۔ان اعمال کا اعتبار نہیں جو موت سے پہلے کیے جائیں کیوں کہ اعمال کے دوام پر اعتماد نہیں ۔اس لیے کہ کبھی آدمی سے ادا ہوتے ہیں اور کبھی فوت ہو جاتے ہیں ۔یہی حال ہماری دوستی اور دشمنی کا ہے تو جو ایمان کے ساتھ دنیا سے گیا وہ ہمارا دوست ہے اور جو کافر اٹھا وہ ہمارا دشمن ہے۔

(ثعالبہ کا ایک فرقہ رُشَیدِ یہ بھی ہے جو رشید طوسی کا پیرو ہے۔ان کو عُشر یہ بھی کہا جاتا ہے۔اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو زراعت نہر وغیرہ کے پانی سے سینچی جائے اس کا حاصل نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لینا چاہیے۔)

خوارج میں سے چند فرقوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ضحاکیہ:۔ضحاک بن قیس خارجی کے متبع۔

(۲) شبیبیہ:۔شبیب خارجی بن یزید بن نعیم شیبانی کے متبع۔

(۳) کوزیہ:۔اس فرقہ کے خوارج طہارت میں مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غسل کے وقت بدن کی مالش فرض ہے۔

(۴) کنزیہ:۔یہ لوگ مال جمع کرتے ہیں اور زکاۃ کی فرضیت کے منکر ہیں۔

(۵) شمراخیہ:۔یہ فرقہ عبداللہ بن شمراخ کی طرف منسوب ہے۔اس کے نزدیک ماں باپ کا قتل حلال ہے۔

(۶) بدعیہ:۔اس کے نزدیک نماز صرف دو رکعت فجر میں اور دو رکعت رات میں پڑھنا چاہیے۔

(۷) اصومیہ:۔یحییٰ بن اصوم کے متبع۔

(۸) یعقوبیہ:۔یعقوب بن علی کوفی کے متبع۔

(۹) فضلیہ:۔فضل بن عبداللہ کے پیرو۔

چوتھا فرقہ مرجئہ

اس فرقے کا لقب مرجئہ (ہمزہ کے ساتھ) اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ عمل کو رتبے میں نیت سے مؤخر کرتے ہیں۔یا اس سبب سے کہ ان کا قول ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر رساں نہیں جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت

نفع بخش نہیں ہوتی ۔اس عقیدے کے لحاظ سے وہ امید دلانے والے اور آدمی میں رجا پیدا کرنے والے ہیں ۔اگر اس دوسرے سبب کا اعتبار کیا جائے تو مناسب ہے کہ لفظ ''مرجئہ'' پر ہمزہ نہ لگایا جائے بلکہ مرجیہ (یائے تحتانی کے ساتھ) پڑھا جائے۔

مرجئہ کے پانچ فرقے ہیں۔

(۱)یونسیہ:-یونس بن عمر (یا عمران) نمیری کے متبعین ہیں۔

اس کا قول ہے کہ ایمان معرفت الٰہی خضوع (فروتنی) اور محبتِ قلبی کا نام ہے لہذا جس شخص میں یہ اوصاف پائے جائیں وہ مومن ہے ۔اب اگر وہ بندگی نہ کرے یا گناہوں کا ارتکاب کرتا رہے پھر بھی نہ اسے کوئی ضرر ہوگا نہ اسے سزا دی جائے گی ۔ابلیس اللہ کی وحدانیت کو پہچاننے والا تھا وہ تو تکبر اور سرکشی کی وجہ سے کافر ہوا ۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ (سورۃ بقرۃ: ۳۴) یعنی شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

(۲)عبیدیہ:-عبید مکذب کے اصحاب ہیں۔

اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم، ایسے ہی اس کے تمام صفات اس کی ذات کا غیر ہیں اور باری تعالیٰ آدمی کی صورت پر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَۃِ الرَّحْمٰنِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا۔

باقی تمام عقائد میں یہ فرقہ یونسیہ کے مثل ہے:

(۳)غسانیہ:-غسان بن ابان کوفی کے متبعین ہیں۔

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان نام ہے اللہ و رسول کی معرفت کا اور اجمالاً ان چیزوں کی معرفت کا جو شارع علیہ السلام لے آئے ۔اس کے نزدیک ایمان میں زیادتی ہوتی ہے ۔مگر کمی نہیں ہوتی ۔معرفت اجمالی سے مراد یہ ہے کہ اعتقاد رکھے کہ اللہ نے حج فرض کیا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ کعبہ کہاں ہے ۔ہوسکتا ہے کہ وہ مکہ میں نہ ہو کسی اور جگہ ہو ۔اور اللہ نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا مگر یہ یقین نہیں کہ جو محمد مدینے میں تھے وہی محمد ہیں یا

ان کے علاوہ کوئی اور محمد ہیں۔ اور اللہ نے سور کا گوشت حرام کیا ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ جس جانور کو عرف میں سور قرار دے کر حرام جانتے ہیں وہ یہی ہے یا اس کے علاوہ۔ ان باتوں کا قائل مومن ہے۔

ان سب سے ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ احکام حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ ورنہ بلاشبہ ایک عقل مند کو ان چیزوں کے متعلق کوئی شک نہیں۔ غسان اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کے لیے لوگوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ یہی رائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اور وہ امام اعظم کو مرجئہ میں شمار کرتا تھا حالاں کہ یہ محض افترا تھا۔

آمدی نے کہا ہے۔ بلکہ معتزلہ نے بھی امام ابوحنیفہ اور ان کے تابعین کو مرجئہ کہا ہے اور وجہ شاید اس کی یہ ہوگی کہ جو لوگ مسئلہ قدر میں معتزلہ کی مخالفت کرتے تھے وہ ان کو مرجئہ مشہور کر دیتے تھے یا امام صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق نہ زیادہ ہوتی ہے نہ کم۔ تو معتزلہ کو اس سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہوگا کہ امام صاحب عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور مرجئہ جیسی بات کہتے ہیں۔ حالاں کہ عمل کے باب میں امام اعظم کی جانب سے سخت تاکید ومبالغہ اور بذات خود عمل میں ان کی جاں فشانی مشہور ومعروف ہے۔

(۴) ثوبانیہ:- یہ ثوبان مرجی کے اصحاب ہیں۔

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان نام ہے اللہ ورسول کی معرفت اور ان کے اقرار کرنے کا اور ان کاموں کے اعتقاد کا جن کا کرنا عند العقل ناجائز ہے۔ اور جن کاموں کا کرنا عقل کے نزدیک جائز ہے ان کا اعتقاد کرنا ایمان میں داخل نہیں۔ اس نے ہر عمل کو ایمان سے خارج رکھا ہے۔ اور اس قول میں مروان بن غیلان دمشقی، ابوشمر، یونس بن عمران اور فضل وقاصی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔

اور یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی گنہگار کا کوئی گناہ قیامت میں معاف کر دے تو پھر اس پر یہ لازم ہوگا کہ اس قسم کے گناہ سارے گنہگاروں کے معاف کر دے اور اگر کسی گنہگار کو دوزخ سے نکالے تو پھر اس پر یہ لازم ہوگا کہ اس قسم کے سارے گنہگاروں کو دوزخ سے نکالے۔ اسے اس بات کا یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ

مومنوں کو جہنم سے نکالے گا۔

ان میں سے ابن غیلان یا غیلان اس وجہ سے ممتاز ہے کہ اس میں تین خصلتیں جمع تھیں ارجا، قدر، خروج۔ قدریہ ہونے کی وجہ سے کہتا کہ بندہ اپنے افعال خیر و شر کا خالق ہے۔ اور خارجی ہونے کی حیثیت سے کہتا کہ امام کا غیر قرشی ہونا جائز ہے۔ (اس کے متبعین غیلانیہ کہلاتے ہیں)

(۵) ثومنیہ :- ابو معاذ ثومنی کے اصحاب ہیں۔

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان نام ہے معرفت، تصدیق، محبت اور اخلاص کا اور اس چیز کے اقرار کرنے کا جو رسول لے آئے۔ ان سب کا چھوڑ دینا یا ان میں سے بعض کو چھوڑ دینا کفر ہے۔ کیوں کہ ان میں کا بعض نہ ایمان ہے اور نہ جزء ایمان۔ جس معصیت کے کفر ہونے پر اجماع نہیں ہے اس کے کرنے والے کو کافر نہیں کہنا چاہیے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس نے فسق کیا اور گناہ کیا۔ جس نے نماز کا چھوڑنا حلال جانا اس نے کفر کیا اس لیے کہ اس نے نبی کی لائی ہوئی چیز کی تکذیب کی اور جس نے قضا کی نیت سے نماز ترک کیا وہ کافر نہیں۔ جو کسی نبی کو مار ڈالے یا اس کو طمانچہ مارے وہ کافر ہے۔ اس کا کافر ہونا اس لیے نہیں ہے کہ اس نے قتل کیا ہے یا طمانچہ مارا ہے بلکہ اس لیے ہے کہ اس نے پیغمبر کی تکذیب و توہین کی ہے۔ ابن راوندی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک بتوں کے لیے سجدہ کرنا کفر نہیں بلکہ کفر کی علامت ہے۔

تو یہی خالص مرجئہ ہے اور انہیں میں سے وہ بھی ہے جس نے ارجا اور قدر کو ایک ساتھ جمع کیا جیسے صالحی، ابو شمر، محمد بن شبیب اور غیلان۔

پانچواں فرقہ نجاریہ

یہ فرقہ محمد بن حسین (یا حسین بن محمد) نجار (م تقریباً ۲۲۰ھ) کی طرف منسوب ہے۔

یہ فرقہ چند عقائد میں اہل سنت و جماعت کے موافق ہے مثلاً افعال کا خالق اللہ ہے، استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور بندہ فعل کا کاسب ہے۔

اور ان کے علاوہ عقائد مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے صفات وجودیہ مثلاً علم، قدرت،

ارادہ، سمع، بصر، اور حیات وغیرہ کی نفی۔خلق قرآن یعنی کلام الٰہی کا حادث ہونا اور چشمِ بصارت کے ذریعہ رویت باری تعالیٰ کی نفی کرنے میں معتزلہ کے موافق ہے۔ضرار بن عمرو حفص کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

نجاریہ کے تین فرقے ہیں۔

(۱) بُرغوثیہ:۔یہ محمد بن عیسیٰ بُرغوث کے اصحاب ہیں۔

اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن جب پڑھا جائے تو عرض ہے اور جب کسی چیز پر لکھا جائے تو جسم ہے۔

(۲) زعفرانیہ:۔اس کا عقیدہ ہے کہ کلام الٰہی ذات الٰہی کا غیر ہے۔اور جو غیر ذات الٰہی ہے وہ مخلوق ہے لہذا جو کلام الٰہی کو غیر مخلوق کہے وہ کافر ہے۔

(۳) مستدرکیہ:۔اس فرقہ نے زعفرانیہ پر استدراک کیا ہے۔اس کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ مطلقاً مخلوق ہے۔لیکن چوں کہ کلام اللہ کا غیر مخلوق ہونا سنت سے ثابت ہے اور اسی پر امت کا اجماع بھی ہے لہذا ہم متابعت سنت اور اجماع کی وجہ سے قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہیں اور ہم مخلوق ہونے اور غیر مخلوق ہوتے دونوں کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ قرآن کے غیر مخلوق ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان حروف واصوات کے ساتھ اس کی جو ترتیب وعبارت ہے وہ غیر مخلوق ہے۔اور جو نظم وترتیب ان حروف کے علاوہ ہے جس پر یہ ترتیبِ خاص دلالت کرتی ہے وہ مخلوق ہے۔اس تاویل سے قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا تعارض ختم ہوگیا۔اس کا عقیدہ ہے کہ جو بھی دین میں ہمارا مخالف ہے اس کی ساری باتیں غلط ہیں حتیٰ کہ اس کا لا الہ الا اللہ کہنا بھی کذب ہے۔

...... چھٹا فرقہ جبریہ ......

جبر کا معنی بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرنا ہے۔جبریہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) متوسطہ:۔یہ جبر محض کے قول میں خالص نہیں ہیں بلکہ جبر وتفویض کے مابین متوسط ہیں۔بندے کے لیے فعل کا کسب بغیر تاثیر مانتے ہیں جیسے اشعریہ، نجاریہ اور ضراریہ۔

(۲) خالصہ :- یہ بندے کے لیے فعل کی قدرت نہیں مانتے جیسا کہ جہمیہ کا مذہب ہے۔ یہ جہم بن صفوان ترمذی (م ۱۲۸ھ) کے اصحاب ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ (۱) بندے کو فعل پر بالکل قدرت نہیں ہے نہ مؤثرہ نہ کاسبہ۔ بندے کے کاموں کو بندے کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی ہے جیسے جمادات کی طرف کسی کام کی نسبت کی جاتی ہے۔ (۲) اللہ کسی شے کو اس کے وقوع سے پہلے نہیں جانتا۔ اس کا علم حادث ہے مگر کسی محل میں نہیں ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت ہے اور نہ وہ اپنے غیر کے لیے صفت ہے کیوں کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے۔ (۳) جنت اور دوزخ میں جنتیوں اور دوزخیوں کے داخل ہونے کے بعد دونوں فنا ہو جائیں گی۔ حتیٰ کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی وجود باقی نہ رہے گا۔

رویتِ باری تعالیٰ کی نفی، خلقِ قرآن اور ورودِ شرع سے پہلے بہ ذریعہ عقل معرفت الٰہی کے واجب ہونے جیسے مسائل میں یہ معتزلہ کے ہم خیال ہیں۔

(قدریہ جبریہ کی ضد ہے۔ قدریہ کا پیشوا معبد بن عبداللہ بن عویم جہنی (م ۸۰ھ) ہے یہ لوگ ثابت کرتے ہیں کہ بندے کو خلق افعال میں قدرت مؤثرہ حاصل ہے۔)

ساتواں فرقہ مشبہ

اس فرقے نے اللہ تعالیٰ کو مخلوقات سے تشبیہ دی ہے اور حادث کے مثل کہا ہے۔ اگرچہ ان کے طریقوں میں باہمی اختلاف ہے۔

(۱) مشبہ، غلاۃ شیعہ مثلاً سبائیہ، بنانیہ، اور مغیریہ وغیرہ کی طرح ہیں جن کے عقائد کا بیان گذر چکا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم، حرکت، انتقال اور اجسام میں حلول وغیرہ کے قائل ہیں۔

(۲) مشبہ حشویہ جیسے مضر، کہمش، اور ہجیمی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ جسم ہے مگر دنیاوی اجسام کی طرح نہیں۔ وہ گوشت اور خون سے مرکب ہے مگر دنیاوی گوشت اور خون کی طرح نہیں۔ اللہ کے لیے اعضا و جوارح ہیں۔ اللہ کے دوستوں کے لیے جائز ہے کہ وہ اللہ کو چھوئیں اور اس سے مصافحہ اور معانقہ کریں۔ وہ دنیا میں اللہ سے ملاقات کرتے

ہیں۔اور اللہ ان سے ملاقات کرتا ہے۔ان میں کے بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ''مجھے اس کی داڑھی اور شرم گاہ کے بارے میں معاف رکھو اس کے علاوہ چیزوں کے بارے میں سوال کرو''۔

(۳)مشبہ کرامیہ:-ابوعبداللہ محمد بن کرام سجستانی (م ۲۵۵ھ) کے پیرو کار ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے۔اس کی بالائی سطح اس سے مماس ہے۔اللہ کے لیے حرکت اور نزول جائز ہے۔بعض کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں ہے بلکہ عرش کے مقابل ہے۔بعض نے اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا اطلاق کیا ہے۔پھر اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ تمام جہت میں متناہی ہے یا صرف جہت تحت میں متناہی ہے یا وہ کسی جہت میں متناہی نہیں ہے بلکہ تمام جہت میں غیر متناہی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات محل حوادث ہے اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حوادث پر قادر ہے جو اس کی ذات میں حلول کیے ہوئے ہیں اور جو حوادث اس کی ذات سے خارج ہیں ان پر قادر نہیں ہے۔

ان کا قول ہے کہ نبوت ورسالت دو صفتیں ہیں جو ذاتِ رسول کے ساتھ قائم ہیں مگر وحی، اور اللہ کا حکم تبلیغ اسی طرح معجزہ اور عصمت بھی ذات رسول کے ساتھ قائم نہیں۔جس شخص میں بھی یہ اوصاف ہوں وہ رسول ہے خواہ اس کو رسول بنا کر بھیجا ہو یا نہ بھیجا ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی آدمی کو رسول بنانا واجب ہے اور جس میں یہ اوصاف نہ ہوں اس کو رسول بنانا جائز نہیں اور جب اللہ تعالیٰ نبی بنا کر بھیجتا ہے تو وہ (ان کی اصطلاح میں) مرسل ہے اور ہر مرسل رسول ہے اس کا برعکس نہیں (یعنی جسے نہیں بھیجتا وہ رسول تو ہے مگر مرسل نہیں)

اللہ تعالیٰ کے لیے کسی مرسل کو معزول کرنا جائز ہے مگر رسول معزول نہیں ہو سکتا۔ایک ہی رسول کا ہونا حکمت کے خلاف ہے بلکہ متعدد رسول کا ہونا ضروری ہے ان کے نزدیک ایک زمانے میں دو اماموں کا ہونا جائز ہے جیسے حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) ایک ہی زمانے میں تھے مگر فرق یہ تھا کہ حضرت علی کی امامت سنت کے مطابق تھی اور حضرت معاویہ کی امامت خلاف سنت تھی پھر بھی رعایا پر حضرت معاویہ

کی اطاعت واجب تھی۔

ان کے قول کے مطابق ایمان اس اقرار کا نام ہے جو ازل میں اللہ تعالیٰ کے قول "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" کے جواب میں مخلوق نے لفظ "بَلیٰ" کے ذریعہ کیا تھا۔ اور وہ اقرار مرتدین کے سوا سب میں یکساں باقی ہے۔ ان کے نزدیک منافق کا ایمان اس کے کفر کے باوجود انبیا کے ایمان کی طرح ہے۔ اس سبب سے کہ اس ایمان (یعنی اقرارِ ازلی) میں سب برابر ہیں اور کلمۂ شہادت ایمان نہیں ہے مگر مرتد ہونے کے بعد۔

فرقۂ ناجیہ

فرقۂ ناجیہ وہ جماعت ہے جس کے بارے میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا یہ وہ جماعت ہے جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ تو وہ جماعت اشاعرہ، ماتریدیہ اور محدثین سلف کی ہے۔ وہی اہل سنت و جماعت ہیں ان کا مذہب بدعات وخرافات سے خالی ہے۔ ان کے عقائد درج ذیل ہیں۔

(۱) عالم حادث ہے۔ برخلاف بعض غلاۃ کے کہ وہ عالم کو قدیم مانتے ہیں۔ (۲) اللہ موجود ہے۔ جبکہ باطنیہ کہتے ہیں کہ اللہ نہ موجود ہے نہ معدوم۔ (۳) اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ برخلاف قدریہ کے (کہ وہ بندوں کو اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں) (۴) اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ قِدَم اللہ کی صفت نہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ علم، قدرت اور تمام صفات جلالیہ کے ساتھ متصف ہے۔ برخلاف منکرین صفاتِ باریِ تعالیٰ کے۔ (۶) اللہ تعالیٰ کے لیے شکل وصورت نہیں، برخلاف مشبہ کے۔ (۷) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک اور مقابل نہیں۔ جب کہ حابطیہ دو خدا کے قائل ہیں۔ (۸) وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ برخلاف بعض غلاۃ کے۔ (۹) اس کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام نہیں۔ برخلاف کرامیہ کے۔ (۱۰) وہ کسی حیز اور جہت میں نہیں۔ (۱۱) اس کے لیے حرکت، انتقال، جہل اور کذب ممکن نہیں اور نہ صفات نقص میں سے کوئی صفت، برخلاف ان کے جنھوں نے اللہ کے لیے ان عیوب اور صفاتِ نقص کو جائز کہا ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا۔ (۱۲) مومنین قیامت میں اللہ تعالیٰ کو بغیر انطباع اور بغیر شعاع کے دیکھیں گے۔ (۱۳) جو کچھ اللہ نے چاہا ہوا اور

جو کچھ نہیں چاہا نہیں ہوا۔ (۱۴) وہ غنی ہے اور کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں۔ (۱۵) اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اگر ثواب عطا کرے تو یہ اس کا فضل ہے اور اگر عذاب دے تو یہ اس کا عدل ہے۔ (۱۶) اس کے فعل کے لیے کوئی غرض نہیں۔ (۱۷) اس کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ (۱۸) اس کے کسی فعل یا حکم کو ظلم یا جور نہیں کہا جا سکتا۔ (۱۹) وہ متبعض نہیں (۲۰) اس کے لیے حد ونہایت نہیں۔ (۲۱) معادِ جسمانی حق ہے۔ اِسی طرح بدلہ دینا، محاسبہ کرنا، صراط اور میزان حق ہیں۔ (۲۲) اس نے جنت ودوزخ پیدا کیا ہے۔ (۲۳) جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بخش دے۔ (۲۴) شفاعت حق ہے۔ (۲۵) معجزات کے ساتھ رسول کی بعثت حق ہے۔ (۲۶) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امام برحق ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی (رضی اللہ عنہم) اور اسی ترتیب سے ان کی افضلیت بھی ہے۔ (۲۷) اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں ہوگی مگر اس کی جو اللہ کے صانع، قادر اور عالم ہونے کا انکار کرے یا شرک کرے یا نبوت کا انکار کرے یا اس چیز کا انکار کردے جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ لایا جانا ضرورۃً معلوم ہو۔ یا کسی اجماعی مسئلہ کا انکار کرے مثلاً ان محرمات سے نکاح کو حلال جانے جن کی حرمت پر اجماع ہو چکا ہے۔ تو اگر وہ اجماعی مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو تب تو اس کا صورت مذکورہ میں داخل ہونا ظاہر ہے اور اگر وہ اجماع ظنی ہو تو اس کا انکار کفر نہیں اور اگر اجماع قطعی ہو تو اس میں علما کا اختلاف ہے۔ اور اس کے علاوہ چیزوں کا قائل بدمذہب ہے کافر نہیں۔ ان کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے۔

یہاں تک ان مشہور فرقوں کا بیان تھا جن کو صاحبِ مواقف اور شارحِ مواقف نے ذکر کیا ہے۔ لیکن بد مذہب فرقے برابر دین سے نکلتے رہے ان میں سے بعض تو فنا ہو گئے اور بعض کسی ملک یا علاقہ یا محدود زمانے میں منحصر ہو کر رہ گئے۔

یہاں ان بعض فرقوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوئے یا ہندوستان میں ان کے ماننے والے خاصی تعداد میں موجود ہیں۔

(۱) قادیانی

یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے اور اپنے کو ''احمدیہ'' کہتا

ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا اور ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں انتقال کیا۔

مولوی گل علی شاہ سے علوم مروجہ حاصل کیے اور اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مقدمات میں مشغول رہا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے وقت اس کی عمر ۱۷ رسال تھی۔ ۱۸۶۶ء میں سیالکوٹ کے گورنر کے دفتر میں بحیثیت کلرک اس کا تقرر ہوا اور تقریباً تیس سال تک اس ملازمت پر برقرار رہا۔ پھر تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا اور سب سے پہلے اپنی کتاب میں مسیحیوں کو رد کیا۔ اس طرح اس نے مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور بڑی شہرت حاصل کر لی۔ پھر ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء میں اس نے اپنے متبعین کی ایک جماعت بنالی۔ پہلے اس نے دعویٰ کیا کہ وہ چودہویں صدی کا مجدد ہے اس پر اللہ کی جانب سے الہام ہوتے ہیں۔ پھر ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اسی کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ ''کرشنا'' ہے (کرشنا ہندوؤں کے ایک معبود کا نام ہے) اور بہت سی ایسی پیشن گوئیاں کیں جن کا کذب ظاہر ہو گیا۔ انبیا علیہم السلام کی عزتوں پر حملہ کیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔ تو علمائے اسلام نے اس کی تکفیر کی اور لوگوں کو اس کے فتنے سے آگاہ کیا۔

میں اس کی چند بے ہودہ عبارتیں یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ دعویٰ کرنے میں اس کی انتہائی جسارت اور کھلم کھلا کفر پر اس کی جرأت لوگوں پر آشکار ہو جائے۔

(۱) خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالۃ الاوہام ص ۵۳۳)

(۲) وہ آیات جو نبی کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو اپنی ذات پر چسپاں کیا اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے (مندرجہ ذیل) اقوال سے مراد میری ہی ذات ہے۔

''مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ'' (سورہ الصف ت ۶)	یعنی میں بشارت دیتا آیا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے۔
''وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' (سورہ انبیاء ت ۱۰۷)	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔ (انجام آتھم ص ۷۸)

(۳) اللہ تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے۔"أنت منی بمنزلة اولادی انت منی وانا منك"یعنی تو میری اولاد کے مرتبے میں ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ (دافع البلاء ص ۶)

(۴) رسول اللہ ﷺ کے الہام اور وحی کی غلطی ظاہر ہو گئی۔ (ازالۃ الاوہام ص ۶۸۸)

(۵) چار سو نبیوں نے ایک بادشاہ کے متعلق خبر دی تھی کہ اسے فتح حاصل ہو گی لیکن ان کا کذب ظاہر ہو گیا اور وہ بادشاہ شکست خوردہ ہو کر اسی جنگ میں مارا گیا۔

(ازالۃ الاوہام ص ۶۲۹)

(۶) قرآن بھدی گالیوں سے بھرا ہوا ہے اس کے کلام میں سختی کا راستہ اپنایا گیا ہے۔

(ازالۃ الاوہام ص ۲۶ و ص ۲۸)

(۷) اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' اللہ کا کلام ہے۔ (ازالۃ الاوہام ص ۵۳۳)

(۸) کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ (اربعین ج ۲ ص ۱۳)

موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام اولوالعزم رسول تھے لیکن اس نے ان کے کامل ہدایت یافتہ ہونے کا انکار کیا ہے چہ جائیکہ وہ دونوں ہدایت دینے والے ہوں۔

(۹) اے بشارت یافتہ نصرانیو! یہ نہ کہو کہ ''ہمارا رب مسیح ہے'' تم غور تو کرو کہ آج تمہارے درمیان مسیح سے افضل کون ہے۔ (معیار ص ۱۳) وہ بار بار مسیح علیہ السلام پر فوقیت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰)

(۱۰) یہود عیسیٰ اور ان کی پیشین گوئیوں سے متعلق ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیوں کہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ (اعجاز احمدی ص ۱۳)

اپنے کلام میں یہودیوں کے اعتراضات کو درست بتایا ہے اور خود اس نے قرآن پر بھی اعتراض کیا ہے کہ وہ ایسے امر کی تعلیم دیتا ہے جس سے ان کی نبوت کے

بطلان پر مختلف دلیلیں قائم ہوتی ہیں۔

(۱۱) مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ کو اس پر ایک فضیلت ہے کیوں کہ وہ (یعنی یحییٰ) شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حَصور رکھا مگر مسیح کا نہ رکھا کیوں کہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔(دافع البلا صفحہ آخر)

(۱۲) آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسیٰ بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس معظم متقی رسول کی شان میں قبیح گستاخیاں اور بدزبانیاں کی ہیں۔اسی لیے علما نے اس کے کفر اور عذاب کو صراحت سے بیان کیا ہے اور فرمایا کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے جیسا کہ ائمہ کرام نے ہر اس شخص کا حکم بیان کیا ہے جو ضروریاتِ دین میں سے کسی بھی عقیدے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔(اور یہ شخص تو بہت ساری تکذیبات کا جامع اور ضروریات دین کا منکر ہے) تو اس کا کیا حکم ہوگا۔

شیخ حامد رضا خان ابن علامہ احمد رضا خان بریلوی نے اس کے رد میں "اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِیُ عَلٰی اِسْرَافِ الْقَادِیَانِی "(۱۳۱۵ھ) تصنیف کی ہے اور علامہ احمد رضا خان قادری بریلوی نے "اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذَّابِ" (۱۳۲۰ھ) اور "اَلْجُرَازُ الدَّیَانِیُ عَلَی الْمُرْتَدِ الْقَادِیَانِی "(۱۳۳۶ھ) اور خاص اس کی تردید میں ایک مجلہ بنام "قَھْرُ الدَّیَّانْ عَلٰی مُرْتَدٍ بِقَادِیَانْ "(۱۳۲۳ھ) جاری کیا۔اور "اَلْمُعْتَمَدُ الْمُسْتَنَدُ "میں اس کا حکم بھی لکھا جس پر علما حرمین شریفین نے مہر تصدیق

ثبت فرمائی۔ ان کی تصدیقات "حُسَامُ الْحَرَمَیْنِ عَلٰی مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْنِ" (۱۳۲۴ھ) کے نام سے بارہا چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔

اور ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ نے بھی اس فتنۂ عظیم کے سدّ باب کے لیے انتھک کوشش کی ہے یہاں تک کہ انھیں کی کوششوں کی بدولت حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقۂ قادیانیہ برطانوی حکومت کا بغل بچہ ہے۔ اسی لیے قادیانی نے حکم جہاد کو باطل قرار دیا ہے اور نصرانی حکومت کی محبت کا صریح اعتراف کیا ہے۔ نصرانی حکومت کی مدد اور اس کو قوت پہنچانے میں قادیانی اور اس کے متبعین کی بڑی خدمات ہیں ان کی تفصیل بتانے کی حاجت نہیں ہے۔ کیوں کہ جو بھی اس کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا اس سے بخوبی واقف ہو جائے گا۔

(۲) فرقۂ نیچریہ

نیچریہ: یہ فرقہ سید احمد خان بن محمد تقی خان (۱۲۳۲/۱۲/۵ھ تا ۱۳۱۵/۱۱/۴ھ) کی جانب منسوب ہے۔

سید احمد خان ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انگریزی حکومت کے مختلف مناصب پر فائز ہوئے اور علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ نے ترقی کی، یہاں تک کہ ان کے انتقال کے بعد ایک عظیم مشہور یونیورسٹی بن گئی۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جس میں فرشتوں، جنوں، جنت، دوزخ، نبوت اور معجزہ کا انکار کر بیٹھے اور ان چیزوں کے ثبوت میں وارد آیات قرآنیہ کی ایسی تاویل کی جس نے ان کو ان معانی سے خارج کر دیا جو دورِ صحابہ سے آج تک ملتِ اسلامیہ میں مشہور و معروف تھے اور زمانہ کی ہر چیز کو نیچر Nature یعنی فطرت کی جانب پھیر دیا ہے۔ ان کا مذہب "دہریہ طبیعیہ" کے مذہب کے مطابق ہے جس کا ذکر شہرستانی نے "اَلْمِلَلُ وَ النِّحَلُ" میں کیا ہے۔

سید احمد نے ۲۷/مارچ ۱۸۹۸ء سنیچر کی شب علی گڑھ میں انتقال کیا۔ لیکن ان کے مذہب کو عام مسلمانوں میں قبولیت کا درجہ نصیب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ اساتذہ اور طلبہ

جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے متعلق ہیں، وہ بھی اُن کے عقائد سے اتفاق نہیں کرتے۔ہاں وہ لوگ ضرور متفق ہیں جو دہریہ ہیں، اسلام اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں۔

مشہور مورخ شیخ نجم الغنی رام پوری (۱۲۷۶ھ تا ۱۳۵۱ھ) کی تصنیف ''مذاہب الاسلام'' کے حوالے سے میں سید احمد خان کے اختلافی نظریات اور رجحانات یہاں نقل کرتا ہوں:

(۱) سید احمد خاں نے ''تبیین الکلام'' کے نام سے انجیل کی ایک تفسیر لکھی ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں اور نصرانیوں کے درمیان اتفاق ہے اور دونوں فرقے عقیدے اور مذہب میں ایک ہی ہیں۔لیکن اُن کی یہ کوشش ناکام ہوئی۔

(۲) نبوت تہذیبِ اخلاق کا ایک فطری ملکہ ہے اور جس شخص میں جس فن کا ملکہ بہ درجۂ کمال ہوتا ہے وہ اس فن کا امام یا پیغمبر ہوتا ہے لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ایسے ہی شاعر یا طبیب بھی اپنے اپنے فن کے امام ہو سکتے ہیں۔اور وحی کسی فرشتے کے توسط سے نازل نہیں ہوتی بلکہ خود پیغمبر کے دل سے فوارے کی طرح اٹھتی ہے (اور خود اُسی پر نازل ہوتی ہے)۔وہ اپنا کلامِ نفسی اِن ظاہری کانوں سے اس طرح سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اُس سے کہہ رہا ہے۔

(۳) معجزہ دلیل نبوت نہیں اور معجزہ خلاف فطرت نہیں۔موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کا پھٹ جانا جوار بھاٹے کا اثر تھا اور سلیمان علیہ السلام کا ہوا کے دوش پر پرواز کرنا کوئی معجزہ نہ تھا بلکہ اسبابِ عادیہ کے اثر سے پیدا ہونے والا ایک فعلِ عادی تھا۔

(۴) ملائکہ متعین ذات نہیں اور قرآن پاک میں لفظ ملائکہ سے مراد انسان کی قوت ملکیہ ہے اور شیطان سے مراد انسان کی قوت بہیمیہ ہے۔فرشتے اور شیطان کا خارج میں اصلاً کوئی وجود نہیں۔

(۵) قرآن کا اعجاز اُس کی فصاحت کی وجہ سے نہیں ہے (فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِّثْلِه کے ذریعہ جو قرآن کا مثل لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے) اُس سے ایسے کلام کا مطالبہ مقصود نہیں ہے جو فصاحت و بلاغت میں قرآن کا مثل ہو بلکہ ایسے کلام کا مطالبہ مقصود ہے جو ہدایت درہ نمائی میں قرآن کا مثل ہو۔

(۶) جنت و دوزخ کا کوئی وجود نہیں، بلکہ ان دونوں سے مراد انتہائی خوشی اور غم ہے

اور جو قرآن میں اِن کی نعمتوں اور عذاب کا ذکر ہے وہ بہ طور تمثیل تقریب الی الفهم کے لیے اِسی دنیاوی خوشی اور غم کا بیان ہے۔ ایسا نہیں کہ دراصل خارج میں اِن کا کوئی وجود ہے۔

(۷) آسمان کا وجود نہیں ہے۔ قرآن میں آسمان کا لفظ آیا ہے، اِس سے مراد وہ وسیع بلندی ہے جس کو انسان اپنے اوپر دیکھتا ہے۔ آسمان کا اطلاق اُن چمکتے ہوئے جسموں پر بھی ہوا ہے جن کو ستارہ اور بادل کہا جاتا ہے۔

(۸) جو اسلام ہے وہی فطرت ہے اور جو فطرت ہے وہی اسلام ہے۔ لا مذہبیت بھی اسلام کا دوسرا نام ہے، کیوں کہ لا مذہب اور بے دین بھی درحقیقت کوئی دین رکھتا ہے، وہی اسلام ہے۔

جو کسی مذہب کو نہیں مانتا، نہ کسی رسول کا اقرار کرتا ہے اور نہ کوئی حکم (فرض یا واجب) مانتا ہے، حتیٰ کہ اللہ کی ذات پر بھی ایمان نہیں رکھتا ہے، وہ بھی مسلمان ہے۔

(۹) اِجماع حجت نہیں ہے۔ اصولِ فقہ اختراعی قواعد کا نام ہے، خالص اسلام سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔

(۱۰) احادیث کی کتابوں میں سے کوئی کتاب لائقِ اعتبار نہیں۔

(۱۱) ہر انسان، ہر اُس مسئلہ میں مجتہد بالذات ہے جو قرآن و حدیث میں منصوص نہیں ہے۔

(۱۲) گردن مروڑی ہوئی مرغی حلال ہے۔

(۳) اہلِ قرآن یا چکڑالوی

یہ فرقہ عبد اللہ چکڑالوی (م ۱۳۳۴ھ) کی طرف منسوب ہے۔ یہ ایک نیا مذہب ہے جو بیسویں صدی میں پیدا ہوا۔ یہ حدیث نبوی کا منکر ہے اور ایمان اور عمل بالقرآن کا مدعی ہے۔

۱۹۰۶ء میں شیخ نجم الغنی رام پوری نے اپنے لاہور کے سفر میں اس مذہب کے بانی مولوی عبد اللہ چکڑالوی سے ملاقات کی اور اُن سے کچھ کتب و رسائل حاصل کیے جن میں انھوں نے اپنے مذہب کے احکام لکھے ہیں۔ شیخ نجم الغنی رام پوری نے اُن میں سے

کچھ امور نقل کیے جن سے اُن کے عقیدے کی وضاحت ہوتی ہے۔ ہم اُن کے کچھ اقوال و بیانات یہاں ذکر کرتے ہیں:

(۱) نماز کا اس طریقہ پر ادا کرنا جو مسلمانوں کے نزدیک مشہور ہے اور اُس کے کلمات و تسبیحات اُن کے نزدیک کفر ہیں۔ انھوں نے اپنے متبعین کے لیے ایک نئی نماز وضع کی ہے جو مسلمانوں کی نماز کے برعکس ہے۔

(۲) جس حکم کی قرآن میں صراحت نہیں وہ لغو ہے، عمل کے قابل نہیں، اگرچہ احادیث معتبرہ یا تاریخ یا تواتر سے اُس کا کامل ثبوت موجود ہو۔

(۳) ہمارے رسول ﷺ کسی رسول و نبی سے افضل نہیں ہیں بلکہ سارے انبیا رتبہ میں برابر ہیں۔

(۴) وہ ذبیحہ جسے "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر ذبح کیا گیا ہو اُس کا کھانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ تکبیر قرآن میں وارد نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ قرآن کی کوئی آیت پڑھ کر جانور ذبح کیا جائے۔

(۵) حدیث پر ایمان لانا اور رسول کی اطاعت کرنا عذابِ الٰہی کو واجب کرتا ہے۔ شرك في العبادة کی طرح شرك في الحكم اعمال کو ضائع کرنے والا ہے۔ عمل بالحديث اہلِ مذہب کے لیے ایک پرانا مرض ہے۔

(۶) قرآن نے جس طرح محمد علیہ الصلاۃ والسلام کو رسول کہا ہے اسی طرح قرآن کو بھی رسول کہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" میں رسول سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ "اِذَا دُعُوْآ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" اور "مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" میں رسول سے مراد قرآن ہے۔

(۷) وہ مسجدیں جن میں حدیث و فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے وہ سب مسجد ضرار ہیں کیوں کہ وہ کتاب اللہ کو ضرر پہنچاتی ہیں۔ اس بات کا دعویٰ کرنا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، مسجدِ نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ہے۔ ایسے ہی جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور محلے کی مسجد میں ایک نماز کا ثواب پچیس نمازوں کے برابر ہے (یہ دعویٰ) باطل ہے۔ ان میں

سے قرآن میں کچھ بھی مذکور نہیں ہے، یہ فقط مولویوں کی ایجاد ہے۔

(۸) حدیث اور فقہ نے قرآن کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ایمان کے لیے کوئی شے اتنی مضر نہیں جتنی کہ تقلید۔ لوگوں میں قرآن فہمی کی محرومی نے اُن کے اندر اپنے ائمہ، راویوں اور بڑوں کی تقلید کا جذبہ پیدا کر دیا۔ کاش لوگ اپنی آنکھوں سے قرآن پڑھتے تو حق کو پا لیتے۔ مناسب نہیں ہے کہ لوگ بخاری و مسلم یا ابو حنیفہ و شافعی یا فخر الدین اور جلال الدین کی آنکھوں سے قرآن کا مطالعہ کریں، کیوں کہ اُنھوں نے قرآن کے ترجمہ اور تفسیر کو اُسی قالب میں ڈھالا ہے جس طور طریقے کی وہ پابندی کرتے تھے۔

(۹) یہ ممکن نہیں کہ کوئی اللہ کا خلیفہ ہو۔ آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ کہنا فحش غلطی اور صریح کفر ہے بلکہ آدم جن کے خلیفہ تھے۔

(۱۰) عرش، اللہ کی صفت قدیمہ ہے جیسے کہ تمام صفات۔

(۱۱) صدقہ مالِ غنیمت میں پانچواں حصہ ہے اور پاک کمائی کے مال میں دسواں حصہ ہے اور مشقت کی کمائی اور مشقت سے زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے اور ایسے ہی سونے اور چاندی میں دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور جو قرآن میں مالِ غنیمت سے ذوی القربیٰ کو دینے کی بات کہی گئی ہے تو ذوی القربیٰ سے مراد موکفۃ القلوب ہیں، رسول علیہ السلام کے قرابت دار نہیں۔

اِس فرقہ کے ماننے والے ہندوستان کے بعض اطراف مین پائے جاتے ہیں۔ اُن کو اپنے مذہب کی دعوت دینے میں بڑی دل چسپی ہے۔ انھوں نے اپنی کھوٹی عقلوں کے مطابق قرآن کی ایسی تفسیر گڑھ لی ہے جو نہ تواتر سے مستند ہے اور نہ دورِ صحابہ سے لے کر آج تک کسی نے ایسی تفسیر کی ہے۔ اُن کے مدارس اور مراکز بھی ہیں اگر چہ بہت کم ہیں۔

(۴) وہابیہ یا نجدیہ

یہ فرقہ محمد بن عبد الوہاب نجدی تمیمی کی طرف منسوب ہے۔ یہ ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں انتقال کر گیا۔ ابتداءً مدینہ میں علم حاصل کرتا تھا۔ اُس کی اصل بنی تمیم سے ہے۔ وہ مدینہ میں علم حاصل کرنے کے زمانے

میں مکہ آیا جایا کرتا تھا۔ اُس نے مدینہ کے بہت سے علما سے علم حاصل کیا تو اُن علما نے اُس کے اندر بے دینی اور گمرہی کو محسوس کرلیا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ شخص عن قریب گمراہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کو گمراہ کرے گا جو اللہ سے دور ہوا اور بد بخت ہوا۔ چنان چہ ایسا ہی ہوا اور علما کی فراستِ ایمانی نے خطا نہ کی۔ اس کے والد عبد الوہاب علماے صالحین میں سے تھے وہ بھی اپنے لڑکے محمد کے اندر اپنی فراستِ ایمانی سے الحاد و بے دینی محسوس کر رہے تھے۔ آپ اُس کی بڑی مذمت کرتے اور لوگوں کو اُس سے ڈراتے تھے۔ اُس کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب بھی اُس کی پیدا کردہ بدعتوں، گمراہیوں اور گندے عقائد سے نفرت کرتے تھے۔ انھوں نے اُس کے رد میں "اَلصَّوَاعِقُ الْاِلٰهِيَّة فِي الرَّدِّ عَلَى الْوَهَّابِيَّة" نامی ایک کتاب لکھی (یہ کتاب چھپ چکی ہے اور مکتبہ ایشق ترکی سے حاصل کی جاسکتی ہے)۔

ابتدا میں اُسے اُن لوگوں کے حالات کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا جنھوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، جیسے مسیلمہ کذاب، سجاح، اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ گویا وہ بھی اپنے دل میں نبوت کا دعویٰ رکھتا تھا۔ اگر اس دعویٰ کا اظہار ممکن ہوتا تو ضرور ظاہر کرتا۔ اُس نے اپنے متبعین سے کہا "میں تمھارے پاس ایک نیا دین لے آیا" اور یہ نیا دین اُس کے قول و فعل سے ظاہر ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اُس نے ائمہ کے مذاہب اور علما کے اقوال پر طعن کیا اور ہمارے نبی ﷺ کے دین میں سے سوائے قرآن کے اُس نے کچھ بھی قبول نہ کیا اور اُس کی بھی تاویل اپنے مطلب کے مطابق کی۔ دراصل اُس نے اُسے صرف ظاہراً قبول کیا تھا تا کہ لوگ اُس کی حقیقت سے واقف ہو کر اُس سے جُدا نہ ہو جائیں۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اور اُس کے متبعین اپنی خواہشات اور اپنی آرا کے مطابق قرآن کی تاویل کرتے تھے۔

وہ تفسیر انھیں منظور نہیں جو نبی ﷺ اور اُن کے اصحاب یا سلفِ صالحین اور ائمہ تفسیر نے کی ہے۔ وہ قرآن کے ماسوا نہ مانتا خواہ نبی ﷺ کی احادیث ہوں یا صحابہ، تابعین اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال۔ قرآن و حدیث سے ائمہ کے استنباط کو بھی تسلیم نہیں کرتا نہ ہی اجماع اور قیاسِ صحیح کا قائل ہے۔

وہ امام احمد (بن حنبل) رضی اللہ عنہ کے مذہب کی طرف نسبت کا بالکل جھوٹا دعویٰ کرتا تھا، جب کہ امام احمد اُس سے بری ہیں، اِسی لیے بہت سے معاصر علماے حنابلہ نے اُس کی تردید کی ہے اور اُس کے رد میں رسالے اور کتابیں لکھیں۔ حتی کہ اُس کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے بھی ایک رسالہ لکھا جس کا ذکر گزر چکا۔

اُس نے مسلمانوں کی تکفیر میں ان آیتوں سے استدلال کیا جو مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں، اُن کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا۔ امام بخاری نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خوارج کے بارے میں روایت کی ہے:

اِنَّھُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰی اٰیَاتٍ نُزِلَتْ فِیْ الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا فِیْ الْمُؤْمِنِیْنَ۔	وہ ان آیتوں کی طرف گئے جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں تو انھیں مسلمانوں سے متعلق کر دیا۔

اور بخاری کے علاوہ ایک دوسری روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ رَجُلٌ مُتَاَوِّلٌ لِلْقُرْاٰنِ یَضَعُہٗ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ۔	سب سے زیادہ خطرناک شخص جس سے مجھے اپنی امت پر اندیشہ ہے وہ ہے جو قرآن کا مطلب بیان کرے تو ایک جگہ کی بات دوسری جگہ بے موقع بیان کرے

چنانچہ یہ دونوں حدیثیں ابن عبدالوہاب اور اس کے متبعین پر صادق آتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ اپنے جاہل سے جاہل عاملوں کے پاس لکھا کرتا تھا کہ ”تم اپنی سمجھ کے مطابق اجتہاد کرو اور دیکھو جو اس دین کے لیے مناسب سمجھو ویسا حکم دو اور ان کتابوں کی طرف توجہ نہ دو، کیوں کہ اُن میں حق و باطل دونوں ہیں۔ اُس نے بہت سارے علما و صالحین اور عام مسلمانوں کو صرف اِس وجہ سے قتل کیا کہ اُنھوں نے اُس کے اختراعی مذہب کی موافقت نہیں کی۔

مذاہب اربعہ کے اکثر علما نے اس کے رد میں مبسوط کتابیں تصنیف کیں اور بعض نے تو خاص امام احمد اور ان کے ہم مذہب علما کے اقوال سے اُس کے رد کا التزام کیا ہے۔

ابتداءً ۱۱۴۳ھ میں اُس کا مذہب مشرق میں ظاہر ہوا اور ۱۱۵۰ھ کے بعد نجد اور

اُس کے دیہاتوں میں پھیل گیا۔ چناں چہ امیر درعیہ محمد بن سعود اُس کا تابع اور مددگار ہوگیا اور اُسی کو اپنے ملک کی توسیع اور اپنے حکم کے نفاذ کا ذریعہ بنالیا۔ تو اُس نے باشندگانِ دِرعیہ کو محمد بن عبدالوہاب کے اقوال کی تابع داری پر برانگیختہ کیا، جس کے نتیجے میں درعیہ اور اس کے اطراف و جوانب کے باشندے اُس کے تابع ہو گئے اور مسلسل عرب میں ایک محلے کے بعد دوسرا محلّہ اور ایک قبیلے کے بعد دوسرا قبیلہ اُس کی اطاعت میں داخل ہوتا رہا، یہاں تک کہ اُسے ایک قوت حاصل ہوگئی، تو عرب کے بادیہ نشین اُس سے ڈرنے لگے۔ وہ بادیہ نشینوں سے کہتا تھا کہ ''میں تمھیں توحید کی اور شرک چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں'' اور اُن سے اچھی اچھی باتیں کرتا اور وہ بے چارے جنگلی، انتہائی بے وقوف، دین کے معاملے میں بالکل کورے اُس کی چکنی چکنی باتوں میں آگئے۔ وہ اُن سے کہتا ''میں تمھیں دین کی طرف بلاتا ہوں اور روے زمین پر جتنے انسان ہیں سب کے سب مشرک ہیں، جس نے کسی مشرک کو قتل کیا اُس کے لیے جنت ہے'' تو بادیہ نشینوں نے اُس کا اتباع کرلیا اور اِن باتوں سے اُن کا دل مطمئن ہوگیا تو محمد بن عبدالوہاب کا مقام اُن کے درمیان ایسا ہی ہوگیا جیسے نبی اپنی امت کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ لوگ اُس کی حکم عدولی نہ کرتے، اُس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرتے، حد درجہ اُس کی تعظیم کرتے اور جب کسی انسان کو قتل کرتے تو اُس کا مال لے لیتے اور اُس میں سے پانچواں حصہ امیر درعیہ محمد بن سعود کو دیتے باقی اپنے درمیان تقسیم کرلیتے۔ وہ جہاں جاتا اُس کے ساتھ چلتے، وہ جو چاہتا اُس کی فرماں برداری کرتے اور امیر محمد بن سعود اُس کے احکام نافذ کرتا، یہاں تک کہ اُس کا ملک وسیع ہوگیا۔

محمد بن عبدالوہاب، درعیہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن خطبہ دیتا تو اپنے ہر خطبہ میں کہتا تھا ''جس نے نبی کو وسیلہ بنایا وہ کافر ہے''۔ ایک دن اس کے بھائی سلیمان نے اُس سے کہا کہ ''اے محمد بن عبدالوہاب! اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟'' اس نے کہا ''پانچ''۔ تو سلیمان نے کہا کہ ''تم نے تو چھ بنا دیے اور چھٹا رکن یہ ہے کہ جس نے تیرا اتباع نہ کیا وہ مسلمان نہیں ہے، یہ تیرے نزدیک اسلام کا چھٹا رکن ہے''۔

ایک مرتبہ ایک دوسرے شخص نے اُس سے کہا ''یہ تمھارا لایا ہوا دین متصل ہے یا

منفصل؟'' تو اُس نے جواب دیا کہ ''میرے مشائخ اور اُن مشائخ کے مشائخ جو چھ سو سال تک گزرے ہیں سب مشرک ہیں''۔ تو اس شخص نے کہا، ''تب تو تمھارا دین منفصل ہے نہ کہ متصل، یہ دین تو نے کس سے حاصل کیا ہے؟'' اُس نے جواب دیا، ''الہامی وحی سے جیسے کہ خضر (علیہ السلام)''۔ پھر اُس دوسرے شخص نے کہا، ''تب تو یہ بات صرف تجھ میں منحصر نہیں ہے۔ اس الہامی وحی کا دعویٰ تو ہر شخص کر سکتا ہے جیسے تم کر رہے ہو''۔ پھر اُس شخص نے سوال کیا کہ ''مسئلہ توسل پر تو اہلِ سنت کا اجماع ہے، یہاں تک کہ ابن تیمیہ بھی اس کا قائل ہے اس لیے کہ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ میں دو صورتیں ذکر کی ہیں اور یہ نہیں کہا ہے کہ توسل کرنے والا کافر ہے، بلکہ یہاں تک کہ رافضی، خارجی اور تمام نئے فرقے نبی ﷺ سے توسل صحیح مانتے ہیں تو اس کے سبب تکفیر کی کوئی وجہ نہیں ہے''۔ اس پر محمد بن عبدالوہاب نے کہا، ''عمر نے عباس کے وسیلے سے بارش طلب کی تھی، نبی ﷺ کے وسیلے سے کیوں نہیں طلب کی؟'' اِس جواب سے محمد بن عبدالوہاب کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عباس باحیات تھے اور نبی ﷺ وصال فرما چکے تھے تو ان کے وسیلے سے بارش نہیں طلب کی جاتی، تو اس شخص نے کہا کہ ''یہ تو تمھارے خلاف حجت ہے، عمر کا عباس کے وسیلے سے بارش طلب کرنا لوگوں کو یہ بتانے کے لیے تھا کہ استسقا اور توسل غیر نبی ﷺ سے بھی جائز ہے اور تم اِس بات کو کیسے حجت بنا رہے ہو کہ عمر نے عباس کے وسیلے سے بارش طلب کی۔ جب کہ وہی عمر اس حدیث کے راوی ہیں جس میں آدم نے نبی ﷺ کو اُن کے دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے ہی وسیلہ بنایا تو نبی ﷺ کو وسیلہ بنانا عمر اور اُن کے علاوہ صحابہ کے نزدیک مسلّم تھا۔ عمر کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو بتادیں اور سکھادیں کہ غیر نبی ﷺ کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے''۔ تو محمد بن عبدالوہاب ہکا بکا رہ گیا اور اپنے اندھے پن اور برے خیالات پر برقرار رہا۔

اُس کے برے خیالات میں سے یہ ہے کہ جب اُس نے لوگوں کو نبیِ کریم ﷺ کی زیارت سے منع کر دیا تو کچھ لوگ مقامِ ''احسا'' سے نکلے اور نبی ﷺ کی زیارت کی۔ اُن کی خبر اُس کے پاس پہنچی تو جب وہ لوگ زیارت کر کے واپس ہوئے اور ''درعیہ'' سے گزرے تو اُس نے اُن کی داڑھیاں منڈوا دیں پھر اُنھیں سواری پر الٹا بیٹھا کر ''درعیہ'' سے ''احسا'' پہنچادیا۔

وہ نبی ﷺ پر درود بھیجنے سے منع کرتا تھا، درود سننے سے اذیت محسوس کرتا تھا۔ شب جمعہ درود بھیجنے اور میناروں پر بلند آواز سے درود پڑھنے سے روکتا تھا اور جو ایسا کرتا اُسے سخت سزا دیتا تھا، یہاں تک کہ اُس نے ایک نابینا شخص کو قتل کر دیا جو خوش آواز نیکوکار مؤذن تھا۔ ابن عبدالوہاب نے اُسے اذان کے بعد منارہ میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے سے منع کیا تھا، لیکن وہ باز نہیں آیا اور نبی ﷺ پر درود بھیجا تو اُس نے اُس کو قتل کروا دیا۔ پھر اُس نے کہا کہ ''زانیہ کے گھر میں بدکاری اُس شخص کے گناہ سے بہت کم ہے جو میناروں میں بلند آواز سے نبی ﷺ پر درود بھیجے۔''

اُس نے درود شریف کی کتابیں جیسے ''دلائل الخیرات'' وغیرہ کو آگ لگا دی۔ وہ اپنے ماننے والوں کو فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے منع کرتا تھا۔ ان میں سے بہت سی کتابیں اُس نے جلا ڈالیں۔

ائمہٴ اربعہ کے بہت سے اقوال کے بارے میں وہ کہا کرتا تھا کہ یہ کچھ بھی نہیں اور کبھی بہ طور تقیہ یہ کہتا کہ ''ائمہ حق پر ہیں'' اور اُن کے متبعین علما پر طعن و تشنیع کرتا، جنھوں نے مذاہب اربعہ میں کتابیں تالیف کیں اور کہتا کہ یہ گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا، اور کبھی کہتا کہ شریعت تو ایک ہے، معلوم نہیں اِن علما کو کیا ہوا کہ انھوں نے چار بنا ڈالے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے اور اُس کے رسول ﷺ کی سنت، ہم صرف انھیں دونوں پر عمل کرتے ہیں اور مصری، شامی اور ہندی علما کی باتوں کی اقتدا نہیں کرتے۔ مصری، شامی اور ہندی علما سے اُس کی مراد وہ اکابر علماے حنابلہ ہیں جنھوں نے اُس کے ردّ میں کتابیں لکھی ہیں۔

حق کا ضابطہ اُس کے نزدیک وہ ہے جو اُس کی خواہش کے مطابق ہو، اگرچہ نصوص شرعیہ اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہو اور باطل کا ضابطہ یہ ہے کہ جو اُس کی مرضی کے خلاف ہو اگرچہ اُس پر نص صریح اور اُمت کا اجماع موجود ہو۔ وہ اپنی مختلف عبارتوں کے ذریعہ نبی ﷺ کی بڑی تنقیص کرتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ اُس کا مقصد توحید کی حفاظت ہے۔ اُس کے اقوال یہ ہیں:

(۱) نبی طارش (قاصد) ہے۔ اہلِ مشرق کی زبان میں طارش اُس شخص کو کہتے ہیں،

جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف پیام دے کر بھیجا جائے۔ اِس سے اُس کی مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کتاب لانے والے ہیں، یعنی اُن کا انتہائی مقام یہ ہے کہ وہ اُس قاصد کی طرح ہیں جس کو بادشاہ یا کوئی حاکم کسی معاملے میں لوگوں کے پاس بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اُس کا پیغام پہنچا دے، پھر لوٹ آئے۔

(۲) وہ کہتا تھا کہ میں نے واقعۂ حدیبیہ میں غور کیا تو اُس میں فلاں فلاں باتیں جھوٹ پائیں اور اِسی طرح کی دوسری باتیں کرتا، حتی کہ اُس کے متبعین بھی اُس کے مثل کرتے اور کہتے تھے، بلکہ اُس سے زیادہ قبیح باتیں کرتے اور اُسے بتاتے تو وہ خوش ہوتا اور بسا اوقات اُس کی موجودگی میں قبیح باتیں کرتے تو وہ پسند کرتا۔

یہاں تک کہ اُس کے بعض ماننے والے کہتے کہ ''میری یہ لاٹھی محمد سے بہتر ہے، اِس لیے کہ اِس سے سانپ وغیرہ مارنے میں مدد لی جاتی ہے اور محمد تو مر چکے ہیں (معاذ اللہ)، اُن سے کوئی فائدہ نہیں، وہ تو صرف ایک قاصد تھے اور وہ گزر گئے۔

(بعض وہابی مصنفین نے اِس قول کا انکار کیا ہے، لیکن یہ اُن کے عقائد کے لوازم سے ہے، کیوں کہ رسول کو پکارنا، اُن کو ندا دینا اور بعدِ وفات اُن سے نفع کی امید رکھنا اُن کے نزدیک شرک ہے اور لاٹھی سے فائدہ اٹھانا تو اُن کے نزدیک مسلم و متحقق ہے۔ تو اُن کے عقیدے کا حاصل یہی ہوا کہ عصا بروقت اور بہ حالت موجودہ اُس رسول سے بہتر ہے جو گزر گئے اور جن سے نفع کی کوئی امید نہیں، اُن کے انکار سے اُن کی براءت نہیں ہو سکے گی)

نبیِ کریم ﷺ نے ان خوارج کے بارے میں بہت سی احادیث میں خبر دی ہے۔ یہ احادیث علاماتِ نبوت سے ہیں، کیوں کہ اُن میں غیب کی خبریں ہیں اور یہ سب حدیثیں صحیح ہیں۔ اُن میں سے بعض احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں اور بعض اُن کے علاوہ کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْفِتْنَةُ مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ اِلَی الْمَشْرِقِ۔ — یعنی مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فتنہ یہاں سے اٹھے گا۔

اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

يَخرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰى فُوْقِهٖ سِيْمَا هُمُ التَّحْلِيْقُ اِنْتَهٰى۔	کچھ لوگ مشرق کی جانب سے نکلیں گے اور قرآن کی تلاوت کریں گے جو اُن کے حلق سے نیچے نہ اترے گا ، وہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں واپس نہ پلٹیں گے حتی کہ تیر سوفار (تانت) کی طرف پلٹے۔ اُن کی علامت سرمنڈانا ہے۔

(فوق فاء کے ضمہ کے ساتھ بہ معنی سوفار ہے)

اور تیسری حدیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا۔	اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت دے۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا	اے اللہ ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت دے۔
قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ فِيْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا، وَقَالَ فِيْ الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ،	لوگوں نے کہا، یارسول اللہ! اور ہمارے نجد میں؟ آپ نے دعا کی ، اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت دے اور تیسری بار فرمایا ، وہاں زلزلے اور فتنے ہیں، وہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے قول میں "سِيْمَا هُمُ التَّحْلِيْقُ" اس قوم پر نص ہے جو مشرق سے نکلی اور ابن عبدالوہاب کے ایجاد کردہ دین کے تابع ہوئی۔ اس لیے کہ وہ لوگ اپنا اتباع کرنے والوں کو سر منڈانے کا حکم دیتے تھے اور اتباع کر لینے کے بعد اُس کو اپنی مجلس سے اٹھنے نہ دیتے جب تک کہ اس کا سر نہ مونڈ دیتے۔ اور یہ بات اُس سے پہلے جتنے باطل فرقے ہوئے، کسی میں کبھی نہیں پائی گئی، تو یہ حدیث اِسی فرقہ کے بارے میں صریح ہے۔

علامہ سید علوی بن احمد بن حسن حداد باعلوی نے اس فرقہ کے ردّ میں "جلاء الظَّلام عَلَى النَّجْدِيِّ الَّذِيْ اَضَلَّ الْعَوَام" لکھی ہے۔ اُس میں وہ حدیث ذکر کی جو وادیِ بنی حنیفہ سے فتنہ کے نکلنے کی خبر دیتی ہے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ اس سے زیادہ صریح

اور واضح یہ ہے کہ یہ فریب خوردہ شخص، یعنی محمد بن عبدالوہاب بنی تمیم سے ہے تو اِس بات کا احتمال ہے کہ وہ "ذو الخویصرہ تمیمی" کی اولاد سے ہو جس کے بارے میں بخاری کی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِي هٰذَا أَوْ فِي عَقِبِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَأُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْإِسْلَامِ وَ يَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَ قْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

اس (ذوالخویصرہ تمیمی) کی نسل سے یا اُس کی اولاد سے ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھے گی، لیکن اُس کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائے گی جیسے تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے۔ وہ قوم اہلِ اسلام کو قتل کرے گی اور بت پرستوں کو چھوڑے گی۔ کاش میں اُس کو پالیتا تو ضرور قومِ عاد کی طرح قتل کرتا۔

تو یہ خارجی شخص مسلمانوں کو قتل کرتا تھا اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ اور ایک حدیث میں جو مشکوٰۃ المصابیح میں مذکور ہے، یہ ہے:

سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُحَدِّثُوْنَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُ كُمْ، فَاِيَّاكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يُفْتِنُوْنَكُمْ۔

آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ تم اپنے کو اُن سے دور رکھو اور اُن کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بنی تمیم کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ○ (الحجرات ۴)

بے شک وہ جو تمھیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، اُن میں اکثر بے عقل ہیں۔ (کنزالایمان)

اور انھیں کے بارے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی:

لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ○ (الحجرات ۲)

اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔ (کنزالایمان)

سید علوی حداد نے (جن کا ذکر ابھی ہوا) فرمایا کہ بنی حنیفہ کے بارے میں اور بنی تمیم اور وائل کی مذمت میں بہت کچھ وارد ہے اور دلیل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اکثر خوارج انھیں (بنی حنیفہ، بنی تمیم اور وائل) میں سے ہیں۔ اور یہ متکبر سرکش ابن عبد الوہاب انھیں میں سے ہے اور اُس باغی فرقہ کا سردار عبدالعزیز بن محمد بن سعود بن وائل انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا:

كُنتُ فِيْ مَبْدَءِ الرِّسَالَةِ اَعْرِضُ	میں زمانۂ رسالت کی ابتدا میں ہر سال موسم
نَفْسِيْ عَلَى الْقَبَائِلِ فِيْ كُلِّ	حج میں اپنے کو قبائلِ عرب کے سامنے پیش
مَوْسِمٍ وَلَمْ يُجِبْنِيْ أَحَدٌ جَوَابًا اَقْبَحَ	کرتا تھا تو کسی نے مجھے اتنا قبیح اور خبیث
وَلَا اَخْبَثَ مِنْ رَدِّ بَنِيْ حَنِيْفَةَ۔	جواب نہ دیا جتنا کہ بنی حنیفہ نے۔

(یہ اقتباس) اور خلاصہ شیخ الاسلام سید احمد بن زینی دحلان مکی شافعی کی کتاب "الدُّرَرُ السَّنِيَّةُ فِيْ الرَّدِّ عَلَى الْوَهَابِيَّة" سے ماخوذ ہے۔ شیخ الاسلام نے مدینہ منورہ میں ۱۳۰۴ھ میں انتقال فرمایا)

شیخ نجدی (ابن عبدالوہاب) نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب التوحید" رکھا۔ جب اُس نے حرم میں غارت گری کا ارادہ کیا تو اِس کا ایک خلاصہ لکھا اور اُسے علماے مکہ کے پاس بھیجا۔ علماے مکہ نے اُس کا ردّ لکھا جس کا نام انھوں نے "اَلْهِدَايَةُ الْمَكِّيَّة" رکھا۔ اُن دونوں کتابوں کو علامہ فضل رسول بدایونی نے اپنی کتاب "سیف الجبار" میں نقل کیا ہے ان کے بعض مندرجات عن قریب آئیں گے۔

ہندوستان میں وہابیت کا فروغ

مسلمانانِ ہند مذہبِ اہل سنت و جماعت پر تھے اور تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں ان کا مرجع شاہ ولی اللہ دہلوی مصنف "حجۃ اللہ البالغہ" اور اُن کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز دہلوی مصنف "تحفۂ اثنا عشریہ" با حیات تھے۔ اُن سے اُن کے زمانے کے بڑے بڑے علما کو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ مثلاً علامہ فضلِ حق بن علامہ فضلِ

امام خیر آبادی، مفتی رشید الدین، شیخ مخصوص اللہ اور شیخ محمد موسیٰ (مؤخر الذکر دونوں شیخ عبدالعزیز کے بھائی شیخ رفیع الدین کے لڑکے ہیں)، مفتی صدر الدین آزردہ اور شیخ منور الدین دہلوی وغیرہ۔

شاہ عبدالعزیز کے بھائی شاہ عبدالغنی کے گھر ۱۲ر ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انھوں نے ''محمد اسماعیل'' لکھا۔ اس کے بچپنے میں والد کا انتقال ہو گیا تو اس نے اپنے چچا شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی کی آغوش میں پرورش پائی۔ اُن سے درسی کتابیں پڑھیں اور اپنے دونوں چچا شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز سے بھی استفادہ کیا اور مدت دراز تک اُن کے ساتھ رہا۔

پھر رائے بریلی کے ایک ان پڑھ جاہل شخص سید احمد بن عرفان کی صحبت اختیار کی اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ۱۲۳۷ھ میں اُس کے ساتھ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ حج وزیارت سے فارغ ہو کر اُس کے ساتھ ہندوستان واپس آیا۔ اور اُس کے حکم سے دو سال تک شہروں اور دیہات میں سیر کی اور تلخیص شدہ ''کتاب التوحید'' کا ایک نسخہ اس کے ہاتھ آ گیا جو اُسے بہت پسند آیا۔ یہاں تک کہ اُس نے اُسی طرز پر ''تقویت الایمان'' نام کی ایک کتاب لکھی۔ جب شاہ عبدالعزیز اور اُن کے شاگردوں کو اُس کتاب کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اُسے ناپسند کیا اور اُس کی ملامت کی لیکن وہ اپنی بدعتوں سے باز نہیں آیا۔

اُس وقت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے اُنھوں نے فرمایا۔ اگر میں امراض واعراض میں مبتلا نہ ہوتا تو ضرور اُس کتاب کا ردّ لکھتا جیسے میں نے شیعوں کے ردّ میں ''تحفۂ اثنا عشریہ'' لکھی ہے۔ اُس دور کے علما میں سے کسی نے بھی اسماعیل دہلوی کی موافقت نہ کی سوائے شاہ عبدالحئی بڈھانوی کے جو سید احمد رائے بریلوی کے مرید تھے۔ وہ دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کرتے اور علما کو مناظرہ کی دعوت دیتے اور عوام کو اسماعیل کے اتباع پر برانگیختہ کرتے۔ اور عوام شاہ اسماعیل پر اس لیے اعتماد کرتے تھے کہ اُس کو شاہ ولی اللہ کے خاندان سے نسبت تھی۔ لہٰذا دہلی کے کچھ لوگ اُس کے مذہب کے موافق ہو گئے اور اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ خاندان کے لوگ شاہ اسماعیل کے عقائد سے بَری ہیں۔

''سیف الجبار'' میں ہے کہ شیخ مخصوص اللہ اور ان کے بھائی شیخ محمد موسیٰ پسران شاہ رفیع الدین اور شیخ رشید الدین اور علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہ مناظرہ کے لیے تیار ہوئے۔ اور ۱۹؍ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ منگل کے دن صبح کے وقت دہلی کی جامع مسجد میں پہنچے اور شاہ اسماعیل اور شاہ عبدالحیی بڈھانوی سے مباحثہ کیا تو یہ دونوں جواب سے عاجز رہے لیکن اپنی بدعتوں سے تائب نہ ہوئے۔ پھر شیخ مخصوص اللہ نے ''تقویۃ الایمان'' کے رد میں ''معید الایمان'' لکھی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے ''تَحْقِیْقُ الْفَتْوٰی فِی اِبْطَالِ الطَّغْوٰی'' تصنیف کی ان کے علاوہ اور علما نے بھی کتابیں لکھیں اور تقریر و تحریر، ہر طرح سے شاہ اسماعیل کے مقابلہ کے لیے تیار رہے۔ حتیٰ کہ وہ دہلی سے نکل گیا اور جہاد کا قصد کیا اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دی۔ اور اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کو امام اور امیر المومنین بنایا تو اُس کے گرد بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ لیکن اُس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام ٹھہرایا اور اُن کی حکومت کو امن و سلامتی کا گہوارہ بتایا۔ اور سکھوں کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے شکست کھا کر بھاگا اور سرحد کی طرف رُخ کیا اور افغانیوں کو سکھوں کے خلاف آمادۂ پیکار کیا۔ افغانی چوں کہ پہلے ہی سکھوں کی عداوت اور دشمنی سے پریشان تھے فوراً اکھٹا ہو گئے۔ لیکن شاہ اسماعیل اور سید احمد نے اُن کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ وہ رنجیدہ خاطر ہو گئے یہاں تک کہ ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور ۱۲۴۶ھ میں دونوں قتل کر دیے گئے۔ تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(۱) تاریخ تناولیاں مصنف مراد علی جو اُن جنگوں میں شریک اور موجود رہے۔

(۲) مقالات سر سید احمد۔

(۳) فریاد مسلمین مصنف محمد حسین بجنوری، مطبوعہ ۱۳۰۸ھ۔

(۴) حقائق تحریک بالاکوٹ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

(۵) امتیاز حق　　//　　//　　//　　//　　//　　//

شاہ اسماعیل کی تصنیفات یہ ہیں۔

(۱) صراط مستقیم بزبان فارسی۔

(۲) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح۔

(۳) منصب امامت۔

(۴) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین۔

(۵) رسالہ یک روزی۔

ابوالحسن علی ندوی نے محمد زکریا کاندھلوی کے حکم پر ''رسالۃ التوحید'' کے نام سے ''تقویۃ الایمان'' کا عربی میں ترجمہ کیا ہے جو پہلی مرتبہ ۱۳۹۴ھ میں مکتبہ ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہوا۔

﴿وہابیوں کے عقیدے﴾

(۱) اللہ تعالیٰ کے لیے جہت، مکان اور جسم ثابت ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت علو میں ہے ("الهدية السنية" تصنیف عبد العزیز بن سعود نجدی/ اس کے اردو ترجمہ کا نام ''تحفۃ الوہابیہ ہے'')

اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے اور عرش اُس کا مکان ہے اُس نے اپنے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں اور کرسی اُس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جہتِ علو و بلندی میں ہے۔ اُس کے لیے جہت کی بلندی ہے رُتبے کی بلندی نہیں۔ وہ عرش پر رہتا ہے اور ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس کے لیے دایاں ہاتھ، بایاں ہاتھ، قدم، ہتھیلی، انگلیاں، آنکھیں، چہرہ، اور پنڈلی وغیرہ تمام اعضا ثابت ہیں۔ (اَلِاحْتِواء عَلٰی مَسْئَلَةِ الِاسْتِوَاء تصنیف نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی)

ایضاح الحق تصنیف اسماعیل دہلوی ص۳۵ و ص۳۶ پر ہے:

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان وجہت و اثبات رویت بلا جہت ومحاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است۔	اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان اور جہت سے پاک ماننا (یا قرار دینا) اور بغیر جہت اور محاذات کے اللہ تعالیٰ کی رویت کو ثابت کرنا یہ ساری باتیں بدعات حقیقیہ سے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے:

اگر مراد از محال، ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقاے آں بر ملائکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد (رسالہ یک روزہ ص۱۴۵)	اگر کذب باری تعالیٰ کے محال ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ کذب ممتنع لذاتہ ہے اور تحت قدرت الٰہی داخل نہیں ہے تو یہ ہمیں تسلیم نہیں کہ اس مذکورہ معنی میں اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ کیوں کہ ایسے کلام کا مرتب کرنا جو واقع کے مطابق نہ ہو پھر فرشتوں اور نبیوں پر اس کا القا کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے۔ (کیوں کہ اکثر افرادِ انسان اس بات پر قادر ہیں کہ ایسا کلام مرتب کرلیں جو واقع کے خلاف ہو پھر اسے حاضرین پر پیش کردیں۔)

(۳) خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیا و اولیا کو وسیلہ بنانا کفر و شرک ہے۔ (عامۂ کتب وہابیہ)

(۴) جو نبی وغیرہ کو اپنا ولی جانے وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔

(''کتاب التوحید'' تصنیف شیخ نجدی)

یہ عقیدہ نمبر۴، اور مندرجہ ذیل عقائد ''کتاب التوحید'' کے اس مختصر نسخے سے ماخوذ ہیں جس کو (ابن عبدالوہاب) نے علماے مکہ کی خدمت میں بھیجا تھا اور انھوں نے ''الهداية المكية'' کے نام سے اُس کا رد کیا تھا۔ اُن دونوں کو ''سیف الجبار'' میں اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک جانب شیخ نجدی کی ''کتاب التوحید'' اور دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کی عبارتیں ہیں تو دوسری جانب اُس کے مقابل ''الهداية المكية'' کی عبارت ہے۔

(۵) جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ جب وہ نبی کا نام لیتا ہے تو نبی کو اُس کی خبر ہو جاتی ہے تو وہ مُشرک ہو گیا۔ یہ عقیدہ شرک ہے خواہ نبی کے ساتھ ہو یا ولی، فرشتہ، جن، یا بت یا تھان کے ساتھ ہو۔ خواہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ سننے کی قدرت اُسے بذات خود حاصل ہے یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے۔ ہر طریقہ سے مشرک ہو جاتا ہے۔ (کتاب التوحید)

(۶)　جس نے کسی نبی، ولی، یا اُس کی قبر یا اُس کے آثار و مشاہد یا اُس سے منسوب کسی چیز کے لیے سجدہ یا رکوع کیا، اس کے لیے مال خرچ کیا، نماز پڑھی، روزہ رکھا، ہاتھ باندھ کر سیدھا کھڑا ہوا، اُس کی طرف سفر کا ارادہ کیا، بوسہ دیا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلا، شامیانہ نصب کیا، پردہ لٹکایا، کپڑے سے چھپایا، وہاں اللہ سے دعا کی، مجاور بنا، اُس کے اَطراف کی تعظیم کی، یہ عقیدہ رکھا کہ غیر اللہ کا ذکر عبادت اور قربت ہے۔ اور مصیبت میں اُسے یاد کیا اور یا محمد، یا عبدالقادر، یا حداد، یا سمّان کہہ کر پکارا تو محض اُن اعمال کی وجہ سے وہ مشرک اور کافر ہو گیا۔ خواہ یہ عقیدہ رکھے کہ تعظیم کا یہ حق اُسے بذات خود حاصل ہے یا بہ عطائے الٰہی۔ (کتاب التوحید)

(۷)　جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی یا اپنے لڑکے کا نام عبدالرسول اور عبدالنبی رکھا یا غیر اللہ کے لیے نذر مانی یا غیر اللہ کے لیے صدقہ کیا یا یہ کہا کہ یہ نذر، اللہ اور اُس کے رسول کے لیے ہے اور صدقہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہے تو مشرک و کافر ہو گیا۔ (کتاب التوحید)

(۸)　جس نے کہا ''یا رسول اللہ میں آپ کی شفاعت کا طالب ہوں، اے محمد! میری حاجت برآری کے لیے اللہ سے دعا کیجیے، اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے اللہ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کے وسیلے سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور جس نے بھی رسول کو پکارا تو اُس نے شرکِ اکبر کیا۔ (کتاب التوحید)

(۹)　رسول اپنی حیات میں اپنے خاتمے کا حال نہ جانتے تھے تو بعد وفات ان مشرکین کا حال کیسے جانیں گے۔ (کتاب التوحید)

(۱۰)　جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ مخلوق کو عالم میں تصرف حاصل ہے یا اُس کو اپنا سفارشی جانے تو وہ مشرک ہے۔ اگرچہ اُسے اللہ سے کم تر اور اللہ کا مخلوق ہی مانے۔ (کتاب التوحید)

(۱۱)　اللہ کے نزدیک کسی شفیع کی شفاعت ممکن نہیں۔ رہی شفاعت بالاذن تو اُس کا حال یہ ہے کہ وہ اُن گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے نہ ہوگی جو بغیر توبہ کیے مر گئے اور نہ کبائر پر اصرار کرنے والے کے لیے۔ (ایضاً ملخصاً)

(نجدی نے کہا) شفاعت کی کیفیت یہ ہے کہ حکیم عادل جب بندے کو غیر کی بارگاہ میں نہیں بلکہ اپنی بارگاہ میں توبہ، ندامت، اور معافی کا خواستگار دیکھے گا تو اُس پر رحم کرے گا لیکن اُس کا ہر حکم اور ہر فعل عدل ہے۔ اُس میں ظلم وزیادتی کی آمیزش نہیں'' تو وہ بلا سبب معاف نہیں کرسکتا''۔ اگر وہ بلا سبب معاف کردے اور بخش دے تو عدل کا قاعدہ ٹوٹ جائے گا اور دیکھنے والوں کی نظر میں اُس کے فیصلے کی شان گھٹ جائے گی اور لوگ اُس سے جھگڑیں گے۔ تو اللہ جس کو چاہے گا اُس کو سفارش کی اجازت دے گا پھر وہ سفارش کرے گا تو وہ عادل حکیم درحقیقت اپنی رحمت سے معاف کردے گا اور ضابطۂ عدل کو برقرار رکھنے کے لیے ظاہر میں سفارش کرنے والے کی سفارش کے سبب معاف کرے گا۔ (کتاب التوحید)

اُسی مفہوم کو اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں بڑی طول طویل عبارت میں بیان کیا ہے اور ابوالحسن ندوی نے اُس کا عربی ترجمہ اُس سے زیادہ طویل کردیا ہے۔

(۱۲) تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے یوں ہی کسی کو پکارنا اور کسی کے نام کا ورد کرنا۔

(کتاب التوحید)

(۱۳) محمد کی قبر، اُن کے غزوات کے مقامات، اُن کے آثار کی مسجدوں اور کسی نبی یا ولی کی قبر اور تمام بتوں کی طرف سفر کرنا، یوں ہی محمد کی قبر کا طواف کرنا، اُس کے حرم کی تعظیم کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا وغیرہ شرک اکبر ہیں۔ (ایضاً)

(۱۴) اللہ کے علاوہ کسی کے نام پر کسی جانور کی تعیین کرنا شرک اکبر ہے۔ اس میں وہ جانور بھی داخل ہے جس کو لوگ آنے والے کی ضیافت میں ذبح کرتے ہیں، اگرچہ اللہ کے نام سے ذبح کریں۔ (ایضاً)

اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں انھیں مذکورہ عقیدوں کو ذکر کیا ہے اور مختلف مقامات پر اِس سے زیادہ بُری اور ناپاک عبارتیں لکھی ہیں اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔

چنان چہ لکھتا ہے:

''بہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کی شان کے آگے

چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۱۶)

مترجم ابوالحسن علی ندوی نے اُس کی بعض ناپاک عبارتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں اُسلوبِ بیان اور الفاظ وتعبیرات کو بدل ڈالا اور بہت حذف واضافہ بھی کیا۔ یہاں تک کہ کتاب بعض مقامات پر اپنے اصلی معنی سے نکل گئی اور یہ کام اُن اعتراضات کو مدِ نظر رکھ کر کرنا پڑا جو علماء اہلِ سنت نے کتاب پر وارد کیے تھے۔

تقویۃ الایمان اُسی وقت سے محلِ نقد ونظر رہی جب پہلی مرتبہ شائع ہوئی اور اُس نے مسلمانوں کے درمیان بڑا جھگڑا اور اختلاف پیدا کردیا، اِسی لیے انگریز حکومت نے اسماعیل دہلوی اور اس کے پیر سید احمد رائے بریلوی کی مدد کی اور مسلمانوں کے درمیان تفریق وانتشار کو باقی رکھنے کے لیے کتاب کے نسخے مفت تقسیم کیے۔ جیسا کہ شیخ ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی کتاب ''شاہ اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان'' میں بیان کیا ہے اور اُن دونوں (پیرومرید) نے انگریزوں سے جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کردیا، جیسا کہ مرزا حیرت دہلوی نے ''سیرت اسماعیل'' میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۱۵) صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ وخر خود است۔	نماز میں پیر یا کسی بڑے بزرگ کا تصور کرنا خواہ رسول ﷺ ہی کا تصور کیوں نہ ہو اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔

(صراط مستقیم تصنیف شاہ اسماعیل دہلوی)

﴿ہندوستان کے وہابی جو اسماعیل دہلوی کے تابع ہیں دو فرقوں میں بٹ گئے﴾

(۱) اہلِ حدیث:- یہ فرقہ، اہلِ قرآن کی طرح فقہ اور تقلید کا منکر ہے اور اتباعِ سنت کا مدعی۔ یہ فرقہ عقائد میں وہابیۂ نجد اور وہابیۂ ہند کا ہم نوا ہے اس لیے اس فرقہ کو وہابی کہا جانے لگا۔ لیکن اس نے اس نام کو ناپسند کیا اور اپنا نام ''محمدیہ'' رکھ لیا اور جب اُس کے مخالفین نے کہا کہ یہ تو محمد بن عبدالوہاب کی طرف نسبت ہے تو اس نے اپنا نام بدل کر ''اہلِ حدیث'' رکھ لیا، جیسے چکڑالوی فرقہ نے اپنا نام ''اہلِ قرآن'' رکھ لیا۔ نجدیوں کی طرف میلان کے باعث اور انھیں اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اب یہ لوگ اپنے کو سلفی

کہنے لگے، کیوں کہ عرب میں نجدیوں کی حکومت ہے اور وہ صاحبِ ثروت ہیں، وہ اپنے ہم عقیدہ لوگوں پر بے دریغ دولت صرف کرتے ہیں۔

ہندوستان میں اِس فرقہ کے پیشوا ''نذیر حسین دہلوی''، ''صدیق حسن قنوجی بھوپالی'' اور ''نواب وحید الزماں'' وغیرہ ہیں۔ ہندو پاک میں اِن کے بہت سے مدارس، مراکز اور مساجد قایم ہیں جن کی کثیر تعداد کو حکومت سعودی عرب مدد فراہم کرتی ہے۔

(۲) دیو بندی:- یہ فرقہ مدرسہ دیو بند کی طرف منسوب ہے۔ اسماعیل دہلوی کے اتباع کا مدعی ہے۔ ''تقویۃ الایمان کی تعلیمات کو قبول کرتا ہے، فقہ میں امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے اور اُن کی تقلید کرتا ہے۔ تصوف و طریقت کو مانتا ہے اور سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتا ہے۔

اِس فرقہ کے پیشوا ہندوستان میں رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد امیٹھوی سہارن پوری، محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، محمد الیاس کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت، محمد زکریا کاندھلوی، حسین احمد ٹانڈوی مدنی، حبیب الرحمان اعظمی اور استاذ ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی وغیرہ ہیں۔

ہندوستان میں اِس کے مراکز دار العلوم دیو بند، مظاہر العلوم سہارن پور، دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ ہیں اور اِن کے علاوہ دوسرے مدرسے اور ادارے ہیں جو ہندو پاک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

دیو بندیوں کے دو متضاد مذہب ہیں اور دو الگ الگ طریقے ہیں۔ ایک مذہب انبیا اور اولیا سے متعلق ہے۔ اُن کے بارے میں دیو بندیوں کا عقیدہ وہی ہے جو وہابیہ کا ہے اور دوسرا مذہب دیو بندی علما و اکابر سے متعلق ہے، اُن کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ غیب جانتے ہیں، کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور اپنی حیات میں اور بعد وفات بھی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔ وہ اُن سے توسل اور استغاثہ بھی جائز اور درست مانتے ہیں۔

جب اہلِ سنت کا کوئی فرد انبیا اور اولیا سے توسل کرتا ہے یا مدد طلب کرتا ہے تو اُن پر شرک کا حکم لگاتے ہیں اور دلیل میں ہر وہ بات پیش کرتے ہیں جو شیخ نجدی نے

''کتاب التوحید'' میں اور اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں لکھی ہے اور جب اپنے پیر اور اکابر کے پاس یا اُن کی قبروں کے پاس پہنچتے ہیں تو اپنی حاجت بر آری کے لیے اُن سے استعانت کرتے ہیں۔

یہی حال اُن کے طریقے کا ہے۔ ممالکِ عربیہ وغیرہ میں جب اہلِ سنت کے کسی ایسے فرد سے ملتے ہیں جو غلبہ اور دولت والا ہو تو اُس سے کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ ہم تصوف، طریقت اور توسل کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اموات صالحین سے استعانت کرتے ہیں، ہم مذہباً حنفی ہیں اور مشرباً نقشبندی، یا چشتی یا قادری ہیں۔ اور جب وہ وہابیہ سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کے عقیدے سے متفق ہیں، اہلِ بدعت اور خرافات کا ردّ کرتے ہیں اور ہم ہندوستان میں ہمیشہ اُن سے مناظرہ کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کے اِس فریب اور تقیہ کے باعث حال یہ ہے کہ جو اُن کا راز اور اُن کی حقیقت نہیں جانتا وہ اُن کے جال میں پھنس جاتا ہے اور اُن کو اپنا ہم مذہب سمجھنے لگتا ہے۔ لہٰذا اُن کا فتنہ سب سے بڑا اور اُن کی مکاری بہت سخت ہے۔

اُن کی کتابیں (سوانح قاسمی، اشرف السوانح، ارواح ثلاثہ یا حکایات اولیا، امداد المشتاق، تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل وغیرہ) دیوبندیوں کے وفات یافتہ علما اور اکابر سے استعانت، کائنات میں اُن کے تصرفات کے ثبوت، مشکلات میں اُن کی امداد، زندہ کرنے اور مار ڈالنے اور شفا دینے پر اُن کی قدرت کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ فضیلۃ الشیخ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کی کتابوں کے حوالہ سے اپنی کتاب ''زلزلہ'' اور ''زیر و زبر'' میں ذکر کیا ہے۔ (زیر و زبر، زلزلہ کے جواب میں شائع ہونے والی کتابوں کا ردّ ہے) اور پاکستان کے فرقۂ حدیثیہ کے ایک شخص نے اس سے اپنی کتاب ''الدیوبندیہ'' میں نقل کیا ہے۔

ابو الحسن علی ندوی نے کتاب مذکور (الدیوبندیہ) کا اپنی کتاب ''اَضْوَاء عَلٰی الْحَرَکَاتِ وَ الدَّعْوَاتِ الدِّیْنِیَّۃ...... فِی الْھِنْدِ ......'' میں ردّ کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ علمائے دیوبند ہمیشہ اہلِ بدعت و خرافات (یعنی اہلِ سنت) سے نبرد آزما ہوتے رہے اور

مختلف میدانوں میں اُن سے مناظرہ کرتے رہے اور وہ اہلِ توحید ہیں۔ لیکن اُن سے یہ نہ ہوسکا کہ اُن شواہد اور جوابوں کا ردّ کریں جو مؤلف ''الدیوبندیہ'' نے مُردوں سے استعانت کے باب میں ذکر کیے ہیں اور نہ کسی ایسی تاویل کی طرف اشارہ کرنے کی جرأت کرسکے جس سے اُن کے عقیدے اور عمل کا اختلاف اور انبیا و اولیا کی شان میں اور اپنی جماعت کے شیوخ و اکابر کی شان میں تضاد بیانی کا الزام اٹھ سکے۔

ایسے ہی ان کے علاوہ ایک اور ندوی بھی اس کے ردّ کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اُن سے بھی یہ تضاد رفع نہ ہوا بلکہ انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ اہلِ حدیث (غیر مقلدین) بھی اُس طرح کے تناقض و تضاد میں مبتلا ہیں۔ اور حوالے میں صدیق حسن بھوپالی وغیرہ کی کتابوں کو پیش کیا جن میں توسل و استعانت کا ثبوت موجود ہے اور وہابیہ کی جانب نسبت سے انکار بھی مذکور ہے۔ اِس طرح یہ ثابت کیا کہ دیوبندی اور اہل حدیث دونوں اپنے اپنے افکار و عقائد میں تضاد کا شکار ہیں اور یہ جرم فقط دیوبندیوں میں منحصر نہیں ہے۔

﴿ دیوبندیوں کے کچھ عقائد وہابیوں کے ایجاد کردہ عقائد سے بدتر ہیں ﴾

(۱) خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد نئے نبی کا آنا ممکن ہے۔ اس موضوع پر بانی مدرسہ دیوبند ''محمد قاسم نانوتوی'' نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں لکھا ہے اور خاتم النبیین کے اُس معنیٰ کا انکار کیا ہے جو دورِ صحابہ سے آج تک مشہور و معروف رہا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ:

> ''سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔'' (تحذیر الناس ص۳)

> ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص۲۸)

نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب میں اس کی تفصیل کی ہے اور مدعیٔ نبوت غلام احمد قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے قادیانی تحذیر الناس کی عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔

(۲) اُن کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول اعلم الاولین والآخرین ﷺ سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔ خلیل احمد سہارن پوری مصنف "بَذْلُ الْمَجْهُودِ شَرْحِ أَبِي دَاوُدَ" اور رشید احمد گنگوہی نے ''براہین قاطعہ'' میں لکھا ہے:

''شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔'' (براہینِ قاطعہ ص ۵۱)

(۳) رسول اللہ ﷺ کے علم کو حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دے کر اُن کی توہین کرنا۔ چنان چہ اشرف علی تھانوی نے ''حفظ الایمان'' میں لکھا ہے:

''اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اِس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان ص ۸)

اس کتاب کی عبارت "اَلْمُسْتَنَدُ الْمُعْتَمَدُ" میں مذکور ہے اور اس سے "حُسَامُ الْحَرَمَيْنِ عَلَى مَنْحَرِ الْكُفْرِ وَالْمَيْنِ" میں بھی نقل کی گئی ہے۔

(۴) ''انبیا اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ رہا عمل، اِس میں بسا اوقات بہ ظاہر امتی مساوی ہو جاتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(تحذیر الناس ص ۵ مصنفہ قاسم نانوتوی)

(۵) تمام برائیوں کے ارتکاب پر اللہ کی قدرت کو ثابت کرنا۔ اسماعیل دہلوی نے تو صرف جھوٹ پر اللہ کی قدرت کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر نہ ہو تو لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت رب کی قدرت سے بڑھ جائے۔'' اس دلیل کو سیکھ کر محمود حسن دیوبندی نے اپنا یہ عقیدہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ تمام قبائح اور برائیوں کے ارتکاب پر قادر ہے۔ (جَهْدُ الْمُقِلُّ ص ۴۱ محمود حسن)

(۶) نبی علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔ (براہین قاطعہ)

(۷) ہر روز نبی ﷺ کی ولادت کا ذکر تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا

ہر سال کرتے ہیں، یا مثلِ روافض کے کہ نقلِ شہادت اہلِ بیت ہر سال مناتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ (اہلِ سنت) ہنود و روافض سے بڑھ کر ہوئے کہ وہ تاریخ معین پر کرتے ہیں اور اِن کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔

(براہین قاطعہ، خلیل احمد و رشید احمد)

رہا ''تقویۃ الایمان'' کا تعارض، تو اس کا ارتکاب اُس کے مصنف اسماعیل دہلوی نے بھی کیا ہے چنان چہ اُس نے اپنی کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں اولیا کے مراتب و درجات کا ذکر کیا۔ پھر کہا کہ ''ان بلند مراتب اولیاء اللہ کو عالمِ مثال اور عالمِ شہادت میں تصرف کرنے کا اذنِ مطلق حاصل ہوتا ہے۔ یہ بلند مرتبہ قدرت و اختیار والے اِس بات کے مستحق ہیں کہ تمام امور کو اپنی جانب منسوب کر لیں۔ مثلاً اُن کو حق حاصل ہے کہ وہ کہیں کہ ''ہماری حکومت فرش سے عرش تک ہے۔'' اور کہا کہ اِس جماعت کے اکابر اولیا اُن مدبر الامور فرشتوں کے زمرے میں شمار کیے جاتے ہیں جن کو ملأ اعلیٰ سے تدبیرِ امور کے سلسلے میں الہام ہوتا ہے اور اُن امور کو انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اُن ملائکِ عظام کے احوال پر اِن اولیاے کرام کا قیاس کیا جانا مناسب ہے۔

اور اولیا کے طبقات کے متعلق کہا ہے کہ ''اس شان کے اولیا جب منتخب ہو جاتے ہیں تو اُن کے تین طبقے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک جماعت وہ ہے جو اپنے منصب کی بلندی کا لحاظ کر کے رفعِ مصائب اور حلِ مشکلات کی جانب متوجہ نہیں ہوتی۔ اگر چہ حاجتوں کے پیش کرنے کا منصب اُنھیں حاصل ہے کیوں کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور اُن کا پناہ مانگنا واجب القبول ہوتا ہے۔

(۲) دوسری جماعت حاجتوں کے پیش کرنے، مشکلات کے حل کرنے اور شفاعتوں کی کوشش کرنے میں منہمک ہوتی ہے۔

(۳) تیسری جماعت وہ ہے جس کے دل میں مشکلات کے حل کرنے اور ضرورت مندوں کی شفاعت کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے لیکن زبان سے کچھ نہیں کہتی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دعاے حالی کو قبول فرماتا ہے اور اُنھیں بلکہ محافلِ قرب کے تمام اولیاے عظام کو مطلع کرتا ہے کہ یہ امر صرف اُن کی رضامندی اور اُن کی دلی خواہش پوری کرنے کے واسطے پیدا

کیا گیا ہے۔(صراط مستقیم از اسماعیل دہلوی)

اُس نے اپنے پیر ''سید احمد رائے بریلوی'' کے لیے ولایت کا اعلیٰ مرتبہ ثابت کیا ہے بلکہ اُس کو نبی یا انبیا کا شریک گردانا ہے۔ اُس کے بارے میں لکھتا ہے کہ ''طریقِ نبوت کے کمالات اُن کے لیے اچھی طرح ظاہر ہوئے اور تربیت یزدانی و عنایتِ ربانی بلا واسطہ اُن کے حال کی ضامن ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک دن اللہ نے اُن کا داہنا ہاتھ اپنے دستِ قدرت سے پکڑا اور انوارِ قدسیہ میں سے کچھ اُن پر پیش کیا جو نہایت بلند اور نادر تھے اور فرمایا کہ ''میں نے تمھیں یہ دیا اور عن قریب دوسری چیزیں بھی عطا کروں گا'' یہاں تک کہ ایک شخص نے اُن سے بیعت کی درخواست کی تو شیخ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور استفسار کیا اور اجازت چاہی کہ اِس معاملے میں تیری مرضی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ جس نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی اگر چہ وہ لاکھوں لاکھ ہوں میں سب کی کفایت کروں گا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اُن سے ایسے سیکڑوں واقعات صادر ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ طریقِ نبوت کے کمالات کی اعلیٰ بلندی پر فائز ہو گئے۔

(سید احمد کو نسبت قادریہ، نسبت نقش بندیہ اور نسبت چشتیہ کیسے حاصل ہوئی؟ اس کی تفصیل شاہ اسماعیل دہلوی نے یوں بیان کی ہے کہ)

''حضرت غوث الثقلین اور حضرت بہاء الدین نقش بند کی روحوں میں ایک مہینے تک جھگڑا رہا کہ دونوں سید احمد کو اپنی طرف کھینچ لینا چاہتے تھے۔ ایک مہینے کے بعد شرکت پر صلح ہوئی۔ ایک دن دونوں کی روحیں سید احمد پر ظاہر ہوئیں اور ایک پہر تک دونوں نے بہ نفس نفیس پوری توجہ اور تاثیر فرمائی کہ اسی ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت سید احمد کو حاصل ہو گئی۔ اور نسبتِ چشتیہ اس طرح حاصل ہوئی کہ ایک دن سید احمد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر مراقب ہوئے، اُن کی روح سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے پوری توجہ فرمائی اس سبب سے انھیں نسبتِ چشت حاصل ہو گئی۔ اور بیان کیا ہے کہ حبِ عشقی کا انجام ربِ ذوالجلال کے جمال کا مشاہدہ اور دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہونا ہے۔ اولیا کے ایک طبقہ کا ذکر یوں کیا ہے کہ ''کہا جا سکتا ہے کہ یہ اولیا انبیا کے شاگرد ہیں، بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ انبیا کے ساتھی اور ہم استاذ

ہیں اور اُن کو انبیا سے وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائی کو بڑے بھائی سے۔"

اِس طرح کی بہت سی ایسی باتیں کی ہیں جو پورے طور پر "تقویۃ الایمان" اور "کتاب التوحید" کی عبارتوں سے متعارض ہیں۔ اِس کے باوجود وہابیہ میں سے کسی نے بھی اُس پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں لگایا۔ بلکہ اُس کی امامت و پیشوائی کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

وہابیہ کے لیے شیخ نجدی کی حیات میں نمونہ تھا کہ اُس نے چھ سو سال تک کے اپنے مشائخ اور مشائخ کے مشائخ پر کفر و شرک کا حکم لگایا ہے مگر وہابیہ نے اِس معاملے میں اُس کی پیروی نہیں کی۔ قابلِ غور ہے کہ اِس زمانے کے نجدی شیخِ نجدی کے عقائد سے کچھ منحرف ہو گئے ہیں، جس کا سبب وہ لاجواب اعتراضات ہیں جو اہلِ سنت نے شیخ نجدی کے عقیدے پر وارد کیے ہیں۔ موجودہ نجدی کہتے ہیں کہ "انبیا کو اللہ کے بتانے سے بعض غیوب کا علم حاصل ہے" اور شیخ نجدی نے انبیا کے لیے علمِ غیب کا بالکل انکار کیا ہے۔ اِسی طرح وہابیہ اِس بات کو جائز کہتے ہیں کہ انسان امورِ عادیہ میں زندوں کا وسیلہ حاصل کرے، اُن سے سفارش کرائے اور اُن سے مدد لے اور اُن کے لیے ایسے امور میں تصرف کی قوت کا عقیدہ رکھے۔ لیکن مُردوں سے توسّل و استعانت تو مطلقاً شرک ہے خواہ وہ نبی سے ہو یا سید الانبیا سے ہو، خواہ معمولی امر میں ہو۔ گویا اُن کا خیال ہے کہ زندہ شخص تصرف کی قوت حاصل ہونے کے سبب امورِ عادیہ میں اللہ کا شریک ہو سکتا ہے اس لیے کہ امرِ عادی میں اُسے تصرف کی قوت حاصل ہے اور مُردوں کا کسی چیز میں اللہ کا شریک ہونا ممکن نہیں۔

اور اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی شخص خواہ زندہ ہو یا مُردہ، کسی بھی امر میں خواہ معمولی ہو یا غیر معمولی، چھوٹا ہو یا بڑا، دشوار ہو یا آسان اللہ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ بادشاہت اور حکم سب کا سب ایک اللہ کے لیے ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔

وہابیہ نے شرک کا معنی سمجھنے میں غلطی کی ہے اور اُس معنی کے متعین کرنے میں بھی جس کی وجہ سے قرآن نے بت پرستوں پر شرک کا حکم لگایا ہے اور انھوں نے اِسنادِ حقیقی اور اِسنادِ مجازی کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا اور شرک کے معنی کو اتنا وسیع کر دیا کہ وہ

حرام بلکہ مکروہ، بلکہ مباح و مندوب، بلکہ واجب و فرض کو بھی شامل ہو گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر کہا، حتیٰ کہ فرشتے اور انبیا کو نہ چھوڑا بلکہ اُن کے شرک کا حکم اللہ جلّ جلالہ تک پہنچ گیا۔

ائمہ اور علمائے امت کی صراحت کے مطابق شرک کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) کسی کو واجب الوجود ہونے میں اللہ کا شریک ثابت کرنا (شرک ہے) جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔

(۲) یا کسی کو مستحقِ عبادت ہونے میں اللہ کا شریک ثابت کرنا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے

(۳) یا کسی کو اللہ کا شریک بنانا اِس معنی کے اعتبار سے کہ اُس کے لیے امر و اختیار کا ثبوت مستقل اور بالذات ہے۔

تو جس نے مخلوق میں سے کسی کو مستحقِ عبادت گمان کیا یا اس کو واجب الوجود جانا یا اس کو اپنے وجود یا صفات میں سے کسی صفت یا کسی قوت میں مستقل بالذات تصور کیا، اُس نے یقیناً شرک کیا۔ اگر چہ اسے کسی معمولی سے معمولی معاملے میں ہی مستقل اور مختار بالذات مانے مثلاً اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے اور سننے یا دیکھنے میں یا کسی ذرّے کو حرکت دینے میں یا کسی غم زدہ کی فریادرسی کرنے میں یا کسی مصیبت زدہ یا مظلوم کی مدد کرنے میں، یا کسی فقیر کو دولت مند بنانے میں وغیرہ خواہ وہ جس کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے زندہ ہو یا مُردہ، انسان ہو یا جن، فرشتہ ہو یا نبی، حیوان ہو یا جماد۔ ایسے ہی جو شخص کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مستحقِ عبادت ہے تو وہ مشرک ہے۔ اگر چہ اُس (مخلوق) کو کائنات کا خالق اور بالذات تصرف کرنے والا نہ مانے۔

بت پرستوں کا کفر یہ ہے کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ بت ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے اِس لیے یہ عبادت کے مستحق ہیں اور اِن کی عبادت کے بغیر اللہ کی عبادت صحیح نہیں ہے کیوں کہ اللہ انتہائی بلند ہے تو ہم کیسے اُس کی عبادت کر سکتے ہیں؟ اس لیے ہم اِن بتوں کو پوجتے ہیں تاکہ یہ ہمیں بارگاہِ خداوندی تک پہنچا دیں لیکن کوئی عاقل مسلمان یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی نبی یا کوئی ولی مستحقِ عبادت ہے اور اُس کی پرستش کو

ملائے بغیر خدا کی عبادت نہیں ہوسکتی۔ اور نہ کوئی عاقل مسلمان یہ گمان کرتا ہے کہ کسی نبی یا ولی کو قدرت مستقلہ حاصل ہے تو جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو کوئی مسلمان مشرک نہ ہوگا، ہاں اپنے کسی خیال میں کاذب وخطا کار ہوسکتا ہے جیسے اُس نے کسی کے لیے کسی کام کی ایسی قوت مان لی جو اُس میں نہیں ہے تو یقیناً کاذب وخطاوار ہوگا۔ مثلاً یہ گمان کرلیا کہ پتھر بغیر کسی محرّک کے آسمان کی طرف بلند ہوسکتا ہے اور اللہ نے بغیر بلند کرنے والے کے اس میں بلند ہونے کی قدرت پیدا کردی ہے تو اُس کا یہ گمان کاذب و باطل ہے لیکن شرک نہیں ہے کیوں کہ اُس نے قدرتِ مزعومہ کی نسبت خالق جلّ و علا کی جانب کی ہے۔

لیکن مسلمانوں کا انبیاواولیا کی طرف کسی امرِ واقع کی نسبت کرنا تو یہ بہ طریقِ مجاز ہوتا ہے اور یہ اِسنادِ مجازی عرف، قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسے:

اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ (فصلِ بہار نے سبزی اگائی)، شَفَى الطَّبِيْبُ الْمَرِيْضَ (ڈاکٹر نے مریض کو شفا دی)، نَفَعَنِيَ الدَّوَاءُ (دوا نے مجھے فائدہ پہنچایا)، اور ضَرَّنِيَ الْغِذَاءُ (غذا نے مجھے نقصان پہنچایا) اِن کے قائل کا مسلمان ہونا اِس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں اِسنادِ مجازی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ۝ (سورہ زمر آیت ۴۲) — اللہ جانوں کو اُن کی موت کے وقت وفات دیتا ہے۔

اور......:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ۝ (السجدۃ آیت ۱۱) — تم فرماؤ تمھیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔

ان آیتوں میں ایک جگہ وفات دینے کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور دوسری جگہ ملک الموت کی طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں جگہ اِسنادِ حقیقی نہیں بلکہ پہلی جگہ حقیقی اور دوسری جگہ مجازی ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام کا وہ قول جو انھوں نے حضرت مریم سے کہا تھا۔ قرآن میں یوں مذکور ہے:

لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا۔(مریم آیت ۱۹)　　تا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔

ایسے ہی......:

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا۔(مزمل آیت ۱۷)　　اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

اور زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔(انفال آیت ۲)(اس نے ان کے ایمان کو ترقی دی) وغیرہ بہت سی مثالیں قرآن وحدیث اور اسلاف کے محاوروں میں موجود ہیں۔

رہا عادی اور غیر عادی کا فرق، تو یہ بے معنی ہے اور اُن کی تعیین بھی مشکل ہے، کیوں کہ زمین سے آسمان تک کی مسافت کا طے کرنا فرشتوں کے لیے عادی ہے اور انسان کے لیے غیر عادی زمین کے دور دراز گوشوں میں بغیر سواری کے سفر کرنا انسان کے لیے غیر عادی ہے اور جن کے لیے عادی ہے۔ روے زمین کو کفِ دست کی طرح دیکھنا ملک الموت کے لیے عادی ہے اور انسان کے لیے غیر عادی۔ جس نے انسان کے لیے ایسا امر ثابت کیا جو فرشتے اور جن کے لیے ہے تو اُس نے انسان کو فرشتوں اور جن کی قدرت میں شریک کیا نہ کہ اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ کیوں کہ اُس نے انسان کے لیے اِس قدرت کو اللہ کے دینے سے تسلیم کیا ہے اور اللہ کی قدرت مستقل اور بالذات ہے، کسی کی دی ہوئی نہیں ہے۔ اور انسان، فرشتے اور جن کو یہ قدرت اللہ کے عطا کرنے سے حاصل ہے تو اِس میں شرک کہاں ہوا؟ زیادہ سے زیادہ کذب ہوگا۔ جب کسی انسان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ نے اُس کو یہ قوت عطا کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اُسے یہ قوت عطا نہیں کی ہے اور اِس گمانِ کاذب کا کفر ہونا لازم نہیں ہے۔ ہاں بعض مقامات پر نصوص قطعیہ کی تکذیب کے سبب کفر ہوگا نہ کہ شریک کرنے کے سبب۔ مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ نے فلاں کو نبوت یا رسالت عطا کی یا اُس پر وحیِ نبوت نازل فرمائی یا کسی فرشتے یا نبی کے واسطے کے بغیر اُسے ہم کلامی کا شرف بخشا جیسا کہ اسماعیل دہلوی نے بعض اولیا اور اپنے شیخ سید احمد راے بریلوی کے متعلق گمان کیا ہے جس کی تفصیل اُس کی کتاب ''صراط مستقیم'' میں گزر چکی ہے۔

(۱) قرآن سے ثابت ہے کہ مخلوق کو خارق عادت امور پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے:

قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَo قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌo قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْo (النمل آیت ۳۸ تا ۴۰)

سلیمان نے فرمایا، اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اُس کا تخت میرے پاس لے آئے، قبل اِس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہوکر حاضر ہوں۔ ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اِس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا، کہا کہ یہ رب کے فضل سے ہے۔

انسان کا ایک عظیم تخت کو شہرِ سبا سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے شہر میں پلک جھپکتے ہی منتقل کر دینا خارقِ قدرت ہی تو ہے۔

(۲) قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے:

اَنِّىْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ط (آلِ عِمْرَانَ آیت ۴۹)

کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ (کنزالایمان)

پرندے کو پیدا کرنا، مادرزاد اندھے کو شفا دینا، برص والے کو ٹھیک کرنا، مُردوں کو زندہ کرنا اور غیب کی خبریں دینا یہ سب غیر معمولی اور خارقِ عادت امور ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کو حاصل ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی، عقیلی، ابن نجار، ابن عساکر، اور ابوالقاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ (زاد الطبرانی) قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ (زاد: إِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ) فَمَا مِنْ أَحَدٍ يُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلَاةً إِلَّا اَبْلَغَنِيْهَا۔

انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی باتیں سننے کی قوت بخشی ہے وہ قیامت تک میری قبر کے پاس کھڑا رہے گا اور جو بھی مجھ پر درود بھیجے گا وہ مجھ پر پیش کرے گا۔

علامہ زرقانی نے ''شرح مواہب'' میں اور علامہ مناوی نے ''شرح جامع صغیر'' میں فرمایا کہ ''اللہ نے اُس فرشتے کو مخلوق کی آواز سننے کا حاسہ یعنی ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ جن وانس وغیرہ میں سے ہر مخلوق کی بات سننے پر قادر ہے'' اور مناوی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے ''چاہے جس جگہ بھی ہو''۔

مخلوق کے لیے اِس طرح کی قوت کا ثابت کرنا وہابیہ کے نزدیک شرک ہے تو اُن کے گمان کے مطابق اللہ و رسول، روایت کرنے والے صحابی و محدثین، شرح کرنے والے علما و مفسرین سب کے سب مخلوق میں اُس قوت کے ثبوت کا اعتقاد رکھنے کے سبب شرک کے مرتکب ہوئے۔

زندہ اور مُردے کا فرق بھی بے کار ہے کیوں کہ جو بھی شرک ہے وہ مُردے پر منحصر نہیں ہے۔ تو جب مُردے کے لیے کسی امر کا اثبات شرک ہوگا تو زندہ شخص کے لیے بھی اُس کا اثبات شرک ہوگا۔ حالاں کہ وہابیہ کا گمان ہے کہ مُردوں کے لیے بعض امور کا اثبات شرک ہے اور زندوں کے لیے بعینہ اُنھیں امور کا اثبات شرک نہیں ہے۔

یوں ہی ایک مخلوق اور دوسری مخلوق کے درمیان بھی فرق کرنا باطل ہے کیوں کہ اگر انسان کے لیے کسی امر کا اثبات شرک ہے تو جن، فرشتہ اور مدبراتِ امر کے لیے بھی اُس امر کا اثبات شرک ہوگا۔ ایسے ہی اعمالِ صالحہ سے استعانت کا جائز ہونا اور صالحین سے استعانت کا ناجائز ہونا یہ فرق بھی لغو ہے کیوں کہ مخلوق کے اعمال بھی مخلوق اور ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا غیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ'' اللہ نے تمھیں اور

تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا، تو اعمال سے استعانت کو جائز کہنا بھی غیر اللہ اور مخلوق ہی سے استعانت کو جائز کہنا ہے۔ یہ انتہائی نادانی اور بدعقلی کی بات ہے کہ اعمال کو استعانت کے قابل سمجھا جائے اور یہ کہ اُس میں شرک کا شائبہ تک نہیں (جب کہ اعمال مقبول بھی ہو سکتے ہیں اور مردود بھی۔ اور ہمارے پاس اس بات پر یقین کی طرف کوئی راہ نہیں کہ ہمارے اعمال بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہی ہیں) اور انبیا اور سید الانبیا علیہ وعلیہم السلام استعانت کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ اُن سے استعانت پر شرک ثابت ہوتا ہے جب کہ وہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔ جس نے اُن کے مقبولِ بارگاہ ہونے میں شک کیا وہ مومن نہیں۔ بہرحال جب یہ ثابت ہو چکا کہ اعمال بھی غیر اللہ ہیں اللہ نہیں اور انبیا بھی غیر اللہ ہیں تو بعض کے لیے جواز کا حکم لگانا اور بعض کے لیے شرک ثابت کرنا اِس طرح کی تفریق باطل ہے۔

رہا وہابیہ کا یہ گمان کہ انبیا بعدِ وفات جماد اور پتھر کے مثل ہو گئے اور اُن کے لیے سننے، سمجھنے، نصرت و اعانت اور چلنے پھرنے کی قوت باقی نہیں رہی تو یہ سارا گمان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہدا کی شان میں ارشاد فرمایا جب کہ وہ انبیا سے درجے میں کم ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (سورہ بقرہ آیت ۱۵٤)	اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (کنز الایمان)
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ (آل عمران آیت ١٦٩، ١٧٠)	اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مُردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں۔ (کنز الایمان)

تو اگر یہ لوگ (شہدا) جماد اور پتھر ہیں تو آیت میں مذکور حیات، رزق اور فرح کا کیا معنی ہے؟

صحیح احادیث میں مسلمان مُردوں کو سلام کرنے کا حکم دیا جانا ثابت ہے تو اگر اُن کو سننے اور سمجھنے کی قوت حاصل نہیں تو اِس حکم سے کیا مراد ہے؟ معراج کی احادیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس میں انبیا کی امامت فرمائی پھر اُن سے آسمانوں میں ملاقاتیں ہوئیں۔ تو (کہیے) بیت المقدس میں داخلے اور آسمان میں ملاقات کرنے کا

کیا مطلب ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے مُردوں اور پتھروں کی امامت فرمائی تھی اور انھیں سے آسمانوں میں ملاقاتیں کی تھیں؟ یا زندوں کی امامت فرمائی تھی جو با اختیار ہیں اور عالم ملکوت میں چلنے پھرنے کی ایسی عظیم قوت رکھنے والے ہیں کہ کسی وقت وہ روے زمین پر رہیں اور دوسرے لمحے آسمان کی بلندیوں میں سیر کریں۔ اور اِس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی علیہ السلام سے ملاقات کی اور رات دن میں پچاس وقت کی نماز کے حکم میں تخفیف کرانے کا مطالبہ کیا۔ اگر (معاذ اللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام مردہ ہیں تو ملاقات کیسی؟ اور سوال کیسا؟ اور اگر رسول اللہ ﷺ امت کے لیے سفارش کرنے اور امر الٰہی میں گفتگو کرنے پر قادر نہیں تو کیسے آپ نے امت کی خاطر تخفیف صلاۃ کی سفارش کی اور اِس معاملے میں بار بار اپنے رب سے مراجعت کی یہاں تک کہ پچاس میں سے صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ کیا بخاری و مسلم کی احادیث اور دیگر کتب صحاح وحسان سب اساطیر الاولین، اگلوں کی بے سرو پا داستانیں ہیں جن کو بیان کر کے محدثین نے کھلواڑ کیا ہے؟ جیسا کہ فرقۂ اہل قرآن کا خیال ہے۔ کوئی مسلمان اُن بے شمار حدیثوں کو ردّ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ جیسے اِس بات کی جرأت نہیں کرسکتا کہ دورِ صحابہ سے لے کر آج تک کی تمام امت مسلمہ کو شرک، کافر اور ایمان و شرک کے معنی سے بے خبر کہے۔ ہاں وہابیہ دین پر، صحابہ اور عام مسلمانوں پر بلکہ انبیا و رسل پر حتیٰ کہ اللہ جلّ جلالہٗ پر بڑی جرأت کرتے ہیں۔ لہٰذا اُن سے بعید نہیں کہ تمام مخلوق کو بلکہ خود خالق کو بھی مشرک شمار کریں۔ (وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی) (اور اللہ ہی کی بارگاہ میں شکایت ہے)۔

لیکن وہ آیات و احادیث جن سے وہابیہ نے استدلال کیا ہے اُن سے اُن کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بلکہ بعض کا اُن کے دعویٰ سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں۔ تمام یا اکثر آیتیں جو بتوں کے حق میں نازل ہوئیں وہابیوں نے اُن کو مسلمان پر فٹ کر دیا جیسا کہ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق خوارج کی عادت ہے (کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئیں اُن کو مسلمانوں پر جڑ دیا) اُس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ آیات تو یہ ثابت کرتی ہیں کہ "ساری قوتیں اللہ کے لیے ہیں" مخلوق نفع و نقصان، فریادرسی اور مدد میں سے کسی چیز پر قادر نہیں، مخلوق کے لیے قوت و طاقت نہیں، حکم اللہ ہی کا ہے، سارے معاملات اللہ کے لیے

ہیں مخلوق اور امر اور ملک سب اللہ ہی کے ہیں" بلکہ آیتوں سے یہ ثابت ہے کہ "اللہ ہی حی ہے، وہ ہی سمیع و بصیر ہے، وہی علیم و خبیر ہے"، تو آیتیں قدرت، سمع، بصر، علم و خبر اور حیات کو اللہ کے ساتھ خاص کر رہی ہیں اور قدرتِ عادیہ اور غیر عادیہ کے درمیان اور زندوں اور مُردوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتیں۔ تو اگر اُن آیات کو اُن کے ظاہر پر برقرار رکھیں تو وہابیہ کے لیے یہ کہنا ضروری ہے کہ تمام مخلوق پتھر اور بے جان ہیں۔ نماز، روزہ حج و زکاۃ، طواف و عبادت کسی چیز پر قادر نہیں اور نہ ہی زنا، جھوٹ، قتل اور نہ شراب نوشی پر قدرت ہے تو شریعت اور اُس کے اوامر و نواہی سب بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ اور قرآن کا اُن سے خطاب کرنا پتھر اور بے جان چیزوں سے خطاب کرنے کے مترادف ہوگا۔ وہابیہ نے علم غیب، تصرف اور اعانتِ مظلوم کے متعلق قدرت ذاتی اور قدرت عطائی کے درمیان کوئی فرق نہ کیا اور اُس پر مطلقاً شرک کا حکم لگا دیا جس نے مخلوق میں سے کسی کے لیے ان صفات کو تسلیم کیا، اگر چہ اللہ کے بتانے اور اس کے عطا کرنے سے ہی، تو وہابیہ کو یہاں بھی قدرتِ ذاتیہ اور قدرتِ عطائیہ کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اللہ نے ہر قوت، طاقت اور قدرت کو اپنی ذات کے لیے خاص کیا ہے۔ تو اگر کسی نے اس میں سے کچھ بھی غیر خدا کے لیے تسلیم کیا، اگر چہ خدا کے عطا کرنے سے ہی مانے تو اُس نے بہت بڑا شرک کیا، مخلوق میں سے کوئی بھی نہ زندہ ہے نہ سننے والا، نہ دیکھنے والا، نہ علم و خبر رکھنے والا، نہ قدرت رکھنے والا۔ اور جو بھی اللہ کی اِن خاص صفات میں سے کوئی صفت کسی مخلوق کے لیے ثابت کرے اگر چہ اللہ کے دینے اور عطا کرنے ہی سے مانے تو وہ توحید و اسلام کے دائرے سے خارج ہو گیا اور دائرۂ شرک و الحاد میں داخل ہو گیا، ورنہ صاف صاف بتائیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک طرف کچھ ایسی صفات ہیں جن کو اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص فرمایا ہے اور غیر اللہ کے لیے ان کا اثبات شرک ہے اور دوسری طرف کچھ ایسی صفات ہیں کہ انھیں بھی اللہ نے اپنی ذات کے لیے خاص فرمایا ہے مگر غیر اللہ کے لیے اُن کا اثبات شرک نہیں ہے۔ دونوں قسم کی صفات میں فرق کیا ہے۔ وہابیہ کو یہ حق نہیں کہ یہاں ذاتی اور عطائی کا فرق بیان کریں اور اِس کی بنیاد پر بعض صفات ماننے کو شرک اور بعض دیگر صفات ماننے کو شرک سے خالی کہیں۔ اس لیے کہ ذاتی اور عطائی کا فرق وہابیہ تسلیم نہیں کرتے اور بار بار اِس پر رد کر چکے ہیں۔

اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ بہ طور استقلال واختیار ذاتی مخلوق میں سے کوئی کسی شے کا مالک اور کسی چیز پر بھی قادر نہیں ہے خواہ وہ چیز ذرّہ کے برابر یا اس سے بھی کم تر ہی ہو۔ جس نے مخلوق کے لیے مستقل ملک یا ذاتی قدرت ثابت کیا اگرچہ معمولی چیز اور حقیر ذرہ کی نسبت بھی تو وہ مشرک ہو گیا لیکن اللہ کے دینے اور قدرت عطا کرنے سے ملک، تصرف، قدرت، علم، سمع، بصر وغیرہ ثابت کرنا شرک نہیں، اگرچہ سارے آسمان وزمین اور سارے بحر وبر کی بہ نسبت یہ قدرت ثابت کرے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ کاذب ہوگا اگر اللہ کا عطا کرنا ثابت نہ ہو اللہ کے لیے کوئی صفت عطائی ماننا کفر والحاد ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ میں سے کوئی بھی صفت کسی کے عطا کرنے سے نہیں ہے، وہ انتہائی جواد وکریم ہے، اس نے مخلوق پر انعامات کی بارش کی ہے۔ بالخصوص مقربینِ بارگاہ کو تو بہت زیادہ علم، ملک، تدبیر وتصرف عطا فرمایا ہے۔ اس لیے بہت سارے امور اُن کی طرف منسوب فرمائے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ۔ (السجدہ:۱۱)
تم فرماؤ، تمھیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ، جو تم پر مقرر ہے۔ (کنزالایمان)

(۲) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ، وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ۔ (المائدہ۔۱۱۰)
اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔ (کنزالایمان)

(۳) وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (التوبہ۔۷۴)
اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ ورسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ (کنزالایمان)

(۴) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۠ (التوبہ: ۵۹)
اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اُس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے اُن کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول، ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔ (کنزالایمان)

(۵) اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ۔ (الاحزاب : ۳۷)
جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اُسے نعمت دی۔ (کنزالایمان)

(۶) لَايَمۡلِكُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَالرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا۝ (مریم۔ ۸۷)
لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنھوں نے رحمٰن کے پاس قرار رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

(۷) وَلَايَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ۝ (الزخرف۔ ۸۶)
اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں شفاعت کا اختیار انھیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔ (کنزالایمان)

تو جنھوں نے حق کی گواہی دی وہ شفاعت کے مالک ہوئے۔ اور وہ عیسیٰ، عزیر اور ملائکہ علیہم السلام ہیں۔ اِسی طرح جنھوں نے پیمان رکھا وہ شفاعت کے مالک ہوئے وہ اللہ کے دوست اور اولیا ہیں۔ یہ آیات شیخِ نجدی اور اسماعیل دہلوی کے عقائد کا رد کر رہی ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ ''اللہ کسی کو اشارہ کرے گا تو وہ شفاعت کرے گا تو اُس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی، یہ وہی شفاعت بالاذن ہے جو لا شفاعت کے درجہ میں ہے۔

(۸) فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا۔ (النازعات۔ ۵)
پھر کام کی تدبیر کریں۔ (کنزالایمان)

(یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ'' (الرعد ۲) ''اور وہ امر میں تدبیر فرماتا ہے۔'' حالاں کہ فرشتے آسمان و زمین کے امور میں اللہ کے اذن اور اُس کی عطا سے تدبیر فرماتے ہیں اور عالم میں تصرف کرتے ہیں)

اور آیت کی ایک دوسری توجیہ ہے اور قرآن متعدد معانی والا ہے جیسا کہ ابو نعیم نے بہ واسطۂ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے اور ائمہ کرام ہمیشہ اُس سے اُس کے معانی پر استدلال کرتے رہے ہیں اور یہ قرآن کے عظیم وجوہِ اعجاز سے ہے۔ علامہ بیضاوی نے سورۂ ''والنازعات'' میں ذکر کردہ صفات کی ایک دوسری توجیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اَوْ صِفَاتُ النُّفُوْسِ الْفَا ضِلَة حَالَ الْمُفَارَقَةِ فَاِنَّهَا تُنْزَعُ عَنِ الْاَبْدَانِ غَرْقًا اَیْ نَزْعًا شَدِیْدًا۔ مِنْ اِغْرَاقِ النَّازِعِ فِی الْقَوْسِ فَتَنْشَطُ اِلٰی عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ وَتَسْبَحُ فِیْهِ فَتَسْبِقُ اِلٰی حَظَائِرِ الْقُدُسِ فَتَصِیْرُ لِشَرَفِهَا ۔ وَقُوَّتِهَا مِنَ الْمُدَبِّرَاتِ۔

یا یہ صفات نفوس فاضلہ اور ارواح کاملہ کی ہیں جدا کیے جانے کی حالت میں، کہ یہ روحیں بہت زیادہ سختی کے ساتھ جسموں سے کھینچی جاتی ہیں ۔ یہ "اِغْرَاقُ النَّازِعِ فِی الْقَوْسِ" سے ماخوذ ہے ۔(اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ غرقاً، اغراق کا مصدر ہے زوائد کو حذف کر کے) پھر عالم ملکوت کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور فضاے بسیط میں تیرتے ہوئے حظائر قدس کی طرف تیزی سے پرواز کرتی ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کے باعث مدبّرات امر میں سے ہو جاتی ہیں۔

نسب، علم اور طریقت میں شاہ اسماعیل دہلوی کے جد امجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا۔

فَاِذَا مَاتَ انْقَطَعَتِ الْعَلَاقَاتُ وَرَجَعَ اِلٰی مِزَاجِه فَیَلْتَحِقُ بِالْمَلَائِکَةِ ، وَصَارَ مِنْهُمْ وَاُلْهِمَ کَاِلْهَامِهِمْ، وَیَسْعٰی فِیْمَا یَسْعَوْنَ وَرُبَّمَا اشْتَغَلَ هٰؤُلَاءِ بِاِعْلَاءِ کَلِمَةِ اللّٰهِ ، وَنَصْرِ حِزْبِ اللّٰهِ، وَرُبَّمَا کَانَ لَهُمْ لَمَّةُ خَیْرٍ بِابْنِ آدَمَ ، وَرُبَّمَا اشْتَهٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی صُوْرَةٍ جَسَدِیَّةٍ اشْتِیَاقًا شَدِیْدًا، نَاشِئًا مِنْ اَصْلِ جِبِلَّتِه فَخَرَعَ ذٰلِكَ بَابًا مِنَ الْمِثَالِ، وَاخْتَلَطَتْ بِه قُوَّةٌ مِّنْهُ بِالنَّسَمَةِ الْهَوَائِیَّةِ، وَصَارَ کَالْجَسَدِ النُّوْرَانِیِّ ، وَرُبَّمَا اشْتَاقَ بَعْضُهُمْ اِلٰی مَطْعُوْمٍ وَنَحْوِه فَاُمِدَّ فِیْمَا اشْتَهٰی قَضَاءً لِشَوْقِهَا ۔ (حجة اللّٰه البالغة تصنیف شاہ ولی اللّٰه دھلوی)

جب موت آتی ہے تو روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے پھر فرشتوں کے ساتھ لاحق ہو کر انہیں میں سے ہو جاتی ہے اور فرشتوں کی طرح الہام اور اُن کے کاموں میں کوشش کرتی ہے ۔ بسا اوقات یہ روحیں اعلاء کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتی ہیں اور اللہ کی جماعت کی مدد کرتی ہیں اور بسا اوقات اُن کا آدمی سے بہتر تعلق ہوتا ہے اور بعض روحوں کو جسمانی صورت کا بڑا شوق ہوتا ہے یہ ایسا شوق ہے جو اُن کی اصل سرشت سے نکلتا ہے تو یہ ایک مثالی جسم بنالیتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہوائی جان کے باعث ایک قوت مختلط ہو جاتی ہے اور وہ ایک نورانی جسم کی طرح ہو جاتا ہے اور بعض روحیں بسا اوقات کھانے وغیرہ کی خواہش کرتی ہیں تو اُن کی خواہش کی تکمیل کے لیے اُن کی مدد کی جاتی ہے۔

یہ شاہ ولی اللہ دہلوی وہی ہیں جن کی طرف فرقۂ اہل حدیث دیو بندی، مودودی، تبلیغی، اور ندوی سبھی اپنے کو منسوب کرتے ہیں اور اِس نسبت کو پسند کرتے ہیں۔ "رسالة التوحيد، ترجمه تقوية الايمان" کے مصنف ابوالحسن علی ندوی شاہ ولی اللہ اور اُن کی کتاب "حجة الله البالغه" کی خوب تعریف کرتے ہیں اور اپنے رسالہ کے ہر شمارے میں یہ اعلان شائع کرتے ہیں کہ اُن کا اور دارالعلوم ندوة العلما کا مذہب وہی ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہے۔ اور اُن کو یہ نظر نہیں آتا کہ "رسالة التوحيد" اور "تقوية الايمان" کے حکم کے مطابق شاہ صاحب شرکِ اکبر میں بالکل ڈوبے ہوئے ہیں۔ اِسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ دیو بندیوں کے دو مذہب اور دو روپے ہیں۔ یہی حال فرقۂ اہل حدیث کا بھی ہے۔ اُس نے بھی شاہ صاحب کو اپنا پیشوا اور امام مانا ہے جب کہ اُس کا ایمان قرآن وحدیث اور اجماع سے زیادہ تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید پر ہے۔

اِسی طرح کی بات ہندوستان میں وہابیوں کے معلمِ اول شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب "صراط مستقیم" کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۹) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا۔ (المائدة۔ ۵۵)	تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اُس کا رسول اور ایمان والے۔
وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ (توبه۔ ۷۱)	اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔
اور فرمایا۔	
مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَّلِيٍّ۔ (کہف ۲۶)	اُس کے سوا اُن کا کوئی والی نہیں۔
(۱۰) فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ (تحريم۔ ۴)	تو بیشک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اُس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(۱) صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَالِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔	رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو ابتداے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک کی خبر دی جس نے یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گیا، بھول گیا۔

(۲) صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے۔

فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَأَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔	تو جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اُس کی ہمیں خبر دی تو ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جو اُسے زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

(۳) مشکوٰۃ باب الفتن میں بحوالہ بخاری کی طرح صحیحین حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔	اس مقام میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا کچھ نہ چھوڑا بلکہ اُسے بیان فرما دیا۔ تو جس نے یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گیا، بھول گیا۔

(۴) صحیح مسلم میں حضرت ثوبان کی روایت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔	اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اُس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

(۵) معجم طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جیسا کہ زرقانی کی شرح مواہب میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ۔	یقیناً اللہ نے میرے لیے دنیا پیش کردی تو میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنی یہ ہتھیلی دیکھتا ہوں۔

انبیا کے لیے علم غیب کے ثبوت میں کثیر احادیث موجود ہیں جن کو علما نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔(النحل آیت: ۸۹)	ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا ہر چیز کا روشن بیان۔

علامہ امام احمد رضا نے اپنی کتاب "الدولة المکیة بالمادة الغیبیة" میں فرمایا۔"تو قرآنِ عظیم گواہ ہے اور اُس کی گواہی کس قدر عظیم ہے کہ وہ ہر چیز کا تبیان ہے اور تبیان اُس روشن اور واضح بیان کو کہتے ہیں جو اصلاً پوشیدگی باقی نہ رکھے کہ زیادتِ لفظ زیادتِ معنیٰ پر دلیل ہوتی ہے اور بیان کے لیے ایک تو بیان کرنے والا چاہیے اور وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے اور دوسرا وہ جس کے لیے بیان کیا جائے اور وہ، وہ ہیں جن پر قرآن اترا ، ہمارے سردار رسول اللہ ﷺ ۔اور اہل سنت کے نزدیک شیٔ ہر موجود کو کہتے ہیں تو اُس میں جملہ موجودات داخل ہو گئے ،فرش سے عرش تک اور شرق سے غرب تک ،اور حالتیں اور حرکات وسکنات اور پلک کی جنبشیں اور نگاہیں اور دلوں کے خطرات اور ارادے اور اُن کے سوا جو کچھ ہے،اور اِنھیں موجودات میں سے لوحِ محفوظ کی تحریر ہے تو ضرور ہے کہ قرآن عظیم میں اُن تمام چیزوں کا بیان روشن اور تفصیل کامل ہو"۔

اور یہ بھی ہم اسی حکمت والے قرآن سے پوچھیں کہ لوح میں کیا کیا لکھا ہوا ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

"كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ"(القمر آیت: ۵۳) ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِي اِمَامٍ مُبِينٍ۔(یٰسٓ آیت: ۱۲)	اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب (کنزالایمان)

اور فرماتا ہے:

وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔(انعام آیت:۵۹)	کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر وخشک مگر ایک روشن کتاب میں ہے۔(کنزالایمان)

اور بیشک صحیح حدیثیں بیان فرما رہی ہیں کہ روزِ اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہے یہاں تک کہ جنت و دوزخ والے اپنے اپنے ٹھکانے میں جائیں۔ اور وہ جو ایک حدیث میں فرمایا کہ "اَبَدْ" تک سب حال اُس میں لکھا ہے اُس سے یہی مراد ہے اِس لیے کہ کبھی "اَبَدْ" بولتے ہیں اور اُس سے آئندہ کی مدت طویل مراد لیتے ہیں جیسا کہ بیضاوی میں ہے اور اُسی کو "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ" کہتے ہیں۔ اور بیشک علم اصول میں بیان کر دیا گیا کہ۔

(۱) نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیان سے چھوڑ دی ہو۔

(۲) اور کُل کا لفظ عموم پر ہر نص سے زیادہ واضح ہے تو روا نہیں کہ بیان روشن اور تفصیل سے کوئی چیز چھوٹ گئی ہو۔

(۳) اور یہ کہ عام افادۂ استغراق مین یقینی ہے اور یہ کہ نصوص کو ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے جب تک کوئی صحیح دلیل اُس کو نہ پھیرے۔

(۴) اور یہ کہ جب تک کوئی دلیل مجبور نہ کرے تخصیص و تاویل، بات کا بدلنا اور پھیرنا ہے ورنہ شرعِ جلیل سے امان اٹھ جائے۔

(۵) اور یہ کہ حدیثِ آحاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجۂ صحت پر ہو عموم قرآن کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بلکہ اُس کے سامنے مضمحل ہو جائے گی۔ پھر حدیث کے نیچے اور کسی قیل وقال کی کیا گنتی ہے۔

(۶) اور یہ کہ جو تخصیص کلام سے جدا ہو وہ اُس کا نسخ ہے اور خبر قابل نسخ نہیں۔

(۷) اور یہ کہ تخصیص عقلی عام کو اُس کی قطعیت سے نہیں اتارتی۔

(۸) اور یہ کہ جو چیز تخصیص عقلی کے سبب عام کے کلیہ سے نکل جائے اسے سند بنا کر کسی ظنی دلیل سے تخصیص نہیں کر سکتے۔

تو اب بحمد اللہ تعالیٰ عرش تحقیق اس پر مستقر ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ تمام "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ" کو جانتے ہیں اور جب کہ تمہیں معلوم ہو چکا کہ نبی ﷺ کا علم قرآن عظیم سے مستفاد ہے اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر شے کی تفصیل ہونا اِس کتاب کریم کی

صفت ہے نہ کہ اُس کی ہر ہر آیت یا ہر ہر سورت کی اور قرآن عظیم دفعۃً نہ اترا بلکہ تقریباً تیئس برس میں تھوڑا تھوڑا اترا۔ جب کوئی آیت یا سورت اترتی نبی ﷺ کے علموں پر اور علوم بڑھاتی یہاں تک کہ جب قرآن عظیم کا نزول پورا ہوا ہر چیز کا مفصل روشن بیان پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ پر اپنی نعمت تمام کردی جیسا کہ قرآن عظیم میں اُس کا وعدہ فرمایا تھا۔

تو تمامی نزول سے پہلے اگر نبی ﷺ سے بعض انبیا علیہم السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ ہم نے اُن کا ذکر تم سے نہ کیا اور منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ تم انہیں نہیں جانتے یا نبی ﷺ نے کسی قصہ یا معاملہ میں توقف فرمایا یہاں تک کہ وحی اتری اور علم لائی تو یہ نہ اُن آیتوں کے منافی ہے اور نہ نبی ﷺ کے احاطۂ علم کا نافی جیسا کہ اہل انصاف پر مخفی نہیں۔ (الدولۃ المکیۃ تصنیف امام احمد رضا)

امام احمد رضا نے کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ علم کی دو تقسیمیں ہیں علم کی ایک تقسیم اُس کے مصدر (جہاں سے وہ صادر ہوا) کے اعتبار سے ہے۔ اور دوسری تقسیم اُس کے متعلَق (بفتح لام جس سے وہ متعلق ہوا) کے اعتبار سے ہے۔ اور اُن سے ایک اور تقسیم نکلتی ہے اِس اعتبار سے کہ تعلق کس طرح کا ہوا۔

پہلی تقسیم تو یہ ہے کہ علم یا تو ذاتی[1] ہے اگر اُس کا مصدر، ذاتِ عالم ہے اُس کے غیر کو اُس میں دخل نہ ہو نہ یوں کہ غیر کی عطا سے ہو، نہ یوں کہ غیر اُس میں کسی طرح سبب بنے، یا عطائی[2] ہے جب کہ غیر کی عطا سے ہو۔ پہلی قسم مولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ خاص اور اُس کے غیر کے لیے محال ہے اور جو اُس میں سے کوئی حصہ جہاں بھر میں کسی کے لیے ثابت کرے اگرچہ ایک ذرہ سے کم تر سے کم تر وہ یقیناً کافر و مشرک ہوا اور تباہ و برباد ہوا۔

اور دوسری قسم مولیٰ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ کے لیے ممکن نہیں اور جو اِس طرح کا کوئی علم اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرے وہ کافر ہوا اور ایسی چیز لایا جو شرکِ اکبر سے بھی زیادہ خبیث و شنیع ہے۔ (اِس لیے کہ مشرک تو وہ ہے جو اللہ کے برابر دوسرے کو جانے اور اُس نے غیر خدا کو خدا سے برتر سمجھا)

اور رہی دوسری تقسیم تو یہ ہے کہ علم دو قسم ہے ایک مطلق علم[1]، اور اُس سے میری

مراد وہ مطلق ہے جو علمِ اصول کی اصطلاح ہے جس کا ثابت کرنا کسی ایک فرد کا ثبوت چاہتا ہے اور نفی کرنا کل افراد کی نفی بتاتا ہے۔ اور دوسری، علمِ مطلق[۲]، اور اُس سے میری مراد وہ ہے جو عموم واستغراقِ حقیقی کا مفاد ہے، جس کا ثبوت نہیں ہوتا جب تک کہ جملہ افراد موجود نہ ہوں۔ اور صرف کسی ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے۔ اور یہ علم تعلق کے اعتبار سے دو طرح کا ہے۔ ایک اجمالی[۳]، دوسرے تفصیلی[۴] کہ جس میں ہر معلوم جدا اور ہر مفہوم دوسرے سے ممتاز ہو۔ یعنی عالم کو جتنے معلومات ہوں کل یا بعض۔ تو اِس دوسری تقسیم میں یہ چار قسمیں ہیں۔ اِن میں سے ایک اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وہ ''علمِ مطلق تفصیلی'' ہے۔ جس پر آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(فتح آیت ۲۶) (کنزالایمان)

اِس لیے کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذاتِ کریم اور اپنی غیر متناہی صفتوں اور اُن سب حادثوں کو جو موجود ہوئے اور اُن کو جو ابد تک موجود ہوتے رہیں گے اور تمام ممکنات کو جو نہ کبھی موجود ہوئے اور نہ کبھی موجود ہوں بلکہ تمام محالات کو بھی جانتا ہے۔ تو تمام مفہومات میں سے کوئی چیز علمِ الٰہی سے باہر نہیں۔ اُن سب کو پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے ازل سے ابد تک۔ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات غیر متناہی، اور اُس کی صفتیں غیر متناہی اور ان میں سے ہر صفت غیر متناہی، اور عدد کے سلسلے غیر متناہی ہیں۔ اور ایسے ہی ابد کے دن اور اُس کی گھڑیاں اور اُس کی آنیں اور جنت کی نعمتوں میں سے ہر نعمت اور جہنم کے عذابوں میں سے ہر عذاب اور جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں اور اُن کی پلکوں کا جھپکنا اور اُن کی جنبشیں اور اُن کے سوا اور چیزیں سب اُس کے علم میں ہیں اور غیر متناہی ہیں۔ اور سب اللہ تعالیٰ کو ازل وابد میں کامل تفصیلی احاطہ کے ساتھ معلوم ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں غیر متناہی کے سلسلے غیر متناہی بار ہیں۔ بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے ہر ہر ذرے سے متعلق غیر متناہی علوم ہیں۔ اِس لیے کہ ہر ذرے کو ہر ذرے سے جو ہو چکا یا آئندہ ہوگا یا ممکن ہے کہ ہو کوئی نہ کوئی نسبت، قرب وبعد وجہت میں ہوگی جو زمانوں میں بدلے گی اُن مکانوں کے بدلنے سے جو واقع یا ممکن ہے روزِ اول سے زمانہ

غیر محدود تک۔ اور یہ سب اللہ عزّ وجل کو بالفعل معلوم ہیں تو مولیٰ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے۔ گویا وہ اہلِ حساب کی اصطلاح پر غیر متناہی کی تیسری قوت ہے جسے مکعب کہتے ہیں کہ ایک عدد کو جب اُسی عدد میں ضرب دیا جائے تو مجذور ہوتا ہے اور جب مجذور کو اُسی عدد میں ضرب دیا جائے تو مکعب ہوجاتا ہے اور یہ سب باتیں روشن ہیں ہر اُس شخص کے نزدیک جو اسلام سے کچھ بھی حصہ رکھتا ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی مخلوق کا علم آنِ واحد میں غیر متناہی کمّی بالفعل کو پوری تفصیل کے ساتھ کہ ہر فرد دوسرے سے بروجہ کامل ممتاز ہو محیط نہیں ہوسکتا۔ اِس لیے کہ امتیاز جب ہی ہوگا کہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے اور غیر متناہی لحاظ ایک آن میں نہیں حاصل ہو سکتے۔ تو مخلوق کا علم اگرچہ کتنا ہی کثیر و بسیار ہو یہاں تک کہ عرش و فرش میں روز اول سے روز آخر تک اور اُس کے کروروں مثل سب کو محیط ہوجائے جب بھی محدود بالفعل ہی ہوگا۔ اِس لیے کہ عرش و فرش دو گھیرنے والی حدیں ہیں اور روز اول سے روز آخر تک یہ دوسری دو حدیں ہوئیں۔ اور جو دو حاصروں کے درمیان محصور ہو وہ ضرور متناہی ہوگا۔ ہاں علم مخلوق میں غیر متناہی بہ معنی لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ (جو کسی خاص حد پر نہ رکے) ممکن و درست ہے اور غیر متناہی بہ معنی لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ علم باری میں محال ہے اِس لیے کہ اُس کے علوم و صفات تجدد اور نو پید ہونے سے برتر ہیں تو ثابت ہوا کہ غیر متناہی کمّی بالفعل علمِ الٰہی کے ساتھ خاص ہے۔ اور غیر متناہی بمعنی لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ اُس کے بندوں کے علم سے خاص ہے۔ اور اول یعنی غیر متناہی کمّی بالفعل کا حصول غیر باری تعالیٰ کے لیے نہ ہوگا۔

باقی تین قسمیں یعنی علم مطلق اجمالی اور مطلقِ علم اجمالی و تفصیلی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔ الخ (کچھ تفصیل کرنے کے بعد فرمایا) تو ثابت ہوا کہ وہ علم جو اللہ عزّ وجل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علمِ ذاتی اور علمِ مطلق تفصیلی، کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو استغراقِ حقیقی کے ساتھ محیط ہو۔ تو جن آیتوں میں غیرِ خدا سے علم کی نفی آئی ہے اُن میں ضروری ہے کہ یہی دونوں معنی مراد ہوں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ علم جو ... کے لیے ثابت کر سکتے ہیں وہ علم عطائی ہے، خواہ علمِ مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم

تفصیلی یا اجمالی۔تو یہی قسم اُن آیتوں سے مراد ہے جن میں بندوں کے لیے علم غیب کا اثبات ہے (ملخصاً)

وہابیہ اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ اگر کسی کو ساری مخلوقات کے علوم پورے طور سے حاصل ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ اُس کا علم خدا کے علم کے برابر ہو جائے۔لیکن یہ شبہہ اِس قابل نہیں کہ کسی مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گزرے، کیا اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ۔

(۱) اللہ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی۔

(۲) اللہ کا علم اُس کی ذات کے لیے واجب ہے اور مخلوق کا علم اُس کے لیے ممکن۔

(۳) اللہ کا علم ازلی، سرمدی قدیم حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث ہے، اس لیے کہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا علم غیر مخلوق ہے اور مخلوق کا علم مخلوق ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا علم کسی کے زیرِ قدرت نہیں اور مخلوق کا علم اللہ کی قدرت اور قہر و اثر کے تحت ہے۔

(۶) علمِ الٰہی کا ہمیشہ رہنا واجب ہے اور علمِ مخلوق کا فنا ہونا ممکن ہے۔

(۷) علمِ الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علمِ مخلوق میں تغیر روا ہے۔

اِن تفرقوں کے ہوتے ہوئے علمِ الٰہی اور علمِ خلق میں برابری کا وہم اُنھیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جو خدا کی لعنت میں گرفتار ہیں اور رب نے جن کی سماعت و بصارت سلب کر لی ہو۔یہ فرق ایسے زبردست ہیں کہ انھیں دیکھتے ہوئے علمِ مخلوق اور علمِ خالق میں صرف (ع، ل، م) یعنی محض نام کی شرکت رہ جاتی ہے اور ہم تو اِس پر دلائل قاہرہ قائم کر چکے ہیں کہ مخلوق کا علم تمام معلوماتِ الٰہیہ کا احاطہ کر لے۔یہ عقلاً، شرعاً ہر طرح قطعاً محال ہے۔

اور وہابیہ جب ائمہ کے متبعین کو سنتے ہیں کہ وہ ائمہ کی پیروی اور قرآن و حدیث کے اتباع سے نبی ﷺ کے لیے روزِ اول سے روزِ آخر تک کی تمام گذشتہ اور آئندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی اُن پر شرک و کفر کا حکم لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اُنھوں نے علم

الٰہی سے علم نبی ﷺ کو برابر کر دیا۔ یہ حکم لگانے والے خود ہی خبط و غلطی میں پڑے ہیں اور شرک و کفر کے گڑھے میں گرے ہیں۔ اِس لیے کہ یہ محدود، محصور، اور معدود علم مخلوق کے لیے ثابت کرنے میں جب اُنھوں نے علمِ الٰہی سے مساوات مان لی تو اِس بات کے معتقد ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بس اتنی ہی قلیل، صغیر، کمتر اور معمولی مقدار میں ہے۔ کیوں کہ علمِ الٰہی اُن کے نزدیک اس مقدار سے زیادہ ہوتا تو زیادہ کم کے برابر کیسے ہو جاتا تو وہ مساوات کا حکم نہ کرتے ۔ لیکن وہ اس کا حکم لگا رہے ہیں تو اللہ ہی کے علم سے ٹھٹھا کر رہے ہیں اور زبردستی اسے ناقص بتا رہے ہیں۔ ہم اللہ سے فتنوں سے نجات کا سوال کرتے ہیں۔ (الدولة المكية ملخص)

اِس نئے، گمراہ اور سوادِ اعظم سے خارج فرقہ کا بیان بسط و تفصیل کے ساتھ کیا گیا۔ اِس سبب سے کہ اُس کا فتنہ سخت، اُس کا فساد عام اور اُس کا فریب مضر ہے۔ اللہ ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ اِس قدر بسط و تفصیل کے باوجود بہت سی بحثیں باقی رہ گئی ہیں جو علماے اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ بصارت و بصیرت کے لیے اتنا ہی کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمدہ فہم اور اچھی نیت عطا فرمائے۔ اور جو مکمل بسط و تفصیل کا خواہش مند ہو وہ علما کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔

مذکورہ گمراہی کی سنگینی کو ظاہر کرنے کے لیے اس مقام پر وہابیوں کے ایک قائد مسٹر ابوالکلام آزاد کا بیان نقل کرنا مناسب ہوگا۔ وہ کہتے ہیں:

> ''والد مرحوم (مولانا خیر الدین) کہا کرتے تھے کہ گم راہی کی موجود ترتیب یوں ہے پہلے وہابیت، پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحاد قطعی کی ہے اُس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے۔ اِس لیے کہ وہ نیچریت ہی کو الحادِ قطعی سمجھتے تھے۔ لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا۔ سر سید مرحوم (بانی نیچریت) کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی''۔
>
> (''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی'' ص ۳۵۹ بار دوم نومبر ۱۹۶۵ء مکتبہ اشاعت القرآن دہلی)

اُسی کتاب میں ص ۳۶۲ پر ہے۔

"میں نے سرسید سے بڑی چیز، جو اُس وقت پائی تھی وہ یہی ترک تقلید تھی، مفسرین کی، فقہا کی، محدثین کی، متکلمین کی، تمام علما کی، تیرہ سو برس کے تمام اجتماعی عقائد و مسلّمات کی، اور اُن کروروں اور ان گنت مسلمانوں کی جو تیرہ صدیوں میں گزر چکے، تاہم میں خود سرسید کا نہ صرف مقلّد اعمٰی تھا بلکہ تقلید کے نام سے پرستش کرتا تھا"

اُن کا ایک قول اور ملاحظہ فرمایئے۔

"سورج نکل آیا مگر میں نے نماز نہیں پڑھی۔ دن بھر یہی حالت رہی کہ کبھی ملامت کا احساس جاگ اٹھتا اور کبھی دماغ میں توہمات سے آزاد کا فخر و غرور محسوس ہوتا"۔

اُس کے بعد بالالتزام نماز ترک کر دی، تھوڑے ہی دنوں کے بعد عید آگئی اُس میں شرکت ناگزیر تھی۔ چنان چہ دوگانہ عید پڑھا، لیکن پھر اُس پر سخت ندامت ہوئی اور یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ اِس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۳۹۳ ۱ اشاعت القرآن دہلی)

مؤرخین اور ماہرینِ سیاست کا بیان ہے کہ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب، مرزا غلام احمد قادیانی، سید احمد نیچری، اور اسماعیل دہلوی یہ سب برطانوی سامراج کے لگائے ہوئے پودے تھے جنھیں اُس نے اِس مقصد سے لگایا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی سطوت اور جہاد کا جذبہ سلب کر لے اور اُن کے اندر مغربی تمدن اور مغربی افکار کی محبت پیدا کر کے اُن کا شیرازہ منتشر کر دے تا کہ وہ متحد ہ کر فرنگی سامراج کا مقابلہ نہ کر سکیں اور اُن لوگوں نے اُس کے اکثر مقاصد کی تکمیل بھی کی۔ چنان چہ قادیانی نے جہاد کو حرام ٹھہرایا اور اُس سے ایسی نفرت دلائی کہ دلوں سے جذبۂ جہاد ختم ہو گیا۔ اور نیچری نے مغربی افکار و تمدن کی محبت نئے تعلیم یافتہ افراد کے دلوں میں اِس حد تک بھر دی کہ وہ

اندھے بہرے ہو کر مغربی افکار و خیالات کو اسلامی نظریات پر ترجیح دینے لگے اور مغربی تمدن پر لپکتے ہوئے ٹوٹ پڑے۔ اور شیخ نجدی اور اسماعیل دہلوی نے ایک نئے مذہب کی بِنا ڈالی اور مسلمانوں کو ائمہ اور علمائے سلف سے دور کر کے اُن کا شیرازہ منتشر کر دیا اور اُن میں وہابی، دیو بندی، غیر مقلد، تبلیغی، اور مودودی جیسی جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ جنھوں نے مذہب قدیم پر قائم رہنے والے اہل سنت کی بھر پور مخالفت کی اور اپنے باطل شبہات اور کمزور دلائل کے باعث اہل سنت پر کفر و شرک کا حکم لگا دیا۔

بدعتوں اور بد مذہبوں سے اجتناب کے تعلق سے

قرآن و حدیث کی ہدایات

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے زمین و آسمان میں واضح نشانیاں مقرر کیں اور اپنی روشن کتاب نازل فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ۔(بنی اسرآئیل، آیت ۹)

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ (کنزالایمان)

اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔(الفاتحہ)

ہمیں سیدھا راستہ چلا۔ (کنزالایمان)

اور صراط مستقیم کیا ہے اُس کی وضاحت اپنے اِس قول سے فرمائی:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ (الفاتحہ)

راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا۔ (کنزالایمان)

اور جن پر اللہ کا انعام ہوا اُن کی تعیین اپنے اِس قول سے فرمائی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا۔(٦٩۔ نساء۔٤)

اور جو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (کنزالایمان)

چناں چہ واضح ہو گیا کہ صراط مستقیم انبیا، صدیقین، شہدا، اور صالحین کا راستہ ہے۔ اور صالحین وہ لوگ ہیں جنھوں نے انبیا کی اطاعت کی اور صدیقین و شہدا کی پیروی کی تو انھیں کا راستہ حق راستہ ہے اور جو اُن کی راہ پر چلا وہی صراطِ مستقیم پر چلا اور اُس نے دینِ قویم پالیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۔ (۱۵۳۔انعام۔۶)	اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اُس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمھیں اُس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ (کنزالایمان)

تو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کے علاوہ دوسرے تمام راستوں پر چلنے سے منع فرمایا۔ ایسے ہی مومنوں کے راستے کی پیروی کرنے کا حکم دیا اور جو اُن کے راستے کے خلاف چلے اُسے جہنم کے عذاب سے ڈرایا۔ چناں چہ ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ (۱۱۵۔نساء۔۴)	اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اُس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنزالایمان)

اور اللہ تعالیٰ نے بدمذہبوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع فرمایا اور اُن سے دور رہنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۶۸۔انعام۔۶)	اور اے سننے والے جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منھ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں۔ اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزالایمان)

اِس آیت کی تفسیر میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بواسطۂ ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت تک ہر نئے دین والا اور ہر بدعتی اِس آیت میں داخل ہے۔الخ............عبد بن حُمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے محمد بن سیرین سے تخریج کی ہے کہ اُن کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت بدمذہبوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔الخ۔اور عبد بن حُمید اور ابن المنذر نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ بد مذہب وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں میں پڑتے ہیں ۔ اور "اَلتَّفْسِیْرَاتُ الْاَحْمَدِیَّة فِیْ بَیَانِ الْاٰیَاتِ الشَّرعِیَّة" میں اِسی آیت مذکور کے تحت ہے کہ فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ یہ آیت اپنے مفہوم پر باقی ہے اور یہ کہ ظالم قوم سے مراد بد مذہب فاسق اور کافر ہے اور اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ بیٹھنا منع ہے۔الخ۔

یہ وہ امور ہیں جن کی طرف قرآن نے رہنمائی کی ہے اور حدیث رسول نے قرآن کی تفسیر کی ہے اور بد مذہبوں کی تفصیل بتائی ہے اور امت کو اُن سے متنبہ کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے علما کو حکم دیا ہے کہ وہ پوری قوت سے حق کو ظاہر کریں ..اور منظم ڈھنگ سے باطل کا خاتمہ کریں اور مکمل مضبوطی سے بدعتوں کی آگ بجھائیں۔

علماے ربانیین نے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ اور دین کی سرحدوں کا دفاع نیز مسلمان کی حفاظت اور بے دینوں اور بدعتیوں کا مقابلہ کیا ہے۔احیاے دین وسنت، ابطال فتنہ وبدعت اور دعوت وتبلیغ کی تاریخ علما کے مساعی جمیلہ اور گراں قدر اور قابل تحسین کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ میں یہاں حدیث کی تعلیمات اور دورِ صحابہ سے لے کر آج تک کے علما وائمہ کے مختصر کارنامے پیش کرتا ہوں۔

حدیث کی رہنمائی

فتنوں کے ظہور کے بارے میں تنبیہ اور بدعت واہل بدعت کی مذمت

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) بنی اسرائیل میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے سوائے ایک فرقے کے سب جہنمی ہوں گے ۔صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ ایک

فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ راستہ جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ اِس حدیث کی روایت ترمذی، حاکم اور ابن عسا کر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

(۲-۷) ابن ماجہ اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے "میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے سوائے ایک کے سب جہنمی ہوں گے۔ اور وہ ایک فرقہ وہ ہے جو اُس طریقہ پر عمل پیرا ہو جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ"۔ طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے مسند میں معاویہ سے روایت کی "كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّاوَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ" یعنی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ اور یہ ایک فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ عبد بن حمید نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سے روایت کی "كُلُّ فِرْقَةٍ مِّنْهَا فِي النَّارِ اِلَّاوَاحِدَةً وَّهِيَ الْجَمَاعَةُ" (کنز العمال ۱/۱۸۸) ابن نجار نے اِس حدیث کا بعض حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور اُنھیں سے یہ حدیث اپنے پورے معنی کے ساتھ موقوفاً عدنی اور ابن عساکر سے مروی ہے۔ اور انہیں سے موقوفاً ابونعیم نے "حلیہ" میں روایت کیا ہے کہ "یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اُن میں سب سے بُرا فرقہ وہ ہوگا جو ہمارے مذہب کا دعویٰ کرے گا مگر ہمارے معاملے میں جدا ہوگا"

اور اِسی کے مثل کامل میں ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی اور ایسے ہی ابن ماجہ نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال ۱۱/۱۰۹-۱۱۰)

(۸) آخری زمانے میں کچھ دجّال کذّاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم خود کو اُن سے دور رکھو اور اُن کو اپنے سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

(۹) بے شک میرے بعد کچھ ایسے امام (سردار) ہوں گے کہ اگر تم اُن کی اطاعت کرو گے تو تمھیں کافر بنادیں گے اور اگر نافرمانی کرو گے تو تمھیں قتل کردیں گے۔ وہ کفر کے امام اور گمراہی کے سردار ہیں۔ اِسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے۔ (کنز العمال ۱۱/۱۱۲)

(۱۰۔۱۱) بیشک اللہ تعالیٰ تمھیں علم عطا کرنے کے بعد تم سے سلب نہ کرے گا۔ ہاں علما کو اُن کے علم کے ساتھ اٹھالے گا اور جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اُن سے مسئلہ پوچھا جائے گا تو وہ فتویٰ دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور اُسی کے ہم معنی امام احمد، شیخین، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال ۱۰/۱۰۷)

(۱۲۔۱۵) یقیناً سب سے خوفناک چیز جس کا میں اپنی امت پر خطرہ محسوس کرتا ہوں گمراہ گر علما ہیں۔ امام احمد اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابو درداء سے اور ترمذی نے حضرت ثوبان سے اور امام احمد اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عمر سے۔ اور امام احمد نے حضرت ابو ذر سے (رضی اللہ عنہم) روایت کی ہے۔ حضرت ابو ذر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ”غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُ عَلٰى أُمَّتِيْ مِنَ الدَّجَّالِ، اَلْأَئِمَّةِ الْمُضِلُّوْنَ“ (دجال کے سوا جس کا میں اپنی امت پر دجال سے زیادہ خوف کرتا ہوں وہ گمراہ گر علما ہیں)

(۱۶۔۱۸) یقیناً سب سے خوفناک چیز جس کا میں اپنی امت پر اندیشہ کرتا ہوں ہر زبان دان منافق ہے۔ امام احمد اور ابن عدی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن حبان نے حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہم) سے روایت کی اور اِسی کے ہم معنی طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (کنز العمال ۱۰/۱۰۶، ۱۱۴)

(۱۹) عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجد میں ایک ہزار بلکہ اُس سے زیادہ لوگ نماز پڑھیں گے مگر اُن میں کوئی مومن نہ ہوگا۔ دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور اِسی کے ہم معنی طبرانی نے کبیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں روایت کی ہے۔ (کنز العمال ۱۱/۱۵۶، ۱۵۷)

(۲۰) کچھ قومیں ایمان لانے کے بعد ضرور کافر ہو جائیں گی۔ طبرانی نے کبیر میں، تمام اور ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(۲۱) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مومن اُن میں چھپ کر رہے گا جیسے آج منافق تمہارے درمیان چھپ کر رہتا ہے۔ ابن السُّنّی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (کنز العمال ۱۱/۱۵۶، ۱۵۷)

(۲۲) آخری زمانہ میں کیڑے مکوڑوں کی طرح پڑھے لکھے لوگ ہوں گے۔ تو جو یہ زمانہ پالے وہ اُن سے اللہ کی پناہ مانگے۔ اِسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۲۳) بدکردار علما سے میری امت کی ہلاکت ہے۔ اِس حدیث کی روایت حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

(۲۴) نیک اعمال ایسے فتنوں کے ظہور سے پہلے کرلو جو شب تاریک کے حصوں کے مانند ہوں گے۔ اگر آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا۔ اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ کوئی دنیا کے حقیر سامان کے عوض اپنا دین بیچے گا۔ اِسے امام احمد، مسلم، اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۲۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ انصاف کیجیے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے تباہی ہو میں نہ انصاف کروں تو کون کرے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اجازت دیجیے میں اُس کی گردن ماردوں۔ فرمایا؛ چھوڑ دو۔ اُس کے کچھ ایسے ساتھی ہوں گے کہ تم میں کوئی اپنی نماز کو اُن کی نماز کے مقابلے میں اور اپنے روزے کو اُن کے روزوں کے مقابلے میں حقیر سمجھے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اِسے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور امام احمد نے بالفاظ متقاربہ روایت کیا ہے۔

(۲۶) آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو نوعمر اور بے وقوف لوگ ہوں گے۔ حدیثیں سنائیں گے اور قرآن پڑھیں گے جو اُن کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (حدیث) اسے بخاری، مسلم،

ابوداؤد، اور نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۲۷۔۳۲) ایک روایت میں ہے ''وہ مخلوق میں سب سے بدتر اور سرشت میں سب سے برے ہوں گے'' سعادت ہے اُس کے لیے جو اُن کو قتل کرے یا وہ اُس کو قتل کریں۔ وہ کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے حالاں کہ اُن کا اُس (کتاب) سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جو اُن سے جہاد کرے گا وہ اللہ سے قریب تر ہوگا۔ اُن کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی۔ یہ حدیث حضرت ابوسعید، حضرت انس، حضرت ابوذر، حضرت رافع بن عمرو، حضرت جابر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اُن کے الفاظ قریب قریب اور کچھ کمی بیشی کے ساتھ ہیں۔

(۳۳۔۳۶) ایک روایت میں ہے۔ اُن کی خاص علامت سر منڈانا ہے۔ وہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ اُن کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ تو جب تم انھیں پاؤ قتل کردو۔ وہ مخلوق میں سب سے بدتر اور سرشت میں سب سے بُرے ہوں گے۔ اس حدیث کی روایت امام احمد، نسائی، اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ''مشرق سے ایک سر منڈانے والی قوم نکلے گی'' اسے ابو نصر سجزی نے ابانہ میں، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور امام احمد نے مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک میں، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد طیالسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

''يَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ'' يا ''يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا قَطَعَ قَرْنٌ نَشَأَ قَرْنٌ حَتّٰى يَكُوْنَ آخِرُهُمْ يَخْرُجُ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ''

یعنی کچھ لوگ مشرق سے خروج کریں گے، قرآن پڑھیں گے وہ اُن کے حلقوم سے آگے نہ بڑھے گا۔ جب جب ایک نسل ختم ہوگی دوسری نسل پیدا ہوگی۔ یہاں تک کہ اُن کا آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ (کنزالعمال کتاب الفتن ۱۱/۱۸۰، ۱۸۱)

(۳۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے فرمایا: بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میرے رفقا بھول گئے یا بھولے ہوئے بن گئے۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے

فنائے دنیا تک پیدا ہونے والے فتنہ کے کسی بھی ایسے قائد کو نہ چھوڑا جس کے ہمنواؤں کی تعداد تین سو یا اُس سے زائد ہو مگر حضور نے ہمیں اُس کا نام، اُس کے باپ کا نام اور اُس کے قبیلے کا نام بتا دیا۔ (ابوداؤد)

(۳۸) کفر کا سر مشرق کی جانب ہوگا اور فخر و تکبر گھوڑے اور اونٹ والوں میں اور کڑی آواز والے بادیہ نشینوں میں ہے اور خاکساری و وقار بکری والوں میں ہے۔ بخاری و مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

(۳۹) یہاں سے (یعنی مشرق سے) فتنے پیدا ہوئے اور درشت مزاجی اور سنگ دلی اونٹ اور گائے چرانے کے وقت چلانے والے ربیعہ اور مضر کے بادہ نشینیوں میں ہے۔ الشیخان عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(۴۰) یا اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت دے، یا اللہ ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ'' اور ہمارے نجد میں'' فرمایا: یا اللہ ہمارے لیے ہمارے شام میں برکت دے، یا اللہ ہمارے لیے ہمارے یمن میں برکت دے۔ لوگوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ اور ہمارے نجد میں'' مجھے گمان ہے کہ تیسری مرتبہ فرمایا ''وہاں زلزلے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ اِسے بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۴۱) سن لو، مجھے کتاب اور اُس کے ساتھ اُسی جیسی ایک چیز عطا کی گئی۔ سن لو، عنقریب ایک شکم سیر آدمی اپنے تخت پر بیٹھ کر کہے گا: تم اپنے اوپر قرآن کو لازم کرلو، تو جو بھی اُس میں حلال پاؤ اُسے حلال قرار دو اور جسے حرام پاؤ اُسے حرام قرار دو۔ اور ایک روایت میں ہے۔ سن لو بیشک جو رسول اللہ نے حرام فرمایا وہ اُسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمایا۔ اِسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۴۲) سن لو میں نے کچھ چیزوں کا حکم دیا اور نصیحت کی اور کچھ چیزوں سے روکا۔ درحقیقت یہ ساری چیزیں یا تو احکام قرآن کے برابر ہیں یا اُس سے زیادہ اِسے ابو داؤد نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۴۳) میری امت کے دو گروہ ایسے ہوں گے جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ پہلا مرجئہ ہے اور دوسرا قدریہ۔ عرض کیا گیا مرجئہ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف قول ہے عمل نہیں۔ پھر عرض کیا گیا کہ قدریہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ ہیں جو کہیں گے کہ شر تقدیر الٰہی سے نہیں ہے۔ اِسے بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۴۴۔۵۴) میری امت میں دو فرقے ایسے ہوں گے جن کا اسلام میں کوئی نصیبہ نہ ہوگا ایک مرجئہ دوسرا قدریہ۔ اِس حدیث کے راوی صحابہ اور تخریج کرنے والے مصنفین کے اسما اِس طرح ہیں۔

(۱) راوی حضرت ابن عباس عن جابر رضی اللہ عنہ۔ بخاری فی التاریخ، نسائی، ابن ماجہ۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ خطیب فی التاریخ۔

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ طبرانی در معجم اوسط۔

مرجئہ اور قدریہ دونوں فرقوں یا صرف ایک کی مذمت میں مزید احادیث۔

(۴) حضرت انس و حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔ حلیۃ الاولیا، لابی نعیم، معجم اوسط طبرانی۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ معجم طبرانی کبیر، کامل لابن عدی۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ دارقطنی فی العلل۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ ابوداؤد، مستدرک حاکم، تاریخ بخاری۔

(۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ معجم اوسط طبرانی

(۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ تاریخ ابن عساکر۔

(۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ مسند الفردوس للدیلمی۔

(۱۰) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ۔ مستدرک حاکم۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ کامل لابن عدی۔ اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی روایات آئی ہیں۔ (کنز العمال ۱/۱۰۴، ۱۰۵، ۱۲۰، ۱۲۱)

(۵۵) سنگین معاملہ، عاجز کردینے والا بوجھ اور نہ منقطع ہونے والا شر، بدمذہبی کا اعلان اور بدعتوں کا اظہار ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں حضرت حکم بن عمیر

ﷺ سے روایت کیا۔

(۵۶) بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔ اِسے ابو حاتم خزاعی نے اپنے جزء میں اور دار قطنی نے افراد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (کنز العمال ۱/ ۱۹۵۔۱۹۹)

(۵۷) بدمذہب مخلوق میں سب سے بدتر اور سرشت میں سب سے برے ہیں۔ اِسے ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۵۸) درحقیقت تم اور تمہارے پیروکار جنت میں ہوں گے اور جلد ہی ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن کا ایک برا لقب ہوگا انھیں رافضی کہا جائے گا تو جب تمہارا اُن سے سامنا ہوتو انہیں قتل کرنا۔ کیوں کہ وہ مشرک ہوں گے۔ اِسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (کنز العمال ۱/ ۱۹۹)

اور حضرت علی سے ہی ابن ابو عاصم نے کتاب السنہ میں اور ابن شاہین نے اتنے اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے "میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! اُن کی کیا علامت ہوگی؟ فرمایا: "وہ ایسی چیز سے تمہاری تعریف کریں گے جو تم میں نہ ہوگی اور میرے اصحاب کے خلاف زبانِ طعن دراز کریں گے اور انہیں سبّ وشتم کا نشانہ بنائیں گے"۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً خیثمہ بن سلیمان طرابلسی نے فضائل الصحابہ میں اور لالکائی نے کتاب السنۃ میں حدیث مرفوع کے بعد مزید یہ بھی روایت کیا ہے۔ "اور اُن کی پہچان یہ ہے کہ ابوبکر وعمر کو گالیاں دیں گے" (کنز العمال ۱۱/ ۳۱۴)

(۵۹) آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جنہیں رافضی کہا جائے گا وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور اسے پسِ پشت ڈال دیں گے تو تم انہیں قتل کرنا کیوں کہ وہ مشرک ہیں۔ اسے عبد بن حُمید اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال ۱/ ۱۹۹)

(۶۰) ابوجحیفہ سے ہے: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر کہتے ہوئے سنا، میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوئے۔ ایک میری محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا میری دشمنی میں غلو کرنے والا۔ اِسے ابن منیع نے روایت کیا اور اِس کے رواۃ ثقہ ہیں۔ (کنز۔ ۱۱/ ۳۱۳)

(۶۱-۶۳) اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کا روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، نفل اور فرض کچھ بھی قبول نہ فرمائے گا۔ وہ اسلام سے اِس طرح نکل جائے گا جیسے گندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ اِسے ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں روایت کیا "اللہ نے ناپسند فرمایا کہ کسی بدمذہب کا کوئی عمل قبول فرمائے جب تک کہ وہ اپنی بدمذہبی سے توبہ نہ کرلے"۔

(۶۴-۶۵) جو کوئی نئی بات پیدا کرے یا پیدا کرنے والے کو پناہ دے۔ یا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے اپنی نسبت کا دعویٰ کرے یا جو اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور سے نسبت غلامی بتائے اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اُس کا فرض و نفل کچھ بھی قبول نہ فرمائے گا۔ اِسے ترمذی نے حضرت ثوبان سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۶۶) جو کسی بدعت پر کاربند ہو شیطان اُسے عبادت میں لگا دیتا ہے اور اُس پر خشوع اور گریہ وزاری کا لبادہ ڈال دیتا ہے۔ اُسے ابونصر اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بدمذہبوں سے اجتناب اور اہل سنت و جماعت سے وابستگی کا حکم

(۶۷-۷۰) تم اُن سے دور رہو اور اُن کو اپنے سے دور رکھو کہ وہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں نہ مبتلا کردیں۔ اِسے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (یہ حدیث گزر چکی ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے: اگر وہ بیمار ہوں تو اُن کی عیادت نہ کرو اور اگر مرجائیں تو اُن کے جنازے میں شرکت نہ کرو۔ ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ کا اضافہ کیا۔ اگر تمہاری اُن سے ملاقات ہوجائے تو انہیں سلام نہ کرو۔ اور عقیلی کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ نہ اُن کے ساتھ

بیٹھو، نہ اُن کے ساتھ کھاؤ پیو اور نہ اُن سے رشتۂ نکاح قائم کرو۔ ابن حبّان نے اُنہیں سے اِن الفاظ کی زیادتی کی: نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔ اور دیلمی کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت میں یوں ہے: میں اُن سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں اُن سے جہاد کرنا ایسا ہی ہے جیسا ترک اور دیلم سے جہاد کرنا۔

(۷۱) کسی قدری، مرجئی اور خارجی کے ساتھ نشست و برخاست نہ کرو وہ دین کو اِس طرح اوندھا کریں گے جس طرح برتنوں کو اوندھا کیا جاتا ہے اور اِس طرح غلو کریں گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے غلو کیا۔

سلفی نے ''انتخاب حدیث القراء'' میں اِسے روایت کیا۔ اِس کی سند یوں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق اُن کے والد محمد۔ اُن کے والد حضرت علی زین العابدین۔ اُن کے والد حضرت امام حسن۔ اُن کے والد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں۔

(۷۲) جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اُس کے ساتھ ترش روئی سے پیش آؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو مبغوض رکھتا ہے۔ اُن میں کا کوئی فرد پُل صراط کو پار نہ کرے گا بلکہ وہ لوگ ٹڈیوں اور مکھیوں کی طرح جہنم کی آگ میں پیہم گرتے جائیں گے اِسے ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۷۳) قدریوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ اُن سے گفتگو میں پہل کرو۔ اِسے ابو داؤد و حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۷۴۔۷۵) جب بنی اسرائیل گناہوں میں گرفتار ہوئے تو انھیں اُن کے علما نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر وہ علما اُن کی مجلسوں میں اُن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور اُن کے ساتھ کھانے پینے لگے تو اللہ نے اُن کے دل بھی انھیں نافرمانوں جیسے کر دیے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی اُن پر لعنت بھیجی۔ یہ اُن کی معصیت اور اُن کے حد سے تجاوز کر جانے کا ہی نتیجہ تھا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے (اُن سے تمہارا میل جول ہرگز نہ ہو) یہاں تک کہ تم انھیں نافرمانیوں سے پھیر کر حق پر قائم کر دو۔ اُسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۷۶۔۷۸) جس نے کسی بد مذہب کی تعظیم کی بلا شبہ اُس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد دی۔ اِسے طبرانی نے کبیر میں اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اِسی کے ہم معنی طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اور اُسی کے مثل بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

(۷۹) جو کسی بد مذہب سے بغض کی وجہ سے اعراض کرے اللہ تعالیٰ اُس کا دل امن وایمان سے بھر دے گا۔ اور جو کسی بد مذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اُسے سب سے بڑے خوف کے دن امان عطا کرے گا۔ اور جو کسی بد مذہب کی اہانت کرے اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں سو درجے بلند فرمائے گا۔ اور جو کسی بد مذہب کو سلام کرے یا اُس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے اور اِس انداز سے اُس کا استقبال کرے کہ جس سے اُس کو خوشی حاصل ہو تو اُس نے اُسے ہلکا جانا جو اللہ نے محمد ﷺ پر نازل کیا۔ اُسے خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۸۰۔۸۱) بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو، یا فرمایا امت محمدی کو گمراہی پر یکجا نہ فرمائے گا اور اللہ کی مدد جماعت پر ہے اور جو اِس جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔ اِسے ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور حکیم ترمذی، ابن جریر اور حاکم نے مستدرک میں انھیں سے اور حاکم نے اُسی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ اُس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو۔

(۸۲) بے شک میری امت گمراہی پر ہرگز اتفاق نہ کرے گی۔ تو اگر تم اُن میں کوئی اختلاف دیکھو تو اپنے اوپر سواد اعظم کی معیت کو لازم کرلو اسے ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۸۳) اللہ کی مدد جماعت پر ہے اور شیطان اُس کے ساتھ دوڑتا ہے جو جماعت کی مخالفت کرے۔ اِسے طبرانی نے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۸۴۔۸۵) بیشک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکری کا بھیڑیا ہوتا ہے جو گلے سے الگ ہونے والی، دور ہونے والی اور کنارے رہنے والی بکریوں کو پکڑ لیتا ہے تو تم الگ ہو کر پگڈنڈیوں میں جانے سے بچو اور جماعت، عامہ مسلمین اور مسجد کی پابندی اپنے اوپر لازم کرلو۔ اِسے عبدالرزاق نے جامع میں، امام احمد نے مسند میں، طبرانی نے معجم کبیر میں اور سجزی نے ابانہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اُسی کے ہم معنی طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابن قانع اور دار قطنی نے افراد میں اور ابونعیم نے معرفۃ میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۸۶۔۹۰) جس نے بالشت بھر بھی جماعت سے خروج کیا اُس نے اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار پھینکا یہاں تک کہ دوبارہ اُسے واپس لائے۔ اِسے حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں روایت کیا ”جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا وہ جہنم میں داخل ہوا“۔ اور امام نسائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اِس طرح روایت کی ”جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا وہ اسلام سے جدا ہوا“۔ اور امام احمد اور حاکم نے مستدرک میں انھیں سے یوں روایت کی ”جو جماعت سے الگ ہوا اور برحق حکومت کو ذلیل سمجھا وہ اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملے گا کہ اُس کے نزدیک اُس کے لیے کوئی مرتبہ نہ ہوگا“۔ (کنز العمال ۱/......)

(۹۱۔۹۳) میری امت میں فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے کے لیے ایک شہید کا اجر ہے۔ اُسے طبرانی نے اوسط میں، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بیہقی نے کتاب الزہد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں روایت کیا۔ ”جو شخص میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے کاربند رہا اُس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے“ اور حکیم ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ”میری امت میں اختلاف کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہاتھ میں انگارہ پکڑنے والے کی طرح ہے“۔

(۹۴) جس نے میری سنت سے محبت کی تو یقیناً اُس نے مجھ سے محبت کی۔ اور

جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اُسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۹۵۔۹۶) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں دین پر ثابت قدم رہنے والے کے لیے تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ہوگا۔ اُسے ابوالحسن قطّان نے اپنے منتخبات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور اُسی کے ہم معنی طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (کنزالعمال ۱۱/۱۳۴)

ائمہ وعلما کی ذمہ داری اور اقامت حق اور احیاء سنت کی تعریف

(۹۷۔۹۸) جب بدعتوں کا ظہور ہو اور اِس امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت کریں تو جس شخص کے پاس علم ہو وہ اُسے عام کرے۔ اِس لیے کہ اُس زمانے میں علم کو چھپانے والا اُس کی طرح ہوگا جس نے اُسے چھپایا جو اللہ نے محمد ﷺ پر اتارا۔ اِسے ابن عساکر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے، ابن عدی نے کامل میں، خطیب نے تاریخ میں اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۹۹) جب فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو عالم ایسا نہ کرے اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اُس کا کوئی نفل قبول فرمائے گا نہ کوئی فرض۔ اسے خطیب نے جامع میں روایت کیا اور بعض اُن کے علاوہ نے بھی روایت کی ہے۔

(۱۰۰۔۱۰۱) سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ سنانا ہے۔ اِسے ترمذی، ابن ماجہ اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد وطبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۰۲۔۱۰۶) جب لوگ کسی غیر شرعی امر کو دیکھیں اور اسے تبدیل نہ کریں تو

اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر عام عذاب نازل کرے۔ اِسے ابن ماجہ و ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اُسی کے ہم معنی اُنہیں سے ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور امام احمد و ترمذی اور بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت جریر بن عبداللہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا بزار اور اوسط میں طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں روایت کیا ''تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے اوپر تمھارے بد کرداروں کو مسلط فرمادے گا۔ پھر تمھارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی''۔

(۱۰۷) اللہ بزرگ و برتر نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شہروں کو اُن کے باشندوں کے ساتھ پلٹ دو۔ اُنھوں نے عرض کیا: پروردگارا، اِس میں تیرا فلاں بندہ ہے جس نے ایک لمحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس شہر کو اُس کے اور تمام باشندوں کے ساتھ پلٹ دو اِس لیے کہ میرے لیے کبھی ذرا دیر کے لیے بھی اُس کے چہرے پر بل نہیں آیا۔ اِسے امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۰۸) آخری زمانے میں میری امت کو سخت مصیبت اور آزمائش پیش آئے گی اُس سے وہی شخص نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا پھر اُس پر اپنی زبان اور اپنے دل سے جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کے لیے پہلے ملنے والے انعامات ہیں۔ اور وہ شخص نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچان کر اُس کی تصدیق کی۔ اِسے ابو نصر سجزی نے ابانہ میں اور ابونعیم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۰۹) جس نے میری امت کو کوئی حدیث اِس لیے پہنچائی تا کہ اُس سے کسی سنت پر عمل کیا جائے یا کوئی بدعت مٹائی جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ اِسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۱۰) جو شخص طلب علم کے لیے اِس غرض سے نکلا کہ اُس علم کے ذریعہ حق سے باطل کا رد کرے گا یا ہدایت سے گمراہی کا خاتمہ کرے گا تو یہ اُس شخص کی طرح ہے جو

گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر چالیس سال تک عبادت میں لگا رہے۔ اِسے دیلمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۱۱) تم میں سے کوئی شخص دنیا میں ایسے محاذ پر کھڑا ہو جس میں وہ اپنی حق گوئی کے ذریعہ کسی باطل کی تردید یا کسی حق کی تائید کرے تو یہ میرے ساتھ ہجرت کرنے سے بھی افضل ہے۔ اِسے ابونعیم نے حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۱۲۔۱۱۳) جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مٹا دی گئی ہو تو اُس کے لیے اُس سنت پر عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر اجر ہے جب کہ اُن کے اجر میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ اور جس نے کسی بدعتِ ضلالت کی ایجاد کی جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی نہیں تو اُس شخص پر اُس بدعت پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جب کہ اُن کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔ اِسے ترمذی نے بلال بن حارث مزنی سے اور ابن ماجہ نے حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف سے عن ابیہ عن جدہ (رضی اللہ عنہم) روایت کیا۔

(۱۱۴) بیشک اللہ تعالیٰ ہر سو سال پر اِس امت کے لیے ایسے شخص کو بھیجے گا جو اُس کے دین کی تجدید کرے گا۔ اِسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۱۵) ہر بعد والی نسل میں اِس علم کے حامل عادل لوگ ہوں گے۔ وہ اس علم کے ذریعہ غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے جھوٹے دعوے اور جاہلوں کی ناروا تاویل کا خاتمہ کریں گے۔ اِسے بیہقی نے حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری رضی اللہ عنہ سے کتاب المدخل میں مرسلاً روایت کیا۔

(۱۱۶) کیا تم فاجر (بدکار) کے ذکر سے پرہیز کرتے ہو؟ لوگ کب اسے پہچانیں گے؟۔ فاجر کی برائیاں بیان کرو تا کہ لوگ اُس سے بچیں۔ اسے ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبہ میں، حکیم ترمذی نے اور حاکم نے کنی میں، شیرازی نے القاب میں، اور ابن عدی نے اور طبرانی نے معجم کبیر میں، بیہقی اور خطیب نے حضرت بہز بن حکیم سے عن ابیہ عن جدہ (رضی اللہ عنہم) روایت کیا۔

(۱۱۷) کوئی بدمذہب ظاہر نہیں ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقابلے میں اپنی

حجت مخلوق میں سے جس کی زبان پر چاہا ظاہر فرمادی۔ اِسے حاکم نے حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(۱۱۸) عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک اللہ کا نبی ہونے کا دعوے دار ہوگا۔ حالاں کہ میں آخری نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہیں گے۔ اُن کے مخالفین اُن کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اُمرِ الٰہی قائم ہو۔ اِسے ابو داؤد و ترمذی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۱۹) میری امت میں سے ہمیشہ ایک ایسا گروہ ہوگا جو اللہ کے امر پر ثابت قدم رہے گا۔ اُس کی مدد چھوڑنے والے اور اُس کی مخالفت کرنے والے اُس کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے گا اِس حال میں کہ وہ اُس پر ثابت قدم ہوں گے۔ اِسے شیخین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۱۲۰) میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ نصرت یافتہ رہے گا۔ اُس کی مدد نہ کرنے والے اُس کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اِسے ترمذی نے حضرت معاویہ بن قرّہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ وہ اپنے والد سے راوی ہیں رضی اللہ عنہ۔

میں نے سب یا اکثر اَحادیث کے لیے کنز العمال للشیخ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری (متوفی ۹۷۵ھ) طبع دوم حیدر آباد دکن اور مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ دہلی سے مراجعت کی ہے۔ کنز العمال میں ایک حدیث متعدد ابواب کے تحت اور مختلف مراجع کے حوالے سے ملتی ہے اِس لیے اُس کا خیال رکھا جائے۔ اِن ابواب میں احادیث کثیر ہیں مگر میں نے تین اربعینات[1] پر اکتفا کیا۔

[1] اربعین:۔ چالیس حدیثوں کا مجموعہ۔ تین اربعین یعنی ایک سو بیس حدیثیں۔ اعظمی۔

بدعتوں اور بد مذہبوں کے خلاف صحابۂ کرام اور ائمۂ مابعد کی سرگرمیاں

اب تک جو کچھ بھی ہم نے ذکر کیا یہ کتاب و سنت کے ارشادات تھے جو بدعتوں اور بد مذہبوں سے متعلق اور اُن سے متعلق تھے جو بد مذہبوں سے مقابلہ و جہاد کریں، دین و سنت کی تائید و حمایت میں رہیں اور بد مذہبی اور گمراہی کا خاتمہ کریں۔

صحابۂ کرام اور بعد کے ائمہ و علما کتاب و سنت پر عمل کر کے لوگوں کو راہ حق دکھاتے رہے، مسلمانوں کو بد مذہبوں سے متنبہ کرتے رہے، کلمۂ اسلام کو سر بلند کرتے رہے اور ہر باطل کا ردّ و ابطال کر کے اُس سے اپنی برأت و بیزاری کا اظہار فرماتے رہے۔ اگر اُن کی زبردست کوششیں نہ رہی ہوتیں تو آج اسلام کی شناخت نہ ہو پاتی۔

اب ہم صحابۂ کرام اور ائمہ و علما کے طریقے پر نظر ڈالتے ہیں تاکہ یہ حق سے وابستگی رکھنے والے ہر شخص کے لیے نمونۂ عمل بن جائے۔ کیوں کہ اُن کا طریقہ ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی طرف ہدایت پانے اور جس پر ثابت قدم رہنے کے لیے ہم ہر نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے اجمالاً بیان کیا تھا۔

(۱)　تواتر اور تسلسل سے معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ سے جہاد فرمایا۔ جب کہ وہ اسلام سے نسبت رکھتے اور مسلمان کہلاتے تھے۔ اس جہاد کے درست ہونے پر انہیں پوری طرح انشراح صدر حاصل تھا۔ اور انھوں نے اس میں توقف اور تردد کرنے والوں کے سامنے اِس کی ایسی وضاحت فرمائی کہ اُن لوگوں نے یقین کر لیا کہ حضرت ابوبکر ہی کی رائے حق و درست ہے پھر سب نے اجماعی طور پر اُن کی موافقت کی۔

(۲)　سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اجنبی مسافر سے ملاقات ہوئی اور اُسے مہمان بنا کر اپنے گھر لائے اور کھانے کے لیے دستر خوان پر بٹھایا۔ لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ ایک باطل عقیدہ رکھنے والا شخص ہے تو اُسے اپنے دستر خوان سے اٹھا دیا اور اپنے گھر سے نکال باہر کیا۔ (کنز العمال۔ ۱۰/۱۶۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اِس امت پر کسی ایسے مومن سے اندیشہ نہیں کرتا جس کو اُس کا ایمان (غیر شرعی امر سے) روکے۔ اور نہ ایسے فاسق سے اندیشہ کرتا ہوں جس کا فسق بالکل ظاہر ہو۔ لیکن میں اِس امت پر ایسے شخص سے ڈرتا ہوں جو پوری فصاحت اور طلاقت لسان سے قرآن پڑھتا ہو پھر اُس کی غلط سلط تاویل کرتا ہو (ابن عبد البر)

ابو عثمان نہدی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ: مجھے اِس امت پر سب سے زیادہ جس کا خوف ہے وہ علم والا منافق ہے۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! علم والا منافق کیسا ہوتا ہے؟ فرمایا: زبان کا دانا اور قلب و عمل کا نادان۔ (مسدد و جعفر فریابی فی صفۃ المنافق)

(۳) اور یہ سیدنا عثمان بن عفان ہیں، انہیں معلوم ہوا کہ ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گیا تو آپ نے اُسے تین بار اسلام کی دعوت دی۔ پھر بھی وہ نہ مانا تو اُس کا سر قلم کر دیا۔ (اِسے عبد الرزاق نے جامع میں اور بیہقی نے سنن میں ذکر کیا ہے)

(۴) بتواتر ثابت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے جنگ کی جب وہ لوگ دین سے نکل گئے اور یہ کہا کہ: ''اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں'' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات تو حق ہے مگر اُس سے ایک غلط مطلب لیا گیا ہے۔ کیوں کہ جب حضرت علی نے حکم بنانے کا مشورہ قبول فرما لیا تو اُن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ" (یعنی حکم صرف اللہ کا ہے) کو اپنا مستدل بنا کر حضرت علی کی تکفیر کی اور انھیں مشرک قرار دیا۔ اِسی طرح ہم اُن کے متبعین وہابیوں کو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اُس شخص کو کافر و مشرک ٹھہراتے ہیں جو اِس بات کا قائل ہو کہ انبیاے کرام اللہ تعالیٰ کے بتانے سے غیب کی باتیں جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قدرت عطا فرمانے سے کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔ اِس سلسلے میں یہ لوگ "لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ" جیسی آیتوں سے استناد کرتے ہیں اور اُن کی مراد اور مطلب کی انھیں خبر نہیں۔

(۵) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج سے مناظرہ کیا اور انہیں دلیل حق سے قائل کر دیا۔ یہاں تک کہ اُن میں سے بہت سے اپنے فاسد عقائد سے تائب بھی ہوئے۔

(۶) اور یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو خوارج کی مذمت کرتے اور انہیں اللہ کی بدتر مخلوق شمار کرتے۔ آپ کا ارشاد ہے: اُن لوگوں نے ایسی آیات کو سند بنایا جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں پھر انھیں مومنوں پر فٹ کیا۔ (صحیح بخاری ۲/۱۰۲۴ مطبوعہ دہلی)

وہابیہ بھی انہیں خوارج کے نقش قدم پر چلے۔ چنان چہ وہ تمام آیات جو بتوں اور مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئیں یہ اُن کو انبیا اور مومنین پر منطبق کرتے ہیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت یحییٰ بن یعمر سے روایت کی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض لیا: اے ابوعبدالرحمٰن ہماری طرف کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے جو قرآن پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ "تقدیر کوئی چیز نہیں بلکہ امرالٰہی فی الحال ہوتا ہے" اُس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اُن سے ملنا تو انھیں خبر کردینا کہ میں اُن سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔

نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بولا کہ فلاں آپ کو سلام کہتا ہے آپ نے فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ اُس نے دین میں نئی بات نکالی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اُسے میرا اسلام مت کہنا۔ اِسے ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

صحابۂ کرام کے بعد تابعین کا دور آتا ہے۔ تابعین رحمہم اللہ سے بد مذہبوں سے براءت اور اُن کے ردّ وابطال میں بہت سے آثار وارد ہیں کیوں کہ اُن کے زمانہ میں بد مذہبوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی اور وہ زور پکڑ چکے تھے۔

(۷) یہ فقیہ ومحدث، عالم وزاہد، متورع وعبادت گزار حضرت محمد بن سیرین [illegible] ہیں جو مشاہیر واجلۂ تابعین سے ہیں۔ اُن کے بارے میں مورق عجلی کہتے ہیں کہ [illegible] نے ابن سیرین سے اپنے ورع میں زیادہ فقہ والا اور اپنے فقہ میں زیادہ ورع والا [illegible] نہیں دیکھا۔ اور خلف بن ہشام کہتے ہیں کہ: ابن سیرین کو اللہ کی جانب سے نیک خوئی، سکون ووقار اور خشوع عطا کیا گیا۔ جب لوگ انھیں دیکھتے تو اللہ کو یاد کرتے۔ انھوں نے ستتر سال کی عمر میں ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابن سیرین کے پاس دو بد مذہب آئے۔ انھوں نے کہا کہ اے ابوبکر! ہم

آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ اُن دونوں نے کہا: تو پھر کتاب اللہ کی ایک آیت آپ کے روبرو پڑھتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نہیں۔ تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اِس پر وہ دونوں نکل گئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد ایک شخص نے کہا: اے ابوبکر آپ کا کیا نقصان ہوتا اگر وہ آپ کو کتاب اللہ کی کوئی آیت سنا دیتے؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے کوئی آیت سنا کر اُس کا غلط مطلب بیان کریں اور وہ غلط بات میرے دل میں جگہ پکڑ لے۔

(۸) یہ ممتاز تابعی حضرت سعید بن جبیر ﷺ ہیں جو راہِ حق میں صبر و استقامت کے ساتھ انچاس برس کی عمر میں ۹۵ھ میں شہید ہوئے۔ انھوں نے ایوب سختیانی کو ایک بد مذہب کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو اُنھیں اُس کی ہم نشینی سے منع فرمایا۔ ایوب کہتے ہیں مجھے حضرت سعید بن جبیر نے (فرقۂ مرجیہ سے نسبت رکھنے والے) طلق بن حبیب کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو مجھ سے کہا: آپ طلق بن حبیب کے پاس کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ اُس کے پاس مت بیٹھیے۔ کلثوم بن جبر کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعید بن جبیر سے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا۔ تو انھوں نے اُسے جواب نہ دیا۔ پھر اُن سے کہا گیا۔ (کہ کیوں جواب نہیں دیا) تو فرمایا: ''از ایشاں'' (یعنی وہ بدمذہبوں میں سے ہے)۔ (مسند دارمی)

(۹۔۱۰) دارمی نے حضرت ابو قلابہ سے اور حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین (رضی اللہ عنہم) سے روایت کی کہ اُن لوگوں نے کہا: بد مذہب کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ابو قلابہ نے یہ اضافہ کیا: اور اُن لوگوں سے بحث ومباحثہ نہ کرو اِس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ جن باتوں کو تم نہیں جانتے اُن سے متعلق تمہیں گمراہ کر دیں اور جن کو جانتے ہو اُن سے متعلق شک وشبہ پیدا کریں۔ (باب اجتناب اہل الاہواء والبدع والخصومۃ)

ابو قلابہ، یہ مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن زید جرمی ہیں۔ سختیانی کہتے ہیں: خدا کی قسم ابو قلابہ صاحب عقل و دانش فقیہ ہیں۔ اُن کی وفات ملک شام میں منصب قضا سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوئی۔

حضرت حسن بصری، یہ ہر علم وفن میں اور زہد وورع وعبادت میں اپنے وقت کے امام ہیں۔ اُن کی وفات رجب ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

امام مسلم نے حضرت ابن سیرین سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا: پہلے لوگ استاد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے۔ لیکن جب فتنے کا وقوع ہوا تو انھوں نے کہا: آپ لوگ ہم سے اپنے شیوخ کے نام بتایئے کہ اہل سنت کو دیکھ کر اُن کی حدیث لی جائے اور اہل بدعت کو دیکھ کر اُن کی حدیث نہ لی جائے۔ امام مسلم نے اُن سے یہ بھی روایت کی کہ انھوں نے فرمایا: یہ علم دین ہے۔ اِس لیے اُس کے بارے میں چھان بین کر لو جس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔ اُسے دیلمی نے اور ابونصر سجزی نے ابانہ میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مرفوعاً اور ابن عدی نے کامل میں اور حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت انس ... سے مرفوعاً بھی روایت کیا۔ (کنز العمال ۱۴۲/۱۰)

(۱۱) یہ حضرت ایوب سختیانی ہیں جو تابعین، رجال جماعت اور کبار فقہائے عابدین میں سے ایک ہیں۔ اُن کی وفات ۶۵ سال کی عمر میں ۱۳۱ھ میں ہوئی۔ حضرت ایوب سختیانی سے سلام بن ابو مطیع بصری متوفی ۱۶۴ھ اُن سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ: ''بد مذہبوں میں سے ایک شخص نے ایوب سے کہا: اے ابوبکر! میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ سلام کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا منھ پھیر لیا اور اپنی انگلی سے اشارہ کیا کہ آدھی بات بھی نہیں۔ اور ہماری طرف سعید نے اپنی داہنی چھنگلیا سے اشارہ کیا۔'' سعید، یہ ابن عامر ضبعی ہیں جو دارمی کے شیخ اور رجال جماعت سے ہیں۔ اُن کی وفات عمر ۸۶ سال ۲۰۸ھ میں ہوئی۔

(۱۲) یہ امام اہل بیت حضرت ابوجعفر باقر محمد بن علی بن حسین بن علی ہیں۔ (۵۶ھ-۱۱۷ھ) جو اجلۂ تابعین اور اکابر مشہورین سے ہیں۔ فرماتے ہیں: بد مذہبوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ کیوں کہ وہ اللہ کی آیتوں میں بے جا دخل دیتے ہیں اور غلط معنی بیان کرتے ہیں۔ (...)

(۱۳) یہ حضرت یزید بن زریع بصری تبع تابعین اور ثقہ، ثبت اور رجال ستہ سے ہیں انھوں نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ اُن سے احمد بن مقدام نے روایت کی، کہتے ہیں: ہم یزید بن زریع کی مجلس میں تھے تو انھوں نے فرمایا کہ جو بھی جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس جاتا ہو وہ میرے قریب نہ آئے۔ عبدالوارث اعتزال اور جعفر رفض سے منسوب تھا۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی)

(۱۴) ابن عیینہ نے کہا: میں نے جابر جعفی کو چھوڑ دیا اور اُس سے روایت نہ لی۔ عقیلی نے کہا: جابر جعفی رافضی تھا۔ (م ۱۲۷ھ) سفیان بن عیینہ اتباعِ تابعین سے اور امام حجت ہیں۔ انھوں نے ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

(۱۵) بزرگ تابعی سماک بن سلمہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کدیر ضبی کے پاس اُس کی عیادت کے لیے گیا۔ تو اُس کی بیوی نے کہا: اُن کے قریب آجایے کیون کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو میں اُن سے درود میں "سَلَامٌ عَلَی النَّبِیِّ وَالْوَصِیِّ" کہتے ہوئے سنا۔ میں نے کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ دوبارہ مجھے تمھارے پاس نہ دیکھے گا۔ کدیر ضبی غالی شیعہ تھا۔ (میزان الذھبی)

(۱۶) مغیرہ نے کہا: ذرّ بن عبداللہ ہمدانی نے جو مرجیہ میں سے تھا حضرت ابراہیم نخعی کو سلام کیا تو انھوں نے اُس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ ذرّ نے ابوالبختری طائی سے حضرت سعید بن جبیر کی شکایت کی کہ انھوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ تو ابو البختری نے اِس بارے میں اُن سے گفتگو کی۔ تو حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: یہ شخص ہر روز ایک نیا دین ایجاد کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں اُس سے کبھی نہ بولوں گا۔ (میزان الذہبی)
حضرت ابراہیم بن یزید نخعی، حضرت سعید بن جبیر کے ہم عصر اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ ۹۶ھ میں تقریباً پچاس برس کی عمر میں وفات پائی۔

(۱۷) مؤمّل بن اسماعیل نے کہا: عبدالعزیز بن ابی روّاد مرجئی کا انتقال ہوا۔ اور حضرت سفیان مکہ ہی میں تھے مگر انھوں نے اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ جنازہ کے سامنے آکر گزر گئے اور لوگ انھیں دیکھتے رہے کہ انھوں نے نماز نہیں پڑھی۔ انھوں نے فرمایا کہ: میں نے چاہا کہ لوگوں کو دکھادوں کہ یہ شخص بدعت پر مرا۔ (میزان الذہبی)
یہ سفیان بن عیینہ ہیں اور اگر سفیان ثوری ہوں تو یہ ابن عیینہ سے زیادہ بزرگ ہیں۔ یہ دونوں حضرات اتباع تابعین میں سے ہیں۔ اُن کی جلالت شان پر علما کا اجماع ہے۔ ابن عیینہ نے ۹۱ برس کی عمر پا کر ۱۹۸ھ میں وفات پائی اور ثوری نے ۶۴ سال کی عمر میں ۱۶۱ھ میں وفات پائی اور ابن ابی روّاد کا انتقال ۱۵۹ھ میں ہوا۔

(۱۸) یہ حضرت وکیع بن جراح ہیں جنھوں نے ۱۹۶ھ کے آخر میں یا ۱۹۷ھ کے شروع

میں وفات پائی۔ امام شافعی کے شیوخ اور رجال جماعت سے ہیں، انھوں نے ابو معاویہ نابینا کے مرجئی ہونے کی وجہ سے اُس کے جنازے میں شرکت نہیں فرمائی۔ (میزان الذہبی)

ابن عیینہ نے کہا کہ عبد الرحمٰن بن اسحاق مدنی، قدری تھا اِس لیے اُسے باشندگان مدینہ نے شہر بدر کردیا۔ وہ یہاں ولید کے قتل کے زمانے میں آیا مگر ہم نے اُس کی صحبت سے گریز کیا۔

(۱۹) امام حُمیدی، امام بخاری کے شیخ اور حضرت سفیان بن عیینہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ ۲۱۹ھ میں وفات پائی۔ جب مکہ میں معاذ بن ہشام آیا تو امام حُمیدی نے فرمایا ''اِس قدری کی باتیں مت سنو''۔

(۲۰) حماد بن زید نے کہا کہ میں حضرت ایوب سختیانی، یونس اور ابن عون کے ساتھ تھا کہ اُن کے پاس سے عمرو بن عبید گزرا اور انہیں سلام کر کے رکا۔ مگر اُن لوگوں نے جواب نہ دیا کیوں کہ وہ معتزلی قدری اور اپنے مذہب کا داعی تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ عمرو بن عبید پرہیز گار عبادت گزار تھا یہاں تک کہ اپنا ایک الگ عقیدہ بنایا اور حضرت حسن بصری کی مجلس سے اپنے کچھ ماننے والوں کے ساتھ کنارہ کش ہوگیا۔ اِس وجہ سے اُن کے گروہ کا نام معتزلہ ہوا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ عمرو بن عبید صحابۂ کرام کو سبّ وشتم کرتا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عون بصری متوفی ۱۵۰ھ ایسے ہی یونس بن عبید بن دینار بصری متوفی ۱۳۹ھ علم وعمل میں حضرت ایوب سختیانی کے ہم سروں میں سے تھا۔

(۲۱) امام مسلم نے علی بن شقیق سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو برسرِ عام کہتے ہوئے سنا کہ: عمرو بن ثابت کی حدیثیں چھوڑ دو کیوں کہ وہ سلف کو بُرا کہتا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک جن کی جلالت وامامت، مقام بلند اور رفعت مرتبت پر علما نے اجماع کیا۔ انہیں تابعین کی کئی جماعتوں سے سماع حاصل ہے اور اُن سے کبار علما کی کئی جماعتوں نے روایتیں کیں۔ اور اُن کے شیوخ اور اُن کے ہم عصر ائمہ مثلاً سفیان ثوری، فضیل بن عیاض اور دوسرے حضرات نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ اُن کی وفات ۶۳ رسال کی عمر میں ۱۸۱ھ میں ہوئی۔

یہ بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہے۔ لیکن بتانے اور دکھانے کے لیے کافی اور وافی ہے کہ بد مذہبوں کے ساتھ اسلاف کرام کا طرز عمل کیا تھا اور جن اسلاف پر ہم اعتماد کرتے ہیں اور جن کی پیروی کے دعوے دار ہیں اُن کے مسلک سے عملی طور پر ہم کہاں تک موافقت کرتے ہیں۔

ہمارے ائمہ اربعہ جن کے مذاہب مشرق و مغرب میں پھیل چکے ہیں اور بلاد عالم کے اہل اسلام جن کے متبع ہیں۔ اُن حضرات نے بھی بد مذہبوں کا ردّ کیا اور امت کو اُن کے شر سے آگاہ کیا۔

یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) ہیں۔ اُن سے اہل سنت کی علامت پوچھی گئی تو فرمایا۔

تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَیْنِ وَالْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔

شیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو افضل جاننا، دونوں دامادوں (حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما) سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

اپنے اِس قول سے انھوں نے روافض، نواصب اور خوارج کا ردّ کیا ہے۔ اُن کے شیخ عطا بن ابی رباح ہیں جو بد مذہبوں کو شاگرد نہ بناتے تھے۔ جب اُن کے پاس کوئی طالب علم آتا تو پہلے اُس کے مذہب کے بارے میں پوچھتے۔ امام ابو حنیفہ بہ حیثیت متعلم ان کے پاس آئے تو اُن سے اُن کے عقیدے کے بارے میں پوچھا۔ تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا ''میں اُن میں سے نہیں ہوں جو سلف کو گالیاں دیتے ہیں اور گناہ کے سبب تکفیر کرتے ہیں۔ اور میں قدر پر ایمان رکھتا ہوں'' تب حضرت عطا نے انہیں سماعت کی اجازت دی۔

''الفقہ الاکبر'' نامی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا ایک مختصر متن ہے جو عقیدہ کے باب میں کافی ہے۔ اُس میں اہل سنت کا مذہب بیان کیا ہے اور قدریہ، جہمیہ، روافض اور معتزلہ وغیرہ کا ردّ کیا ہے تاکہ مسلمان اُن سے بچیں اور راہ حق پر چلیں۔

سیدنا امام مالک (۹۵ھ-۱۷۹ھ) سے جہم بن صفوان نے ''اِسْتِوَاء عَلَی الْعَرْشِ'' کا معنی پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ استوا معلوم ہے مگر اُس کی کیفیت عقل

میں آنے والی نہیں اور اُس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اُس کے متعلق سوال کرنا بدعت اور بدمذہبی ہے" پھر فرمایا: اِس کو ہماری مجلس سے نکالو یہ بدمذہب ہے۔

سیدنا امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) نے اصول دین میں چودہ کتابیں لکھیں۔ انھوں نے بدمذہبوں کا مقابلہ کیا اور اپنے زمانے میں بدعت اور اہل بدعت کے پھیلنے کے سبب مسلمانوں کی حفاظت وصیانت کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔ تو آپ نے دین کی تجدید فرمائی اور غالیوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویل کو مٹایا، کج روی اختیار کرنے والوں اور راہِ راست سے منحرف ہونے والوں کو درست کیا۔

سیدنا امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) نے تو اِس راہ میں سخت مشقتیں جھیلیں اور ظلم سہے۔ حکمرانوں پر معتزلہ کا اثر ہو چکا تھا اور انھوں نے علما کو خلق قرآن کا قائل ہونے پر مجبور کیا تو ان کے خوف سے کم ہی لوگ بچ سکے۔ اور قریب تھا کہ ظلم و جبر کے ہاتھوں اہل حق کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن امام احمد کی ثابت قدمی نے کلمۂ دین کو بلند کیا اور ظالموں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

ہم کتب حدیث کی سب مسانید، معاجم، سنن و جوامع وغیرہ کے مصنفین کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے فرق باطلہ کا رد کرنے اور بدعتوں اور بدمذہبوں سے مسلمانوں کو دور کرنے پر خاص توجہ دی۔

پیچھے یہ امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۶ھ-۲۵۶ھ) ہیں آپ نے اپنی کتاب میں خوارج اور ملحدین سے قتال کرنے اور فرقۂ جہمیہ کے رد میں ایک باب باندھا ہے۔ حدیث کی کوئی کتاب ان احادیث سے خالی نہیں ہے جو سنت کو مضبوطی سے تھامنے اور بدعت سے احتراز کرنے کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ ان ائمہ نے مسلمانوں کی خیر خواہی اور بدمذہبوں کی سرکوبی اور دین کی سرحدوں کے تحفظ کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کا صلہ عطا فرمائے اور اسلام اور مسلمانوں کی جانب سے انھیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

دین کی نشر و اشاعت کے لیے ہر دور میں ائمہ کرام اور علماے اسلام کی مساعی جمیلہ رہیں۔ وہ پیہم اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ اسلامی معاشرے کو بدمذہبی سے

فتنوں اور گمراہی کی تاریکیوں سے بچایا جائے اور اُسے صالح افکار وعقائد اور پاکیزہ اخلاق وعادات سے آراستہ کیا جائے اِس راہ میں انہیں سخت آزمائشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے باز نہ رہے اور اللہ نے امت کی رہنمائی کی جو ذمہ داری اُن کے اوپر رکھی تھی پوری کرتے رہے۔ اور اُن کے استقلال ہی کی وجہ سے دین کا چہرہ بدمذہبوں کی شرانگیزیوں سے محفوظ اور دہریوں اور زندیقوں کی گندگیوں سے صاف وشفاف رہ سکا۔

اِس میدان میں جن لوگوں نے نمایاں کارنامے انجام دیے اُن میں سے چند حضرات کو ہر صدی کے لحاظ سے ذکر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہر قاری اُن سے باخبر ہو جائے۔ اور میرا کلام اُن کے ذکر کی خوشبو سے معطر ہو جائے تفصیل کے لیے ایک علیحدہ مستقل، جامع کتاب کی ضرورت ہے شاید اللہ تعالیٰ میرے احباب میں سے کسی کو اُس کی توفیق عطا فرمائے۔

پہلی صدی

(۱)	خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ	۶۱ھ - ۱۰۱ھ

دوسری صدی

(۲)	امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۰ھ-۲۰۴ھ
(۳)	امام حسن بن زیاد لولوی کوفی رحمۃ اللہ علیہ	-----۲۰۴ھ
(۴)	سیدنا معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ	-----۲۰۰ھ
(۵)	امام اشہب بن عبد العزیز مصری مالکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۵ھ-۲۰۴ھ
(۶)	امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	۱۵۳ھ-۲۰۳ھ
(۷)	امام یحیٰ بن معین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵۸ھ-۲۳۳ھ

تیسری صدی

(۸)	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۴ھ-۲۴۱ھ

(۹) امام احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۵ھ-۳۰۳ھ

(۱۰) امام ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۹ھ-۳۰۶ھ

(۱۱) مجتہد مطلق محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۴ھ-۳۱۰ھ

(۱۲) امام ابوجعفر احمد بن سلامۃ ازدی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹ھ-۳۲۱ھ

(۱۳) امام ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۰ھ-۳۲۴ھ

انہیں کی جانب سلسلۂ اشعریہ منسوب ہے۔ وہ امام اہل سنت و ماحی بدعت ہیں۔ ہم یہاں علامہ ابن سبکی کی کتاب "طبقات الشافیۃ الکبریٰ" کے حوالے سے اُن کے مختصر حالات رقم کرتے ہیں۔

آپ نے اولاً ابوعلی جبائی سے علم حاصل کیا اور مذہب اعتزال میں اُس کے تابع رہے۔ مناظرے کے ماہر اور اپنے مخالفین سے مباحثہ میں جری تھے۔ جبائی مصنف اور قلم کا رضرور تھا لیکن مناظروں میں کمزور تھا۔ جب کبھی مناظرہ کی ضرورت پیش آتی تو اشعری کو اپنی نیابت کا حکم دیتا۔ اشعری مذہب اعتزال پر قائم رہے یہاں تک کہ معتزلہ کے امام ہو گئے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے اپنے دین کی نصرت کا ارادہ فرمایا اور اتباعِ حق کے لیے اُن کا سینہ کھول دیا تو وہ پندرہ دن کے لیے اپنے گھر میں روپوش ہو گئے۔ پھر جامع مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا "اے لوگو! میں تم سے اتنی مدت تک غائب رہا تاکہ غور و فکر کروں تو دلائل میرے نزدیک برابر معلوم ہوئے اور کوئی دلیل دوسری دلیل پر راجح نہ معلوم ہوئی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن اعتقاد کو اپنانے کی ہدایت دی جن کو میں نے اپنی ان کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ اور اپنے تمام سابقہ عقیدوں سے ایسے ہی علیحدہ ہو گیا جیسے اپنے اس کپڑے سے۔ یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنے جسم سے کپڑا اتار کر پھینک دیا۔ اور جو کتابیں انھوں نے مذہب اہل سنت کے مطابق تصنیف کی تھیں لوگوں کے سپرد کر دیں۔

ابن سبکی نے بیان کیا ہے کہ اُن کے مذہب اعتزال سے پھرنے کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تو سرکار نے اُن سے فرمایا کہ

"اے علی! اُس مذہب کی مدد کر جو مجھ سے مروی ہے بلاشبہ وہی حق ہے" یہ خواب انھوں نے رمضان کے عشرۂ اول میں دیکھا، پھر عشرۂ ثانی میں، اور پھر ستائیسویں شب میں دیکھا۔ عرض کی یارسول اللہ! میں وہ مذہب ایک خواب کے سبب کیسے چھوڑ دوں جن کے مسائل اور دلائل تیس سال سے میرے ذہن نشین ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ اِس معاملے میں اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی خاص مدد سے نوازے گا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ابھی اُس مذہب کے سارے دلائل تمہارے سامنے واضح کر دیتا۔ اِس لیے تم اِس راہ میں کوشش کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی مدد سے جلد ہی سرفراز فرمائے گا۔ پھر وہ بیدار ہوئے اور فرمایا "حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں"۔ اور اُن احادیث کی مدد شروع کر دی جو رؤیتِ باری اور شفاعت وغیرہ کے باب میں مروی ہیں۔ تو اُن پر ایسے مباحث و براہین کے دروازے کھلنے گئے جن کو نہ تو کبھی کسی شیخ نے سنا تھا، نہ کسی مقابل نے پیش کیا تھا اور نہ ہی کسی کتاب میں دیکھا تھا۔

شیخ علم کلام اور دوسرے علوم کی طرح تصوف اور علم باطن میں بھی امامت اور پیشوائی کا درجہ رکھتے تھے۔ استاذ ابو اسحاق اسفرائینی نے فرمایا کہ میں شیخ ابوالحسن باہلی کے سامنے ایسے ہی تھا جیسے سمندر کے سامنے قطرہ۔ اور انھوں نے شیخ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں امام اشعری کے سامنے ایسے ہی تھا جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ۔

اُن کی صحبت میں رہنے والوں کا بیان ہے کہ انھوں نے بیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ وہ ایک گاؤں کی آمدنی پر زندگی گزارتے تھے جو اُن کے دادا بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے اپنی اولاد پر وقف کیا تھا۔ اُن کا سالانہ خرچ سترہ درہم تھا ہر مہینے میں ایک درہم سے کچھ زیادہ۔

اُن کی تصانیف کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی جن کو ابن عساکر نے شمار کیا ہے۔

اُن میں سے کچھ یہ ہیں۔ (۱) الفصول فی الرد علی الملحدین (۲) الموجز (۳) امامة الصديق (۴) خلق الاعمال (۵) الاستطاعة (۶) الصفات (۷) الروية (۸) الأسماء والأحكام (۹) الرد علی المجسمة (۱۰) الايضاح (۱۱) اللمع الصغير

(۱۲) اللمع الکبیر (۱۳) الشرح والتفصیل (۱٤) المقدمۃ (۱۵) النقض علی الجبائی (۱٦) مقالات المسلمین (۱۷) مقالات الملحدین (۱۸) الجواب فی الصفات (مذہب اعتزال پر) فرمایا پھر ہم نے اُس کو منسوخ اور باطل کر دیا۔ (۱۹) الرد علی ابن الراوندی۔

بعض بدمذہبوں نے کہا: دین تو صرف اسلام ہے۔ پھر اشعری اور ماتریدی کی طرف نسبت کیسی؟ تو ابن سبکی نے اعتراض ذکر کیے بغیر اُس کا جواب دیا۔ فرمایا۔

امام ابوالحسن نے نہ کوئی نئی بات گڑھی اور نہ کوئی الگ مذہب ایجاد کیا۔ وہ تو فقط مذاہب سلف کو ثابت کرنے والے اور اُس مذہب کی حمایت کرنے والے تھے جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے۔ اور اُسی اعتبار سے اُن کی طرف نسبت کی جاتی ہے کہ وہ سلف کے طریقہ پر کمربستہ ہوئے اور اُس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور دلائل وبراہین قائم کیے۔ اس لیے اُن کی اقتدا کرنے والے اور دلائل میں اُن کے نقش قدم پر چلنے والے کو اشعری کہا جاتا ہے۔ مایرقی نے کہا کہ امام ابوالحسن اشعری اہل سنت کی ترجمانی کرنے والے پہلے متکلم نہیں ہیں۔ اُن سے پہلے بھی علماء اہل سنت کی حمایت میں کلام کرتے رہے ہیں۔ شیخ انہیں کے طریقہ پر چلے اور اُن کے مذہب سے اُسی معروف مذہب کی حمایت میں سرگرم رہے۔ جس سے شیخ نے اہل حق کے دلائل کو سامنے لائے اور مذہب اہل سنت پہلے سے زیادہ واضح ہو گیا۔ شیخ [illegible] نے کوئی نئی بات نہیں گڑھی اور نہ ہی اپنا کوئی الگ مذہب ایجاد کیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر وسیع رحمتیں نازل فرمائے۔

---

(۱٤) امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۳ھ

وہ متکلمین کے امام اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح کرنے والے تھے۔ [illegible] میں اُن کا سلسلۂ تلمذ یہ ہے۔ امام ابو منصور۔ ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی۔ امام محمد بن حسن شیبانی۔

اور حکیم قاضی اسحاق بن محمد سمرقندی (م ۳٤۲ھ) [illegible] (م [illegible] ۳٤۵ھ) اور فخر الاسلام بزدوی (۴۰۰ھ-۴۸۲ھ) سے امام ابو محمد عبد الکریم بن موسیٰ

بزدوی (م ۳۹۰ھ) نے اُن سے علم فقہ حاصل کیا۔

انھوں نے عظیم المرتبت کتابیں تصنیف کیں اور عقائد باطلہ کا ردّ کیا۔ اُن کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں

(۱) کتاب التوحید (۲) کتاب المقالات (۳) کتاب اوھام المعتزلہ
(٤) ردّ الاصول الخمسة لابی محمد الباھلی (٥) ردّ الامامة لبعض الروافض
(٦) الرد علی القرامطه (۷) ماخذ الشرائع (فقہ میں) (۸) الجدل (اصول فقہ میں) وغیرہ۔

ماترید سمرقند میں ایک محلّہ ہے۔ سمعانی نے اُس کا ذکر کیا ہے۔ (الفوائد البھیة)

ماترید کی طرف نسبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے اشعری کی طرف نسبت کرنا یعنی دلائل میں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے ماتریدی کہا جاتا ہے۔ وہ کسی نئے مذہب کی داغ بیل ڈالنے والے نہیں تھے بلکہ وہ دینِ حنیف اور سنتِ سنیہ کے مددگار اور نئے نئے فرقوں کا ردّ کرنے والے تھے۔

ابو منصور ماتریدی فروع میں حنفی تھے جیسے شیخ ابوالحسن اشعری فروع میں شافعی تھے۔

عقائد کے فروع میں سے چند مسائل میں اشعری اور ماتریدی کے درمیان اختلاف ہے ابن سبکی نے اپنی طبقات میں قصیدہ نونیہ کے ضمن میں اُن کا ذکر کیا ہے۔

انھوں نے فرمایا: میں نے علمائے احناف کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو میں نے دیکھا کہ جن مسائل میں ہمارے اور حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے وہ تیرہ مسائل ہیں۔ جن میں چھ مسائل میں معنوی اختلاف ہے اور باقی میں لفظی۔ اور اُن چھ معنوی مسائل میں بھی ہمارا اور اُن کا اختلاف اِس درجے کا نہیں ہے کہ اُس سے کسی کو کافر یا بدعتی قرار دینا لازمی آئے۔ استاد ابو منصور بغدادی اور اُن کے علاوہ ہمارے اور اُن کے ائمہ نے اُس کی وضاحت کردی ہے جو محتاج بیان نہیں ہے۔

اور فرمایا: پھر یہ تیرہ مسائل سب کے سب شیخ (ابوالحسن اشعری) اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت نہیں ہیں جیسا کہ عنقریب میں بیان کروں گا۔

جو کچھ انھوں نے قصیدے میں ذکر کیا اُس کا حاصل یہ ہے کہ بعض مسائل کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف اور بعض کی نسبت امام ابوالحسن کی طرف جھوٹ اور غلط ہے۔

اور بعض مسائل ایسے ہیں جن میں خود علماے اشعریہ کے درمیان، ایسے ہی ماتریدیہ کے طریقہ پر شمار ہونے والے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں خود علماے ماتریدیہ کے درمیان اختلاف ہے جیسے "إستثناء فِي الایمان" کا مسئلہ (یعنی ایمان کے ساتھ انشاء اللّٰہ کہنا) اشعری کہتے ہیں کہ خاتمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے "أنا مؤمن إن شاء اللّٰه" کہنا جائز ہے۔ یعنی اگر اللّٰہ نے چاہا تو میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ اور حنفیہ اِس کو نا جائز کہتے ہیں اِس بات کو دیکھتے ہوئے کہ انشاء اللّٰہ کہنا ایمان میں شک کی غمازی کرتا ہے۔ حالاں کہ حنفیہ میں سے ماتریدی اِس مسئلہ میں اشعریہ کے موافق ہیں۔

امام اشعری فرماتے ہیں: کافر کو کوئی نعمت نہ دی گئی اور جس آسائش میں وہ چلتا پھرتا نظر آتا ہے، دراصل وہ استدراج ہے۔ یعنی بہ ظاہر وہ آسائش ہے اور درحقیقت عذاب میں زیادتی کا سامان ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: کافر کو نعمت دی گئی اور اشاعرہ میں سے قاضی ابوبکر باقلانی اس مسئلہ میں ان کے موافق ہیں۔

امام اشعری کہتے ہیں: "سعید وہ ہے جو شکمِ مادر میں سعید لکھ دیا گیا اور شقی وہ ہے جو شکمِ مادر میں شقی لکھ دیا گیا، اس میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔" اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: "سعید (معاذ اللّٰہ) کبھی شقی ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس بھی (یعنی شقی کبھی سعید ہو جاتا ہے)۔ اور ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلافِ لفظی ہے اس پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔

وہ چھ مسائل جن میں معنوی اختلاف ہے، درج ذیل ہیں:

(۱) اشعریہ کے نزدیک ایسا ہو سکتا ہے کہ مطیع کو عذاب اور عاصی کو ثواب دیا جائے اور ماتریدیہ کے نزدیک ایسا نہیں ہو سکتا۔

(۲) اشعریہ کے نزدیک صانعِ عالم کی معرفت شرعاً واجب ہے اور ماتریدیہ کے نزدیک عقلاً واجب ہے۔

(۳) اشعریہ کے نزدیک صفاتِ افعال قدیم ہیں اور ماتریدیہ کے نزدیک یہ متعلقات تکوین ہیں اور تعلقات حادث ہیں۔

(۴) اشعریہ کے نزدیک تکلیف مالایطاق جائز ہے اور ماتریدیہ کے نزدیک ناجائز۔ اس مسئلہ میں تفصیل ہے جیسا کہ المعتمد المستند میں مذکور ہے کہ

مالا یطاق یا تو (۱) ممکنہ بالذات ہے مطلقاً یا (۲) ممتنع ہے خاص بہ لحاظ مکلف یا (۳) محالِ عادی ہے۔ پہلی دونوں قسموں کا مکلف بنانا ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور اشعریہ کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن محالِ عادی کی تکلیف، تو یہ اشعریہ اور ماتریدیہ کے درمیان بالاتفاق جائز ہے برخلاف معتزلہ کے کہ وہ انکار میں غلو کرتے ہیں لیکن ممتنع بالغیر کا مکلف بنانا تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ واقع ہے، جیسے وہ سب افراد ایمان لانے کے مکلف ہیں، جن کے بارے میں علمِ الٰہی میں یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(۵) ماتریدیہ کے نزدیک انبیا سے صغائر کا صدور محال ہے اور بعض اشعریہ اس کے جواز کے قائل ہیں

(۶) اشعریہ کے نزدیک وجود، حقیقت پر زائد ہے اور ماتریدیہ کے نزدیک وجود عین حقیقت ہے۔ الخ ملخصاً۔

میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ اشعریہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اختلاف، ذاتِ واجب پر وجود کے زیادہ ہونے میں ہے اور اس زیادتی کا عقل تصور نہیں کرتی تو اس پر ان کا اتفاق کیسے سمجھا جائے گا۔ ایسے ہی صفتِ تکوین میں لوگوں نے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ ماتریدیہ کے نزدیک یہ الگ مستقل قدیم صفت ہے اور اشعریہ کے نزدیک تکوین کوئی مستقل صفت نہیں بلکہ یہ قدرت ہی کے تعلق سے عبارت ہے۔ جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی کی شرح عقائد نسفی میں ہے۔ یہ ان مسائل کا ذکر تھا جن میں ماتریدیہ اور اشعریہ کے درمیان اختلاف ہے، کچھ اختلاف ان متکلمین ماتریدیہ واشعریہ اور محدثین کے درمیان بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی زیادہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف دو مسئلوں میں متکلمین اور محدثین کے درمیان اختلاف ہے۔

پہلا اختلاف مصداقِ ایمان کی تعیین میں ہے۔ محدثین کے نزدیک تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کے مجموعے کا نام ایمان ہے اور متکلمین کے نزدیک ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور زبان سے اقرار، دنیا میں احکام جاری کرنے کے لیے شرط ہے اور عمل مسمی ایمان سے خارج ہے اور خوارج تارکِ اعمال کو کافر شمار کرتے ہیں اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہے اور کفر میں داخل نہیں ہے۔ لیکن

محدثین فاسق کومومن شمار کرتے ہیں جیسے وہ متکلمین کے نزدیک مومن ہے۔ محدثین پر اعتراض ہے کہ عمل جزوِ ایمان ہے اور جزو کے نہ ہونے سے کل بھی منتفی ہوجاتا ہے، تو اس کا جواب دیا گیا کہ جز کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جزوِ اصلی کہ اس کے عدم سے شے معدوم ہوتی ہے۔ (۲) جزوِ زائد کہ اس کے عدم سے شے معدوم نہیں ہوتی ہے۔ جیسے درخت کی جڑ، شاخیں اور پتیاں اور جیسے انسان کا سر، بال اور انگلیاں وغیرہ۔ لہٰذا نتیجہ نکلا کہ اعمال اصلِ ایمان کا جز نہیں ہیں کہ ان فوت ہونے سے ایمان ہی فوت ہوجائے، بلکہ یہ ایمانِ کامل کے جزو ہیں اور متکلمین میں سے کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے۔ لہٰذا یہ نزاع، نزاعِ لفظی ہوا۔

(۲) دوسرا اختلاف ایمان کے کم وبیش ہونے میں ہے۔ یہ اختلاف پہلے اختلاف پر متفرع ہے۔ محدثین کے نزدیک ایمان طاعت وعمل کی زیادتی سے بڑھتا ہے اور اس کی کمی سے گھٹتا ہے اور متکلمین کے نزدیک ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق کمی بیشی کو قبول نہیں کرتی، ہاں شدت وضعف کو قبول کرتی ہے، چناں چہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام امت کے ایمان سے قوی ہے۔ اس لیے کہ وہ یقین وعرفان کے اس مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں دوسرے نہ پہنچ سکے۔

یہ میں نے قارئین کے فائدے کے لیے ذکر کردیا تاکہ وہ اس سے باخبر رہیں کہ اشعریہ، ماتریدیہ اور محدثین کے درمیان اختلاف ایسا نہیں ہے جیسا بدمذہبوں کے ساتھ ان کا اختلاف ہے اور نہ یہ اختلاف کسی ایسے قطعی بنیادی مسئلہ میں ہے کہ اس کا قبول یا انکار کفر یا گمرہی تک پہنچادے، جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے۔

اب ہم ان علما کے ذکر کی طرف لوٹتے ہیں جنھوں نے اشاعتِ حق اور احیاے دین میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں:

چوتھی صدی

(۱۵) امام ابوحامد احمد بن محمد اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۴ھ-۴۰۶ھ

(۱۶) امام ابوبکر محمد بن موسیٰ بن محمد خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ -----۴۰۳ھ

(۱۷) امام قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۸ھ-۴۰۳ھ

(۱۸) امام ابوالطیب سہل بن ابی سہل محمد عجلی صُعلوکی رحمۃ اللہ علیہ-----۴۰۴ھ

(۱۹) امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ -----۴۱۸ھ

﴿پانچویں صدی﴾

(۲۰) حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۰ھ-۵۰۵ھ

﴿چھٹی صدی﴾

(۲۱) محی الدین شیخ الشیوخ سیدنا عبدالقادر بن موسیٰ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۱ھ-۵۶۱ھ

(۲۲) امام فخرالدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۴ھ-۶۰۶ھ

﴿ساتویں صدی﴾

(۲۳) تقی الدین محمد بن علی معروف بہ ابن دقیق العید قشیری رحمۃ اللہ علیہ ۶۲۵ھ-۷۰۲ھ

(۲۴) عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۵۷۷ھ-۶۶۰ھ

﴿آٹھویں صدی﴾

(۲۵) تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ ۶۸۳ھ-۷۵۶ھ

(۲۶) زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۵ھ-۸۰۶ھ

(۲۷) سراج الدین عمر بن ارسلان بُلقینی رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۴ھ-۸۰۵ھ

﴿نویں صدی﴾

(۲۸) جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۸۴۹ھ-۹۱۱ھ

(۲۹) شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ۸۳۱ھ-۹۰۲ھ

﴿دسویں صدی﴾

(۳۰) شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ رملی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۹ھ-۱۰۰۴ھ

(۳۱) امام علی بن سلطان محمد قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ ----۱۰۱۴ھ

(۳۲) سید امام عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۵ھ-۱۰۱۷ھ

﴿گیارہویں صدی﴾

(۳۳) امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ

(۳۴) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ

(۳۵) سلطان اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۲۸ھ-۱۱۱۸ھ

﴿بارہویں صدی﴾

(۳۶) شیخ کلیم اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ ----۱۱۴۳ھ

(۳۷) شیخ محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ ----۱۱۱۹ھ

﴿تیرہویں صدی﴾

(۳۸) شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ

(۳۹) شیخ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۵۸ھ-۱۲۴۰ھ

(۴۰) محمد امین بن عمر عابدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ

﴿چودہویں صدی﴾

(۴۱) امام احمد رضا بن نقی علی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ

(۴۲) شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۵ھ-۱۳۵۰ھ

....

اب میں ان علماے کرام کا ذکر کروں گا جنھوں نے وہابیوں اور ان کی ذریت یعنی نئے فرقے مثلاً نیچری، چکڑالوی (قرآنیہ)، قادیانی، دیوبندی، تبلیغی اور مودودی وغیرہ کے رد کا فریضہ انجام دیا۔

شیخ محمد بن سلیمان کردی مدنی (۱۱۲۷ھ-۱۱۹۴ھ)

(۱) آپ فقہ شافعی میں ”مختصر بافضل“ کے محشی ہیں محمد بن عبدالوہاب آپ کا

شاگرد تھا۔ اس نے مدینہ منورہ میں آپ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ جب محمد بن عبد الوہاب نے اپنے نئے مذہب کی دعوت کا کام شروع کیا تو شیخ نے ایک خط تحریر کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ اے ابن عبدالوہاب "سلامٌ علیٰ مَنْ اتبع الھدیٰ" میں تمھیں اللہ کے واسطے نصیحت کرتا ہوں کہ تم مسلمانوں سے اپنی زبان روکو۔ تو اگر تم کسی سے سنو کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر فریادرس کی ذاتی تاثیر کا عقیدہ رکھتا ہے تو اس کو درست بات بتاؤ اور اس کے سامنے اس بات پر دلیلیں پیش کرو کہ غیر اللہ کے لیے تاثیر نہیں ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو خاص اسی کی تکفیر کرو۔ اور تمہارے لیے مسلمانوں کے سواد اعظم کی تکفیر کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ ورنہ تو خود سواد اعظم سے الگ ہوگا اور جو سواد اعظم سے الگ ہوا اس کی طرف کفر کی نسبت قریب تر ہے۔ کیوں کہ اس نے مسلمانوں کے راستے کے علاوہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ	اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق
مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ	راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا
سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى	راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے
وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا	اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی
(نساء، آیت ۱۱۵)	بری جگہ پلٹنے کی۔ (کنزالایمان)

اور گلہ سے دور رہنے والی بکری کو ہی بھیڑیا کھاتا ہے۔

(الدرر السنیہ ص ۳۶ مطبوعہ استنبول)

(۲-۶) شیخ عمر عبد الرسول، شیخ عقیل بن یحییٰ علوی، شیخ عبد الملک، شیخ حسین مغربی، اور شیخ احمد باعلوی۔ یہ حضرات ابن عبدالوہاب کے ہم عصر ہیں۔ ان علما نے فی البدیہہ اس کے اس رسالے کا رد کیا ہے جو اس نے علمائے مکہ کے پاس بھیجا تھا جیسا کہ اس کی نقل مع جواب کے "سیف الجبار" میں مذکور ہے۔

(۷) علامہ شیخ محمد بن عبد الرحمٰن بن عفالق (م ۱۱۶۴ھ) ان کی تصنیف ہے۔
"تهكم المقلدين بمن ادعى تجديد الدين"۔

(۸) علامہ سید علوی بن احمد بن حسن بن قطب سید عبداللہ حداد باعلوی۔ ان کی

تصنیف "جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی أضلّ العوام" ہے۔

(۹) شیخ طاہر سنبل حنفی ابن علامہ شیخ محمد سنبل شافعی، ان کی تصنیف "الانتصار للأولیاء الأبرار" ہے۔

(۱۰) علامہ احمد بن زینی دحلان مکی (۱۲۳۲ھ-۱۳۰۴ھ مدینہ منورہ) ان کی کتاب "الدرر السنیه فی الرد الوهابیه" ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حدیث رسول ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان "سِیمَاهُمُ التَّحلِیقُ" (یعنی ان کی علامت سر منڈانا ہے) میں اس قوم پر نص ہے جو مشرق سے نمودار ہوئی اور ابن عبدالوہاب کی ایجاد کردہ باتوں میں اس کی پیروی کرتی ہے۔ کیوں کہ وہ لوگ اپنے متبعین کو سر منڈانے کا حکم دیتے۔ اگر کوئی شخص ان کے مذہب میں داخل ہوتا تو اس کو مجلس سے جدا نہ ہونے دیتے جب تک اس کا سر نہ مونڈ دیتے۔ یہ عمل اس سے پہلے کے گم راہ فرقوں میں سے کسی کا بھی نہ رہا۔ تو حدیث ان نجدیوں کے بارے میں نص صریح ہے۔ سید عبدالرحمٰن بن سلیمان اہدل شافعی مفتیِ زبید (۱۱۷۹ھ-۱۲۵۰ھ) فرمایا کرتے تھے کہ "کسی کو ابن عبدالوہاب کے رد میں تصنیف و تالیف کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ردّ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان "سیماهم التحلیق" کافی ہے۔ کیوں کہ اس قوم کے علاوہ بدمذہبوں میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا ہے۔"

(۱۱) شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۲۶۵ھ-۱۳۵۰ھ)

وہابیوں کے رد میں ان کی تصنیفات بہت ہیں۔ ان میں سے ایک "شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق" ہے۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے علمائے حق ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام "المعتمد المستند" کی تقریظوں کے تحت آئیں گے۔ میرا مقصد ان کا استیعاب نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کی جانب اشارہ مقصود ہے کہ اس نو پیدا فرقے کا رد اس کے وجود میں آنے کے وقت سے لے کر آج تک مسلسل ہوتا رہا ہے۔ اگر چہ سعودیہ عربیہ میں اس فرقہ کی حکومت کے ظلم و جبر اور داد و دہش کے باعث بہت سی آوازیں دب گئی ہیں۔

اب ہم ہندوستان کی طرف رخ کرتے ہیں جس میں اسماعیل دہلوی کی کتاب

تقویۃ الایمان کے سبب فرقۂ وہابیہ نے جنم لیا۔تقویۃ الایمان، مختصر کتاب التوحید سے ماخوذ ومنقول ہے جس کو اس کے مصنف (ابن عبدالوہاب) نے علمائے مکہ کے پاس بھیجا تھا جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔اور علامہ فضل رسول بدایونی نے اپنی کتاب سیف الجبار میں تقویۃ الایمان کے مندرجات کا مقابلہ کتاب التوحید سے کیا ہے جس سے ثابت ہے کہ تقویۃ الایمان گویا اردو زبان میں مختصر کتاب التوحید ہے۔

پہلے ہم ان اکابر علما کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔جنھوں نے شاہ اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا جو ان کے ہم عصر تھے اور انھوں نے ان کے عقائد کی تردید کی۔پھر ہم ان کے تلامذہ کا اور بعد کے علما کا ذکر کریں گے جنھوں نے وہابیوں سے اور بعد کے نئے فرقوں سے مقابلہ کیا اور تدریس وافتا، تصنیف ومناظرہ اور وعظ وارشاد کے ذریعہ اشاعت سنت اور رد بدعت کا کام انجام دیا۔ہم ان علما کو چند طبقات پر تقسیم کرتے ہیں

طبقۂ اوّل

اس میں وہ علمائے کرام ہیں جنھوں نے اسماعیل سے مناظرہ کیا یا اس کے ہم عصر تھے اور اس کی بدعتوں کا رد کیا۔

طبقۂ دوم

وہ علما جو اس (اسماعیل) کی موت کے بعد اٹھے اور اس کے متبعین کا اور اس نئے فرقے کا رد کیا جو زمین کے چھ طبقات میں چھ خاتم (خاتم النبیین) ہونے کا قائل تھا۔

طبقۂ سوم

وہ علما جو قادیانی، چکڑالوی، نیچری، ندوی، اور دیوبندی کی پیدائش کے زمانے میں تھے۔

طبقۂ چہارم

وہ علما جنھوں نے مذکورہ فرقوں کے بانیوں کے متبعین کا مقابلہ کیا اور ان اکابرِ دیوبند کے ہم عصر تھے جو دیوبندیت کی پیدائش کے وقت یا اس سے کچھ عرصہ بعد منظر عام پر آئے۔

طبقۂ پنجم

علمائے طبقہ چہارم کے تلامذہ ہیں جو اُن (اکابر دیابنہ) کے پیروکاروں کے ہم عصر تھے اور فرقۂ وہابیہ اور دیوبندیہ کی شاخ تبلیغیہ اور مودودیہ کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔

طبقۂ اول

(۱) مولانا رشید الدین خاں دہلوی۔ تقریباً ۱۱۸۳ھ-۱۲۴۳ھ

دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ بعض درسی کتابیں مفتی علی کبیر بنارسی سے پڑھیں اور اکثر کتابیں علامہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی سے پڑھیں۔ شاہ عبدالقادر اور ان کے حقیقی بھائی شاہ عبدالعزیز سے بھی استفادہ کیا اور مدت دراز تک ان تینوں حضرات کی صحبت میں رہے۔ یہاں تک کہ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں یکتائے روزگار ہوگئے۔ دہلی میں تدریسی خدمات انجام دینے والوں کے سرخیل تھے۔ انھوں نے ناموس سنت کی حفاظت کی اور اہل بدعت خصوصاً رافضیوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ اور اسماعیل دہلوی سے اس وقت مناظرہ کیا جب اس نے تقویۃ الایمان لکھ کر پہلی مرتبہ ہندوستان میں وہابیت کی اشاعت کی۔ شیخ موصوف نے رافضیوں کے رد میں اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۲) شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین فاروقی دہلوی۔ (---- ۱۲۷۱ھ)

آپ نے "معید الایمان فی الرد علی تقویۃ الایمان" تصنیف فرمائی۔

(۳) شیخ محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین فاروقی دہلوی۔

اسماعیل دہلوی کے رد میں انھوں نے فتوے اور رسالے لکھے۔

(۴) شیخ محمد شریف دہلوی۔

(۵) مولانا مفتی شجاع الدین علی خاں۔

(۶) علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ)

شیخ امام علامہ فضل حق بن فضل امام بن محمد ارشد عمری خیرآبادی حکمت و فلسفہ اور

علوم عربیہ میں اپنے زمانہ میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ اپنے والد ماجد سے علوم متداولہ کا درس لیا اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے دونوں صاحبزادوں شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز سے علم حدیث حاصل کیا۔ چار ماہ میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور تیرہ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے۔ خلاف وجدل، منطق وفلسفہ، لغت وشعر گوئی وغیرہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت لے گئے۔ دور دراز مقامات سے طلبہ تحصیل علم کے لیے ان کے پاس آتے اور وہ انھیں پڑھاتے مختلف علوم میں ان کی عمدہ اور مفید تصانیف بھی ہیں۔ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد حکومت نے انہیں قید کرلیا اور جزیرۂ انڈمان بھیج دیا وہیں ان کا انتقال ہوا۔

علوم عقلیہ وغیرہ میں ان کی بیش بہا کتابیں ہیں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے "تقویۃ الایمان" کی رد میں ۱۲۴۰ھ میں "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" لکھی علامہ فضل حق خیرآبادی کی سوانح حیات پر محترمہ قمرالنسا حیدرآبادی نے عربی میں ایک ضخیم مقالہ لکھ کر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مکتبہ قادریہ نے ۱۴۰۶ھ میں جامعہ نظامیہ، لاہور پاکستان سے ان کا مقالہ شائع کیا۔

یہ چھ مذکورہ شخصیتیں وہ ہیں جنھیں علامہ فضل رسول بدایونی نے اپنی کتاب "سیف الجبار" میں ان کے ناموں کی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان حضرات نے سب سے پہلے دہلی کی جامع مسجد میں اسماعیل دہلوی سے مباحثہ کیا اسی لیے میں نے ان کے اسما پہلے ذکر کیے۔

(۷) علامہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۲ھ-۱۲۸۹ھ) اس کتاب میں ان کے حالات آگے مستقلاً مذکور ہیں۔

(۸) مفتی صدرالدین (آزردہ) دہلوی (۱۲۰۴ھ-۱۲۸۵ھ)

ہندوستان کے ایک مشہور عالم دین ہیں۔ دلی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ علامہ فضل امام خیرآبادی سے تمام قسم کے علوم عقلیہ حاصل کیے۔ اور شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی سے فقہ اور اصول وغیرہ علوم شرعیہ حاصل کیے۔ شیخ اجل شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی استفادہ کیا اور دارالسلطنت دہلی میں زمانۂ دراز تک

منصب صدارت پر فائز رہے۔

وہ تمام علوم بالخصوص فنونِ ادبیہ میں نادرروزگار تھے۔ جب ان سے کسی فن میں کوئی سوال کیا جاتا تو دیکھنے اور سننے والے کو گمان ہوتا کہ وہ خاص اس فن میں یکتا ہیں اور فیصلہ کرلیتا کہ کوئی ان کے مثل نہیں جانتا۔ انقلاب ہند سے پہلے وہ خوش حالی اور فارغ البالی کی زندگی گزارتے تھے۔ جب ملک پر انگریزوں کا غلبہ ہوا تو انھیں گرفتار کرلیا اور ان کی جائداد ضبط کرلی۔ پھر انگریزوں نے رہا کردیا تو وہ گوشہ نشین ہوگئے اور اپنی توجہ درس وافادہ تک محدود کردی۔ ان کی تصنیفات میں "منتھی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال" اور "الدر المنضود فی حکم امرأة المفقود" ہیں۔ اوران کے علاوہ کثیر تعداد میں فتاویٰ اور اشعار ہیں۔

(۹) شیخ احمد سعید مجددی رام پوری (۱۲۱۷ھ-۱۲۷۷ھ)

شیخ عالم کبیر فقیہ احمد بن سعید بن ابی سعید بن صفی فاروقی دہلوی دہلی کے مشہور مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ شہر رام پور میں ولادت ہوئی۔ اپنے والد اوران کے ماموں شیخ سراج احمد سے علم حاصل کیا اور انھیں سے حدیث مسلسل بالاولیت کی سماعت کی۔ کچھ درسی کتابیں مفتی شریف الدین رام پوری سے پڑھیں۔ پھر لکھنؤ گئے اور شیخ محمد اشرف اور علامہ نورالحق فرنگی محلی سے درس لیا پھر دہلی کا سفر کیا اور شیخ فضل امام خیرآبادی اور شیخ رشید الدین دہلوی سے علم حاصل کیا۔ شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی کے تینوں صاحب زادوں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز سے بھی استفادہ کیا۔ شیخ غلام علی دہلوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اوران سے تصوف کی کتابیں پڑھیں یہاں تک کہ درجۂ کمال پر فائز ہوگئے۔ آپ نے خلق کثیر کی ہدایت ورہنمائی فرمائی۔ انقلاب ہند کے دوران حجاز مقدس کی جانب ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں قبۂ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس دفن ہوئے۔ آپ نے فقہ وتصوف میں متعدد رسالے تصنیف کیے۔ چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) الفوائد الضابطه فی اثبات الرابطه (۲) الانهار الأربعه فی شرح الطرق الجشتیه والقادریه، والنقشبندیه، والمجددیه (۳) الحق المبین فی

الرد علی الوھابیین۔

(۱۰) شیخ حیدر علی فیض آبادی (----۱۲۹۹ھ)

شیخ حیدر علی بن محمد حسن بن محمد ذاکر بن عبد القادر دہلوی ثم فیض آبادی علم کلام اور مناظرہ کی مہارت میں یکتائے روزگار تھے۔ فیض آباد میں ولادت ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ پہلے کچھ شیعہ علما سے پڑھا پھر دہلی کا سفر کیا۔ وہاں شیخ رشید الدین اور شاہ رفیع الدین سے علم حاصل کیا۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے بھی استفادہ کیا اور کچھ عرصہ تک ان کے ساتھ رہے یہاں تک کہ کثیر علوم وفنون میں ماہر ہو گئے۔ پھر لکھنؤ آئے اور طویل مدت تک وہاں قیام فرمایا۔ بحث وتحقیق کے میدان میں سرگرم رہے اور جدل وکلام کی طرف توجہ کی تو یکتائے روزگار ہو گئے۔ دشمنوں نے ان کے فضل کا اعتراف کیا۔ پھر بھوپال چلے گئے وہاں ایک مدت تک قیام فرمایا۔ وہاں سے حیدرآباد کا سفر کیا تو نواب مختار الملک نے ان کو عدل وقضا کے عہدے پر مقرر کر دیا۔ وہاں مستقل تصنیف وتالیف کی مصروفیت کے ساتھ تاحیات مقیم رہے۔ ان کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) منتھی الکلام فی الرد علی الروافض (ایک ضخیم جلد میں) (۲) ازالۃ الغین عن بصارۃ العین (تین جلدوں میں) (۳) تکملہ "فتح العزیز" (چند ضخیم جلدوں میں) وغیرہ۔

چوں کہ ان چار علمائے کرام کا "المعتقد المنتقد" سے تحریراً وتقریظاً تعلق ہے اس لیے میں نے دوسرے نمبر پر ان حضرات کا ذکر کیا۔

(۱۱) مولانا عبد المجید بدایونی (۱۱۷۷ھ-۱۲۶۳ھ)

شیخ فاضل عبد المجید بن عبد الحمید بن محمد سعید بن محمد شریف بن محمد شفیع عثمانی بدایونی آپ صاحب المعتقد المنتقد علامہ فضل رسول بدایونی کے والد ماجد ہیں۔

محبت علم اور ورع وتقویٰ ان کی فطری سرشت تھی۔ انھوں نے شیخ محمد علی بدایونی کی آغوش میں تربیت پائی اور ان سے اکثر کتب متداولہ کا درس لیا۔ شیخ کی وفات کے بعد لکھنؤ کے قریب شہر "دیوہ" کی طرف کوچ کیا اور وہاں علامہ نظام الدین بن شیخ قطب الدین سہالوی کے شاگرد مولانا ذوالفقار علی سے بقیہ کتابیں پڑھیں اور درسیات کی تکمیل کی۔ پھر پیر کامل کی تلاش میں مارہرہ شریف پہنچے اور شیخ آل احمد کے دست مبارک

پر بیعت ہوئے کیوں کہ آپ نے طریقت اور اتباعِ شریعت میں ان کا مقام بلند دیکھا۔ اور مدتوں ان کی صحبت میں رہے۔ یہاں تک کہ شیخ نے انھیں ''عین الحق'' کا لقب عنایت فرمایا۔ اور شیخ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج وزیارت سے شرف یاب ہوئے۔ اس وقت عمر شریف اسی سال تھی۔ آپ نے ''مواھب المنان شرح جواھر المنان'' لکھی اور رافضیوں اور وہابیوں کے رد میں بھی ایک ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔

(۱۲) شیخ عبدالغفور سواتی (۱۱۸۴ھ-۱۲۹۵ھ)

آپ پشاور (پاکستان) کے امام المجاہدین اور شیخ الاسلام ہیں۔ انگریزوں کے ساتھ سخت جنگ کی۔ اور جب سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی پشاور پہنچے اور سکھوں کے ساتھ جنگ کی تو آپ نے ان کی مدد کی۔ لیکن جب انھوں نے اپنے برے عقائد ظاہر کیے تو آپ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور اپنے تلامذہ کو ان کی تردید کا حکم صادر فرمایا۔ اس حکم کے بعد شیخ محی الدین نوشہروی اور شیخ نصیر احمد وغیرہ نے وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھیں اور اہل سنت کا دفاع کیا۔

آپ نے دین کی اشاعت اور حق کی سربلندی میں اپنی زندگی گزاری اور بدعات ومنکرات کی مخالفت کرتے رہے۔ انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے اور مسلمانوں کے اندر دینی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے میں قابلِ تحسین کارنامے انجام دیے۔ پاکستان کے صوبہ سرحد میں ان کی برکتیں اب بھی نظر آتی ہیں۔

(۱۳) شیخ محمد سلیمان بن محمد زکریا تونسوی (۱۱۸۴ھ-۱۲۶۷ھ)

پاکستان میں تونسہ کے قریب پیدا ہوئے اور بڑے بڑے علما سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ شیخ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ شیخ نور محمد مہاروی سے بیعت وطریقت حاصل کی اور بائیس سال کی عمر میں انھیں کے دست مبارک سے خلافت پائی۔ ہندوستان، سندھ، بخارا، ایران، ہرات اور حجاز کے لوگ کثیر تعداد میں آپ سے مرید ہوئے۔ شیخ شمس الدین سیالوی اور شیخ محمد علی خیر آبادی استاذ علامہ فضل حق خیر آبادی آپ کے مشہور خلیفہ ہیں۔

مذکورہ شخصیتوں کے بعد میں نے ان تین اجلۂ علماے کرام کا ذکر کیا، کیوں کہ یہ ولادت میں مقدم اور دینی خدمات میں سبقت رکھنے والے ہیں۔ اب بقیہ حضرات کا ذکر حروف تہجی کے اعتبار سے ہوگا۔

(۱۴) شیخ آلِ رسول مارہروی (۱۲۰۹ھ-۱۲۹۶ھ)

اپنے زمانے کے اکابر اولیا و علما سے ہیں۔ شیخ آلِ برکات بن شیخ حمزہ بن شیخ آلِ محمد حسینی مارہروی کے لختِ جگر ہیں جو علامہ عبد الواحد بلگرامی کے پوتوں میں ہیں۔ آپ کی ولادت و پرورش مارہرہ مقدسہ میں ہوئی۔ اپنے چچا سید آلِ احمد کے دو خلفا شیخ عبد المجید عین الحق بدایونی اور شیخ سلامت اللہ کشفی بدایونی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر لکھنؤ کا سفر کیا اور علامہ نور الحق بن انوار الحق فرنگی محلی سے پڑھ کر درسیات کی تکمیل کی اور ۱۲۲۶ھ میں مخدوم شیخ العالم عبد الحق رودلوی (متوفی ۱۵ر جمادی الآخرہ ۸۳۷ھ) کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علما و مشائخ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی اور سند عطا کی گئی؛ اور شیخ نے اپنے استاذ سے سلسلۂ رزاقیہ میں اجازت حاصل کی۔ پھر دہلی کا سفر کیا اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) کے درس حدیث میں شریک ہوئے، صحاح ستہ کا دور کرنے کے بعد سلاسلِ حدیث و طریقت کی سندیں مرحمت ہوئیں۔ اپنے والد ماجد سید آلِ برکات اور حکیم فرزند علی موہانی سے علم طب پڑھا۔ اپنے چچا سید آلِ احمد سے مرید ہوئے۔ آپ کو اجازت و خلافت اپنے چچا سے ملی تھی والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

علم حدیث سے فراغت کے بعد دہلی سے واپسی پر متوسلین کی خواہش و التجا پر بریلی شریف تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا نیاز احمد سرہندی ثم بریلوی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ) کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو ملاقات کے لیے جانے کا ارادہ فرمایا مگر آپ نے ان کی کبرسنی اور علم کا لحاظ کرتے ہوئے پیش قدمی کی اور خانقاہ نیازیہ پہنچے اور ملاقات فرمائی۔ حضرت نیاز احمد ادب و احترام سے پیش آئے۔ ریاضی کے ایک مسئلہ پر باہم گفتگو ہوئی۔ حضرت نیاز احمد نے اس کی اتنی عمدہ توضیح فرمائی کہ سید صاحب کو پسند آگئی اور ان سے لکھنے کی درخواست کی۔ تو شیخ نیاز احمد نے اسے بشکل رسالہ تحریر فرما دیا۔ یہ

رسالہ خود انہیں کی تحریر میں سید اولادِ رسول محمد میاں برکاتی کے پاس موجود تھا جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب ''تاریخ خاندان برکات'' میں ذکر کیا ہے۔

سید آلِ رسول کے دستِ مبارک پر ان کے زمانے کے اکابر علمائے کرام نے بیعت کی۔ انہیں میں علامہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی اور ان کے والد بزرگوار بھی ہیں۔ سید صاحب کے پوتے شیخ ابوالحسین احمد نوری بن شیخ ظہور حسن مارہروی کو ان کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت سید آلِ رسول نے ۱۸ ر ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ بروز چہار شنبہ مارہرہ شریف میں وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۱۵) مولانا تراب علی لکھنوی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۱ھ)

حضرت فاضل علامہ تراب علی بن شجاعت علی بن فقیہ الدین بن محمد دولہ بن مفتی ابوالبرکات دہلوی امروہوی ثم لکھنوی لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عربی کی تعلیم شیخ مخدوم حسینی لکھنوی سے پائی کلام وادب اور منطق کی بعض کتابیں شیخ مظہر علی تاجر سے اور جملہ درسی کتابیں مفتی اسماعیل بن وجیہ مرادآبادی اور مفتی ظہور اللہ انصاری فرنگی محلی سے پڑھیں۔ پھر تعلیم وافادہ کی جانب پورے طور پر متوجہ ہوئے۔ ۱۲۵۹ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ مفتی عبداللہ سراج مکی سے اخذ حدیث کیا اور واپس آکر تاحیات تدریسی خدمات انجام دیں۔ خلق کثیر نے ان سے اخذ علم کیا۔ ''تذکرۂ علمائے ہند'' وغیرہ کے مطابق ۱۲ ر صفر کو اعظم گڑھ کے تحت قصبہ محمد آباد میں وفات پائی اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔ تاریخ وصال ''فارغ'' ہے۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں مولوی رحمٰن علی نے اکتالیس کتابوں کو ذکر کیا ہے۔ یہ تصانیف علوم دینیہ اور فنون عقلیہ میں ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح (۲) الفوز المبین فی ذات النبی الأمین (۳) الهلالین علی الجلالین۔ اور حضرت صدیق وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل میں اور اسراء ومعراج کے موضوع پر ایک ایک رسالے تصنیف فرمائے۔

(۱۶) شیخ جمال الدین بن علاء الدین بن انوار الحق انصاری فرنگی محلی (----۱۲۷۶ھ)

ولادت اور نشو ونما لکھنؤ میں ہوئی۔ اپنے چچا مولانا نور الحق سے تعلیم حاصل

کرنے کے بعد مدراس چلے گئے اور "مدرسہ والا جاہی" میں اپنے والد کی جگہ مدرس مقرر ہوئے اور ان کا مقام حاصل کیا۔ ۸ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ کو وہیں انتقال کیا اور سپرد خاک کیے گئے۔

یہ وہابیوں کے سخت خلاف تھے اس لیے کہ وہابیہ انبیاے کرام اور اولیاے عظام کی بارگاہوں میں گستاخیاں کرتے تھے۔ "تقوية الايمان" کی عبارتوں پر مولوی محمد علی رام پوری خلیفہ سید احمد رائے بریلوی سے مناظرہ کیا اور اس کے خلاف ایک ایسا فتویٰ صادر فرمایا جو اس کے مدراس سے کولکاتا شہر بدر کیے جانے کا سبب بن گیا۔ تقلید ائمہ کے منکر اور اسماعیل دہلوی اور نذیر حسین دہلوی کے مقلد عبدالحیٔ لکھنوی وہابی نے اپنی کتاب "نزهته الخواطر" میں شیخ جمال کا ذکر کیا ہے اور ان کو گالیاں دی ہیں جن علما نے وہابی فتنے کا مقابلہ کیا اور کھلم کھلا اس کی تردید کی ان کو گالیاں دینا صاحب "نزهته الخواطر" کی عادت تھی۔

(۱۷) شیخ سلامت اللہ بن برکت اللہ صدیقی بدایونی ثم کان پوری (----۱۲۸۱ھ)

آپ مشہور سرکردہ عالم دین تھے۔ پیدائش و پرورش بدایوں میں ہوئی۔ شیخ ابوالمعالی بن عبدالغنی عثمانی سے صرف ونحو پڑھی۔ شیخ ولی اللہ تلمیذ شیخ باب اللہ جون پوری سے منطق وفلسفہ کی بعض کتابوں کا درس لیا۔ پھر شہر بریلی میں رہ کر سید مجد الدین شاہجہاں پوری سے درسیات کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور شاہ رفیع الدین اور ان کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی سے استفادہ کیا اور سند حدیث شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حاصل کی۔ سید آل احمد حسینی مارہروی سے مرید ہوئے۔ پھر لکھنؤ آکر درس وافادہ کے لیے صدر نشیں ہوئے۔ انہیں مناظرہ کا ذوق سلیم حاصل تھا۔ شیعوں سے مباحثہ ومناظرہ میں ان کے بڑے بڑے علما کو لاجواب کردیتے۔ یہاں تک کہ ایک مناظرہ میں شیعہ مجتہد مبہوت ہوگیا اور اپنے مذہب کا کچھ دفاع نہ کرسکا تو شیخ کی جلاوطنی کا فرمان صادر کروایا جس کے نتیجے میں آپ نے لکھنؤ سے کان پور آکر سکونت اختیار کرلی۔

وہ شاعر بھی تھے ان کا تخلص "کشفی" تھا ان کا ایک منظوم دیوان ہے۔ انھوں نے

تصوف اور کلام وفقہ وغیرہ میں کتابیں لکھیں۔ ایک تصنیف کا نام "اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام" ہے۔ عیدین میں مصافحہ ومعانقہ کے جواز میں ایک رسالہ تحریر فرمایا اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب "سرّ الشهادتین" کی شرح "تحریر الشهادتین" لکھی۔ ان کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بھی ہے۔

۳/رجب ۱۲۸۱ھ بروز شنبہ کانپور ہی میں وصال فرمایا اور اس مسجد کے قریب دفن ہوئے جس کی تعمیر خود انھوں نے ۱۲۶۷ھ میں کی تھی۔

(۱۸) علامہ مفتی شرف الدین رام پوری (----۱۲۶۸ھ)

پنجاب کے رہنے والے تھے۔ رام پور میں آکر تحصیل علم کی۔ پھر وہیں تدریس وافتا میں مشغول ہو گئے۔ کثیر علمائے کرام نے ان سے درسیات کی تکمیل کی۔ وہ رام پور کے حلقۂ تدریس کے صدر تھے۔

شیخ ابوسعید بن صفی دہلوی، شیخ احمد سعید بن ابوسعید مذکور، شیخ محمد علی رام پوری، شیخ محمد حسن بن ابوالحسن بریلوی اور شیخ عبدالقادر بن محمد اکرم اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فن منطق میں "سراج المیزان" (۲) شرح سلّم، لایحدّ ولا یتصور تک. فتاویٰ فقهیه اور کثیر رسائل۔

سنت اور اہل سنت کی حمایت فرمائی اور بدعت واہل بدعت کی تردید میں سرگرم رہے۔ اپنے زمانہ کے نئے فرقۂ وہابیہ کی بھی مخالفت کی، اسی لیے صدیق حسن قنوجی نے "ابجد العلوم" میں پھر عبدالحیٔ طبیب لکھنوی نے "نزهته الخواطر" میں ان کو گالی دی اور یہ لکھا کہ یہ شرف الدین نہیں، شر فی الدین تھا۔ یہ دونوں (صدیق حسن اور عبدالحیٔ) تقلید ائمہ کے منکر اور اسماعیل اور شوکانی وغیرہ کے مقلد تھے۔ جو عقیدے میں ان کا مخالف ہوتا اس کے علم وفضل کا کچھ اعتراف کرنے کے ساتھ اس کی شان وعزت گھٹانے کا التزام کیا ہے۔

(۱۹) قدوۃ العارفین شیخ غلام محی الدین قصوری صدیقی بن شیخ غلام مصطفیٰ بن شیخ غلام مرتضیٰ (۱۲۰۲ھ-۱۲۷۰ھ)

آپ امام الفضلا اور مرجع العرفا تھے۔ والد ماجد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ

گیا۔ اور آپ کی تربیت کا ذمہ آپ کے عم بزرگوار حضرت شیخ محمد نے اٹھایا۔ انہیں سے تمام علوم متداولہ معقول ومنقول کی تحصیل کی۔ پھر آپ نے دہلی کا سفر کیا اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے علم حدیث پڑھا اور ان سے اجازت وسند پائی۔ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں عم بزرگوار سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔ عم محترم کے وصال کے بعد قطب الاقطاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت پائی۔

پھر واپس آکر اپنے وطن پنجاب کے مشہور مقام "قصور" کو رشد وہدایت کا مرکز بنایا اور تدریس وافادہ میں مشغول ہوئے۔ ہزاروں افراد آپ کی تربیت سے راہ راست پر آگئے۔ آپ نے متعدد باکمال ہستیوں کی تربیت فرما کر انہیں خلافت سے نوازا اور مسند رشد وہدایت پر سرفراز فرمایا۔ جن میں آپ کے فرزند حضرت خواجہ عبد الرسول قصوری، آپ کے تلمیذ اور داماد مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام مرتضیٰ (بیربل شریف) اور مولانا غلام نبی للٰہی نہایت مشہور ومعروف ہیں۔

آپ شعر وسخن کا بھی بہترین ذوق رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں بے تکلف اظہارِ خیال فرماتے تھے۔ شعری دیوان کے علاوہ عقائد وفقہ وغیرہ میں منثور ومنظوم تصانیف یادگار ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) خلاصة التقرير فى مذمة المزامير (۲) رسالۂ نظامیہ (مسئلۂ توحید پر فارسی نظم) (۳) رسالہ در رد فرقۂ ضالہ وہابیہ (۴) زاد الحاج (پنجابی) (۵) چھل مجالس (ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی)

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کا وصال ۲۲/ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۷/ اگست ۱۸۵۴ء کو ہوا۔

(۲۰) شیخ کریم اللہ بن لطف اللہ دہلوی عمری (۱۲۰۱ھ-۱۲۹۱ھ)

آپ تدریس وافادہ میں ممتاز ترین عالم دین ہیں۔ دہلی کے نامور علمائے کرام مولانا کاظم، مولانا رشید الدین اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے علوم دینیہ حاصل کیے۔ پھر مارہرہ شریف پہنچے اور سید آل احمد مارہروی سے بیعت وطریقت حاصل

کی اور دہلی واپس ہو کر مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔ ہزاروں علما و مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ نے وہابیہ کے ردّ میں "ھادی المضلین" تصنیف فرمائی۔ ۹۰ ر سال کی عمر میں ۴؍شوال ۱۲۹۱ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۲۱) فاضل اجل حضرت علامہ مولانا محمد احسن بن محمد صادق بن محمد اشرف خوشابی پشاوری (۱۲۰۲ھ۔ ۱۲۶۳ھ) بلند قامت ہونے کے سبب حافظ دراز کے نام سے شہرت ہوئی۔

آپ کا خاندان علم و فضل میں بلند مقام کا حامل تھا۔ آپ رشد و ہدایت اور تصنیف و تدریس میں ممتاز تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑے علم و فضل کی مالک تھیں اس لیے آپ نے اکثر علوم انہیں سے حاصل کیے اور تفسیر و حدیث و فقہ اور علوم عقلیہ میں یگانۂ روزگار ہو گئے۔ بہتوں نے آپ سے علم حاصل کیا، پشاور، کابل، قندھار، غزنی، ہرات، سمرقند اور بخارا کے تشنگان علوم دینیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پاکستان کے صوبہ سرحد کے اکثر علما کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

جب اسماعیل دہلوی نے اپنے پیر سید احمد کے ساتھ پشاور پہنچ کر وہابی عقیدہ کا اظہار کیا تو علماے پشاور نے اس کی شدید مخالفت کی جن میں "حافظ دراز" سرِ فہرست تھے۔ آپ بلا خوف لومۃ لائم اظہار حق فرماتے تھے۔ خواجہ شمس الدین سیالوی، مولانا غلام نبی للّٰہی اور مولانا میاں نصیر احمد المعروف میاں صاحب قصہ خوانی، یہ تین آپ کے بہت مشہور تلامذہ ہیں۔ تصانیف یہ ہیں۔

(۱) منح الباری شرح صحیح البخاری (فارسی) شروح حدیث میں یہ شرح اپنی مثال آپ ہے۔ اسما رجال کی تحقیق، حل لغات، مذہب حنفی کا احادیث سے اثبات اور مسلک اہل سنت و جماعت پر استدلال ایسے امور ہیں جو قابلِ دید ہیں۔ اس شرح کا قلمی نسخہ پشاور یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔ پہلا پارہ چھپ چکا ہے۔

(۲) حاشیۂ قاضی مبارک۔ اپنی اہمیت کی بنا پر متعدد بار قاضی مبارک کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ (۳) تفسیر سورۂ یوسف (۴) معراج نامہ (۵) وفات نامہ (۶) شاہ بخارا کے سوالات کے جوابات۔ یہ مجموعہ اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان)

میں نے مذکورہ شخصیتوں کے نام کے ساتھ ان کے مختصر حالات زندگی قلم بند کیے کیوں کہ یہ آخری زمانہ میں صف اول کے وہ علماے کرام ہیں جنھوں نے ان فتنوں کا مقابلہ کیا جن کو دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ نے جنم دیا تھا۔ اور جن کے لیے ایسے مسلم نما منافقین کی خدمات حاصل کر لی تھیں جو ان کے نزدیک ثقہ اور معتمد تھے اور جن کے اندر انھوں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کام کرنے کی لگن پائی وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان پھوٹ پڑ جائے اور ان کی قوت ایمانی اور جذبۂ جہاد کمزور ہو جائے تاکہ وہ اپنی ایک مستحکم حکومت بنا لیں اور مسلمانوں کی صفوں سے اٹھنے والی شورش اور بغاوت سے خود کو محفوظ و مطمئن کر لیں۔

اس لیے ان علما پر لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کو فاسد عقیدوں سے بچائیں۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں کی دسیسہ کاریوں سے متنبہ کر کے انہیں جہاد پر آمادہ کریں۔ لہٰذا انھوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری کیں اور حق کو بلند کرنے اور باطل کو پامال کرنے کے لیے اپنی انتھک کوششیں صرف کین۔ اللہ ہی توفیق کار دینے والا مددگار ہے۔

اب میں مندرجہ ذیل طبقات میں علما کے صرف اسما پر اکتفا کرنا چاہوں گا۔ ہاں اگر ان کی حیات میں کوئی خاص چیز پیش آئی ہو تو اس کو بیان کردوں گا۔ کیوں کہ مکمل حالات زندگی کے لیے مستقل دفاتر درکار ہیں اور میرا یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ بعض لوگوں پر یہ معمولی ذکر بھی گراں ہو۔

طبقۂ دوم

(۱) حضرت مولانا شاہ عبداللطیف ستھنی (۱۲۰۷ھ-۱۳۴۰ھ)

مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے صاحبزادے تھے، بھائیوں کے قتل، والد کی گرفتاری اور مغلیہ سلطنت کی تباہی و بربادی کے بعد ایک عرصہ تک روپوش رہے۔ پھر فقیرانہ زندگی اختیار کر لی۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی (مذکور طبقۂ اول) کے خلفا حضرت شاہ محمد بلال اور حضرت شاہ عبدالکریم کے فیض صحبت سے صاحب عرفان و مقام ہوئے۔ وہ علم و فضل اور زہد و ورع کے مالک تھے۔ نماز کے ایسے پابند کہ سو برس

تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔رسول پاک سے سچی محبت اور میلاد شریف سے عشق تھا۔ ۳۳ر بار حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔چار برس تک متواتر مصر، استنبول، بیت المقدس،سوریا، بغداد اور روم وغیرہ کی سیاحت کی۔سنت پر سختی سے عمل کرتے اور بدعت اور بدمذہبوں سے اجتناب فرماتے۔بالخصوص فرقۂ وہابیہ اور اس کی شاخ فرقۂ دیوبندیہ کی تردید کرتے۔ہزاروں مسلمان ان کے دست پاک پر بیعت ہوئے۔حضرت مولانا شاہ عبیداللہ کان پوری اور حضرت مولانا شاہ قادر بخش سہسرامی آپ کے دوخلفا ہیں۔موضع ستھن میں سکونت اختیار کی جومشرقی ہند کے ضلع سلطان پور میں واقع ہے۔۱۳۳ سال کی عمر میں ۱۳۴۰ھ میں وہیں انتقال فرمایا اور وہیں دفن بھی ہوئے۔

ان کا ذکر تاریخ ولادت کے اعتبار سے طبقۂ اول کے ضمن میں اور تاریخ وفات کے اعتبار سے طبقۂ سوم کے ضمن میں کیا جانا مناسب تھا۔لہذا میں نے ان دونوں کے درمیان ذکر کرتے ہوئے طبقۂ دوم کی ابتدا انہیں سے کی۔

(۲) علامہ مفتی ارشاد حسین فاروقی رام پوری (۱۲۴۸ھ-۱۳۱۱ھ)۔آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) انتصار الحق (منکر تقلید نذیر حسین دہلوی کی تصنیف ''معیار حق'' کا رد ہے جس میں نذیر حسین نے امام الائمہ پر زبان طعن دراز کی ہے) (۲) مجموعہ فتاویٰ (۳) رسائل۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری، علامہ ظہور الحسن رام پوری، مولانا عبدالغفار خاں رام پوری، مولانا عنایت اللہ خاں رام پوری وغیرہ آپ کے نامور تلامذہ وکبار علماے اہل سنت میں سے تھے۔اور ضلع اعظم گڑھ کے مشہور معتزلی عالم ''شبلی نعمانی'' نے رام پور میں آپ سے فقہ کا درس لیا۔

(۳) علامہ عبدالحلیم بن امین اللہ لکھنوی فرنگی محلی (۱۲۳۹ھ-۱۲۸۵ھ)

علوم عقلیہ ودینیہ میں ان کی جلیل القدر تصانیف ہیں۔(۱) نور الایمان فی آثار حبیب الرحمٰن (۲) قمر الاقمار علی نور الانوار (اصول فقہ میں) (۳) تعلیقات علی الهدایه (٤) القول الاسلم لحل شرح السلم للملاحسن۔

حیدرآباد دکن میں وفات پائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

(۴)　حضرت مولانا عبدالفتاح بن شیخ سید عبداللہ گلشن آبادی (۱۲۳۴ھ-۱۲۹۵ھ)

(۵)　حضرت مولانا سید عبداللہ بن سید آل احمد حسینی واسطی بلگرامی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۵ھ)

آپ علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی کان پوری کے اجلۂ تلامذہ سے ہیں۔ صرف ونحو اور حکمت وفقہ میں ان کی نفع بخش تصانیف ہیں۔ عربی، فارسی، اور اردو تینوں زبان میں قصیدے لکھے اور وہابیوں کے ردّ میں رسالے قلم بند فرمائے۔

(۶)　مفتی غلام سرور قادری ابن مفتی غلام محمد قریشی ہاشمی لاہوری (۱۲۴۴ھ-۱۳۰۷ھ) تاریخ وسیر میں ان کی گراں قدر تصانیف ہیں۔

(۱) گنجینۂ سروری (۱۲۸۴ھ) اس میں سرور دوعالم ﷺ کے زمانۂ مبارک سے لے کر خلفاے راشدین خلفاے بنوامیہ، خلفاے بنوعباس، سلاطین اسلام اور مشاہیر صوفیا علما اور شعرا کی ولادت ووفات کی تاریخیں درج ہیں۔ (۲) تاریخ مخزن پنجاب (۳) حدیقۃ الاولیا (۴) خزینۃ الاصفیا (اس کی چند جلدیں ہیں) (۵) جامع اللغات وغیرہ بیس (۲۰) کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

(۷)　مولانا غلام نبی بن مولانا قاضی غلام حسین جہلمی (۱۲۳۴ھ-۱۳۰۷ھ)

آپ علامہ محمد احسن معروف بہ ”حافظ دراز“ کے شاگرد اور مولانا غلام محی الدین قصوری کے مرید ہیں۔ معرفت وسلوک میں درجہ کمال حاصل کیا اور تاحیات تدریس وافادہ اور رشد وہدایت میں مصروف رہے۔

(۸)　مولانا محی الدین بن علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی (۱۲۴۳ھ-۱۲۷۰ھ) اپنی کوتاہ عمری کے باوجود عظیم خدمات اور نافع تصنیفات چھوڑی ہیں۔ (عنقریب ان کا ذکر آئے گا)

(۹)　مولانا مخلص الرحمن بن سید غلام علی چاٹگامی (۱۲۲۹ھ-۱۳۰۲ھ)

چاٹگام اب بنگلہ دیش میں واقع ہے۔ آپ نے ”شرح الصدور فی دفع الشرور“ تصنیف فرمائی جو اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کا سنجیدہ اور ٹھوس جواب ہے۔

(۱۰)　مولانا نصیر احمد بن مولانا غلام محمد پشاوری (۱۲۲۸ھ-۱۳۰۸ھ)

صوبہ سرحد پاکستان کے جلیل القدر عالم دین ہیں۔ مروجہ علوم کی تحصیل صوبہ

سرحد کے ممتاز افاضل سے کی اور مشہور عالم محقق مفتی محمد احسن حافظ درازسے تکمیل کی۔ شیخ الاسلام مولانا اخوند عبد الغفور سواتی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ تقویۃ الایمان کے رد میں ''احقاقِ حق'' ان کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تصانیف بھی یادگار ہیں۔

(۱۱) علامہ نقی علی بن مفتی رضا علی بریلوی (۱۲۴۶ھ-۱۲۹۷ھ)

یکم رجب الرجب کو آپ کی ولادت بریلی شریف میں ہوئی اور وہیں نشو نما پائی۔ اپنے والد ماجد جامع شریعت وطریقت سے علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ آپ بالغ نظر اور صائب الرائے بزرگ تھے۔ عقل معاش ومعاد کے جامع اور جود وسخا اور تواضع واستغنا کے پیکر تھے۔ سنت کی تبلیغ واشاعت اور بدعت ومنکرات کی بیخ کنی میں زندگی گزاری۔ ان کا عظیم کارنامہ نئے بدمذہبوں اور باطل فرقوں کا مقابلہ کر کے ان کو لاجواب کرنا ہے۔ خصوصاً اس گروہ کا رد جو زمین کے چھ طبقات میں خاتم النبیین کے چھ مثل ہونے کا دعویدار تھا۔ آپ آخر ذیقعدہ میں لقاء رب سے ہمکنار ہوئے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

(۱) الکلام الاوضح (۲) وسیلۃ النجاۃ (سیرت سید المرسلین علیہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم) (۳) سرور القلوب بذکر المحبوب (وسیلۃ النجاۃ کا خلاصہ) (٤) جواہر البیان فی اسرار الارکان (یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے اسرار) (٥) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (٦) ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ (در فتنوں کا رد) (٧) اذاقۃ الأثام لمانعی عمل المؤلد والقیام (٨) ازالۃ الاوہام (اوہام نجدیہ کا رد) (٩) تزکیۃ الایقان (تقویۃ الایمان کا رد) (١٠) فضل العلم والعلما (١١) الکواکب الزہراء فی فضائل العلم وآداب العلماء۔

ان کے علاوہ تقریباً پچیس کتابیں ہیں جو ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں اور جواہر البیان، سرور القلوب اور الکلام الاوضح پر ان کے فرزند ارجمند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی کی لکھی ہوئی تقدیمات میں مذکور ہیں۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

طبقۂ سوم

(۱) علامہ سید ابوالحسین احمد نوری بن سید ظہور حسن مارہروی (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۴ھ)

(۲) امام مجدد علامہ احمد رضا بن علامہ نقی علی بریلوی (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)

(۳) علامہ احمد حسن بٹالوی ثم کان پوری (----۱۳۲۲ھ)

آپ راسخ العلم اور نہایت فیض رساں تھے۔ ہندو بیرون ہند میں ان کے کثیر تلامذہ ہیں۔تصانیف یہ ہیں۔

(۱) تنزیهه الرحمٰن عن شائبة الكذب والنقصان (۲) حمد اللہ کی شرح سلّم پر ایک مبسوط حاشیہ (۳) مثنوی مولانا روم پر تعلیقات (۴) تفسیر قرآن (قلمی) (۵) جامع ترمذی کی ایک مبسوط شرح (قلمی)

(۴) مولانا احمد علی بٹالوی پنجابی۔(----۱۳۴۵ھ)

آپ نے عیسائی مبلغین کا تعاقب فرمایا اور مناظروں میں ان کو شکستِ فاش دی۔اسلام کے خلاف ان کی سرگرمیوں کو روکنے اور مسلمانوں کو ان کے مکروفریب سے بچانے کے لیے ان کی تردید میں "دعوۃ الحق" کے نام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔اور ایک غیر مقلد کی کتاب "الظفر المبین" کے ردّ میں مشہور کتاب "نصر المقلدین" تحریر فرمائی۔اس کتاب کو علمی دنیا میں قبولیت عامہ کی سند حاصل ہوئی اور اکابر علماے اہل سنت نے اس پر تقریظیں لکھیں۔

(۵) مولانا اصغر علی روحی بن مولانا قاضی شمس الدین (۱۲۸۴ھ-۱۳۷۳ھ)

آپ اپنے وطن پاکستان کے قصبہ کٹھالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔اور مولانا فیض الحسن سہارن پوری (متوفی ۱۳۰۴ھ) تلمیذ علامہ فضل حق خیرآبادی اور مولانا احمد سعید فاروقی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔علوم ادبیہ میں یگانۂ روزگار تھے۔جب مدعیٔ نبوت مرزا قادیانی نے غلط سلط عربی میں نام نہاد "قصیدہ اعجازیہ" لکھ کر ڈینگیں مارنا شروع کیں تو علامہ روحی نے فی الفور اس کا جواب لکھ کر "پیسہ اخبار" لاہور میں شائع کروایا۔مولانا نے عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں قصیدے لکھے اور علوم ادب وغیرہ

میں کتابیں تصنیف کیں۔ چند تصانیف یہ ہیں۔

(۱) دبیرِ عجم (فن بلاغت میں) (۲) سیطرۃ الاسلام علی النصاری اللئام (ردّ عیسائیت) نیز انھوں نے وہابیوں کے ردّ میں قاضی فضل احمد کی کتاب ''انوار آفتاب صداقت'' اور ''نصر المقلدین'' مذکور وغیرہ پر تقریظیں لکھیں۔

(۶) مولانا انوار اللہ بن شجاع الدین حیدرآبادی معروف بہ فضیلت جنگ (۱۲۶۴ھ-۱۳۳۶ھ)

آپ نے حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور ان کے نامور صاحبزادہ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی سے علوم کی تحصیل کی۔ تصانیف یہ ہیں۔

(۱) افادۃ الأفہام (دو جلدوں میں۔ ردّ قادیانیت) (۲) حقیقۃ الفقہ (۳) انوار احمدی فی مولد النبی ﷺ۔ اس کتاب میں انھوں نے قاسم نانوتوی کا ردّ فرمایا ہے جس نے ہمارے نبی خاتم النبیین ﷺ کے بعد نئے نبی کا آنا جائز و ممکن کہا ہے۔ (۴) مقاصد الاسلام (گیارہ جلدوں میں) اس کتاب میں مذہب اسلام کو واضح کیا اور اسلام کے خلاف قدیم و جدید نظریات کا ردّ کیا۔ آپ کے کارنامے اور فضائل کثیر ہیں۔

(۷) حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد بن مولانا حکیم سید دائم علی بہاری ٹونکی (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۷ھ)

آپ شمس العلما مولانا محمد عبدالحق خیرآبادی (۱۲۴۴ھ-۱۳۱۶ھ) ابن علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد ہیں۔ آپ نے آریہ اور فرقۂ وہابیہ کے ردّ میں کتابیں لکھیں مثلاً (۱) صدقۃ جاریہ فی ردّ آریہ (۲) الصمصام القاضب علی المفتری الکاذب (امتناع کذب باری تعالیٰ میں) اور چند رسالے علم انبیا اور امتناعِ نظیر خاتم النبیین کے متعلق تصنیف فرمائے۔ ان کے اجلۂ تلامذہ ہندو بیرون ہند میں ہیں۔

(۸) حضرت پیر سید جماعت علی بن سید کریم شاہ محدث سیالکوٹی (۱۲۵۷ھ-۱۳۷۰ھ)

آپ نے ایک سو تیرہ سال کی عمر پائی۔ مولد و مدفن موضع علی پور سیداں ضلع سیال کوٹ پنجاب ہے۔ عیسائیوں، ہندوؤں، قادیانیوں اور وہابیوں کے فتنوں سے مسلمانوں کو بچانے میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ ہزاروں عیسائیوں اور ہندوؤں

نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے تصوف اور فضائل میں کتابیں لکھیں۔ آپ علامہ احمد حسن کان پوری، مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا غلام قادر بھیروی کے شاگرد ہیں۔

(۹) مولانا حکیم حبیب علی بن حکیم مشتاق علی کاکوروی (۱۲۶۴ھ-۱۳۳۰ھ)

آپ نے مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات پڑھیں۔ "السیف المسلول علی من یمانع القیام بمولد الرسول" آپ کی تصنیف ہے۔ علامہ امام احمد رضا خان بریلوی نے اُن کی تاریخ وفات کہی۔

یَقُوْلُ أَسیً فِیْ عَامِ رِحْلَتِهِ الرِّضَا

حَبِیْبُ عَلِیٍّ فِیْ الْوِلَا لَــرَضِیٌّ

۱۳۳۰ھ

(ترجمہ) اُن کے سالِ رحلت کے بارے میں رضا کہتا ہے حبیبِ علی دوستی میں پسندیدہ ہیں۔

(۱۰) مولانا خیر الدین دہلوی والد ابوالکلام آزاد (۱۲۴۶ھ-۱۳۲۶ھ)

(۱۱) شیخ محدث سید دیدار علی الوری (۱۲۷۳ھ-۱۳۵۴ھ)

(۱۲) مولانا سراج الحق بن مجاہد علامہ فیض احمد بدایونی (۱۲۴۶ھ-۱۳۲۲ھ)

(۱۳) مولانا سلامت اللہ اعظمی ثم رام پوری (----۱۳۲۸ھ)

(۱۴) مولانا میاں شیر محمد بن عزیز الدین شرق پوری (پاکستان) (۱۲۸۲ھ-۱۳۴۷ھ)

(۱۵) مولانا ظہور حسنین بن مولانا نیاز اللہ فاروقی رام پوری (۱۲۷۳ھ-۱۳۴۲ھ)

(۱۶) مولانا عبد الرحمن بن محمد ادریس سلہٹی (بنگال) (----------)

آپ کی تصانیف اردو میں "احسن العقائد" اور فارسی میں "سیف الابرار المسلول علی الفجار" ہیں۔ موخر الذکر کتاب منکر تقلید نذیر حسین دہلوی کی کتاب "ثبوت الحق" کے رد میں ہے۔ اس میں آپ نے تقلید شخصی کا وجوب ثابت کیا ہے۔

(۱۷) مولانا عبد السمیع (بیدل) رام پوری صاحبِ "انوار ساطعہ" (----۱۳۲۰ھ)

(۱۸) مولانا سید عبد الصمد سہسوانی (۱۲۶۹ھ-۱۳۲۳ھ)

(۱۹) مولانا عبد العلی آسی بن مصطفیٰ چتوڑی مدراسی ثم لکھنوی (----۱۳۲۷ھ)

آپ نے مولانا الٰہی بخش فیض آبادی اور علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی سے علوم دینیہ حاصل کیے۔ آپ کو تصحیح و تحشیہ، انشا پردازی اور شعر و شاعری میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ آپ نے مطبع نظامیہ لکھنؤ میں پروف ریڈنگ کی خدمت انجام دی پھر ایک مطبع قائم کر لیا۔ جس کا دینی اور عربی کتابوں کے نشر و اشاعت میں اہم کردار رہا ہے۔ ان کی تصانیف میں "میزان اللسان" اور "تنبیہ الوھابیین" ہیں۔ محدث سورتی علیہ الرحمہ نے ان کے لیے منظوم تقریظ لکھی ہے۔

(۲۰) مولانا عبدالغفار رام پوری (۱۲۷۳ھ-۱۳۴۸ھ)

(۲۱) تاج الفحول محب رسول مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۲۵۳ھ-۱۳۱۹ھ)

(۲۲) مولانا عبدالقادر بن فضل اللہ حیدر آبادی (۱۲۵۱ھ-۱۳۲۹ھ)

(۲۳) مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۲۷۵ھ-۱۳۵۰ھ)

(۲۴) مولانا مفتی عبداللہ بہاری ٹونکی (----۱۳۴۹ھ)

(۲۵) مولانا عبدالمقتدر بن مولانا عبدالقادر عثمانی بدایونی (۱۲۸۳ھ-۱۳۳۴ھ)

(۲۶) مولانا قاضی عبدالوحید عظیم آبادی (۱۲۸۹ھ-۱۳۲۶ھ)

(۲۷) مولانا عبیداللہ کان پوری (-----۱۳۴۳ھ)

(۲۸) مولانا عمرالدین ہزاروی ساکن بمبئی (-----۱۳۴۹ھ)

(۲۹) مولانا غلام احمد حافظ آبادی (پاکستان) (۱۲۷۳ھ-۱۳۲۵ھ)

(۳۰) مولانا غلام دستگیر قصوری (پاکستان) مصنف "تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل" (-----۱۳۱۵ھ)

(۳۱) مولانا خواجہ غلام فرید بن خدا بخش فاروقی (۱۲۶۱ھ-۱۳۱۹ھ)

ان کی جائے پیدائش خان پور کے قریب موضع چاچڑان ہے اور جائے وفات موضع کوٹ مٹھن ہے جو پاکستان میں بھاول پور کے مضافات میں واقع ہے۔

(۳۲) حضرت علامہ غلام قادر بن مولانا غلام حیدر ہاشمی بھیروی۔ (۱۲۶۵ھ-۱۳۲۷ھ)

آپ موضع بھیرہ ریاست سرگودھا پنجاب میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدرالدین دہلوی سے کسب علم کیا اور مولانا شمس الدین سیالوی سے بیعت ہوئے۔ پنجاب کے اکثر

نامور علما کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ان کی تصنیفات یہ ہیں۔

(۱) الشوارق الصمدیه تلخیص البوارق المحمدیه (از علامہ فضل رسول بدایونی) اردو۔(۲) شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ۔(۳) النور الرّبانی فی مدح المحبوب السبحانی۔

آپ نے انگریزی کالجوں کے لیے دینی تعلیم کا ایک نصاب مرتب فرمایا اور اس کا نام رکھا ''اسلام کی گیارہ کتابیں''۔آپ مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت اور بدمذہبی کی مخالفت میں سرگرم رہے۔نصرانیت،قادیانیت،نیچریت،رافضیت،وہابیت اور دیوبندیت کا رد فرمایا۔علماے پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے قادیانی کے خلاف فتویٰ صادر فرمایا جب کہ ابھی اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔۱۹؍ربیع الاول شریف کو آپ کی وفات ہوئی اور مسجد بیگم شاہی لاہور میں مدفون ہوئے۔

(۳۳) مولانا غلام قطب الدین برہمچاری سہسوانی (----۱۳۵۰ھ)

(۳۴) مولانا غلام مرتضیٰ (موضع بیربل ضلع سرگودھا پنجاب) (۱۲۵۱ھ-۱۳۲۱ھ)

(۳۵) مولانا فتح محمد بن امام دین (موضع اچھرا لاہور)۔ (----۱۳۳۵ھ)

(۳۶) مولانا کرم الدین دبیر جہلمی (ولادت تقریباً ۱۲۶۸ھ-۱۳۶۵ھ)

(۳۷) مولانا محمد بخش بن مولانا شمس الدین فاروقی قادری (موضع میرپور خاص آزاد کشمیر) (۱۲۴۶ھ-۱۳۲۲ھ)

(۳۸) مولانا محمد حسن فیضی بن نور حسین جہلمی (-----۱۳۱۹ھ)

آپ کو عربی نظم و نثر پر کامل دسترس حاصل تھی۔"الفرائض الفیضیه فی الفرائض والولاء والوصیّة "کے نام سے آپ کا ایک منظوم رسالہ طبع ہو چکا ہے۔ان کا عظیم کارنامہ قادیانی کو خاموش اور لاجواب کرنا ہے۔مدعی الہام و اعجاز غلام احمد قادیانی عربی میں قصیدے لکھتا اور اسے اپنی اعجاز قدرت سے شمار کرتا۔اور علما کو مباحثہ و مناظرہ کا چیلنج دیتا تھا۔چنان چہ علامہ محمد حسن فیضی نے ایک بے نقط عربی قصیدہ لکھا۔جس کے دو شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

لِمَالِكِ مُلْكِهِ حَمْدٌ ،سَلَامٌ

عَلٰی رَسُوْلِهٖ عَلَمِ الْكَمَالِ

اَمَا مَمْلُوْکُ اَحْمَدَ اَهْلُ عِلْمٍ
وَاِلْهَامٍ وَحَلَّالُ السُّوَالِ

(ترجمہ)　　مالکِ ملک کی حمد، اُس کے رسول، نشانِ کمال پر سلام۔ کیا غلام احمد صاحب علم و الہام اور سوالات کو حل کرنے والا نہیں؟

آپ یہ قصیدہ لے کر قادیانی کے پاس گئے۔ اس میں لکھا تھا کہ اگر تمہیں الہام ہوتا ہے تو لو یہ قصیدہ پڑھ کر اس کے معانی و مطالب حاضرین کو سناؤ۔ یہی تمہارے دعویٰ الہام کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔ اس نے قصیدہ ہاتھ میں لیا اور دیر تک اُسے دیکھتا رہا مگر اس کے سمجھنے سے قاصر رہا تو اپنے ایک فاضل حواری کو دے دیا۔ اس نے بھی غور و فکر کیا مگر کچھ نہ پلے پڑا تو اپنی نا سمجھی کا اقرار کرلیا۔ آخر یہ کہہ کر قادیانی نے وہ قصیدہ واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، آپ ترجمہ کر کے دیں۔

علامہ فیضی نے ۹ رمئی ۱۸۹۹ء کو ''سراج الاخبار'' میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں یہ تمام واقعہ درج کر دیا اور آخر میں کھلے لفظوں میں مرزا قادیانی کو چیلنج کیا کہ ''میں مناظرہ و مباحثہ کے لیے تیار ہوں۔ تحریری ہو یا تقریری، اگر تحریر ہو تو نثر میں ہو یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی ہو یا اردو''۔ لیکن قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں پھر مرزا قادیانی کو ایک مکتوب ارسال کیا جو ۱۳ ر اگست ۱۹۰۰ء کو ''سراج الاخبار'' میں شائع ہوا۔ اس میں آپ نے پھر قادیانی کو دعوت مقابلہ دی اور واضح طور پر لکھا کہ ''میں تمہارے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تعین تم خود ہی کر کے مجھے اطلاع دو تا کہ میں پہنچ جاؤں'' لیکن مرزا قادیانی نے خاموشی اختیار کر لی اور اسی میں اپنی بھلائی سمجھی۔

مرزا قادیانی نے شیخ الاسلام حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ کو چیلنج مناظرہ دیا تو انھوں نے اس کا چیلنج قبول کرلیا۔ اور تاریخ مقررہ پر ۲۴ ر اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لائے۔ اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی۔ اور ہزاروں کا مجمع اکٹھا ہوا۔ لیکن قادیانی کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور تمام لوگوں پر قادیانی کا بطلان روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ اس موقع پر علامہ فیضی نے ایک پر مغز تقریر کی اور مرزا قادیانی کے

تمام مکروفریب کو طشت ازبام کردیا۔ جس سے اسلام کی حقانیت اور علامہ پیر سید مہر علی کی صداقت لوگوں پر عیاں ہوگئی۔ اس کے علاوہ ان دونوں بزرگوں نے مرزا قادیانی کے خلاف عظیم کارنامے انجام دیے۔

(۳۹) مولانا محمد حسن جان بن خواجہ عبدالرحمٰن فاروقی مجددی سرہندی۔ (۱۲۷۸ھ-۱۳۶۵ھ)

خدمت دین اور مفسدین کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو بچانے میں آپ کا نمایاں کردار رہا ہے۔ آپ کی نافع و عمدہ تصانیف یہ ہیں۔

(۱) الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ (۲) طریق النجاۃ مع رسالہ "التنویر فی اثبات التقدیر" (عربی، ردنیچریت) (۳) العقائد الصحیحہ فی بیان مذھب اھل السنۃ والجماعۃ۔ (ردّدیوبندیت) (٤) انساب الانجاب (٥) تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء۔

۲ ررجب ۱۳۶۵ھ کو آپ کا وصال ہوا اور کوہ گنجہ (مضافات حیدرآباد، پاکستان) میں والد ماجد کے مزار کے پہلو میں محوخواب ابدی ہوئے۔

(۴۰) مولانا محمد عمر بن فریدالدین دہلوی (۱۲۷۱ھ-۱۳۳۶ھ)

(۴۱) مولانا محمد عمر بن سید حیدر علی حسینی حیدرآبادی (۱۲۸۲ھ-۱۳۳۰ھ)

(۴۲) مولانا مشتاق احمد بن علامہ احمد حسن کان پوری (-----۱۳۵۲ھ)

(۴۳) مولانا سید مہر علی بن مولانا سید نذرالدین حسنی جیلانی (۱۲۷۵ھ-۱۳۵۶ھ)

آپ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے کتب عالیہ کا درس لیا۔ مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے درس حدیث لیا اور مولانا شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں "شمس الھدایۃ" لکھ کر حیات مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کیے۔ مرزا قادیانی ان دلائل کا جواب تو نہ دے سکا۔ البتہ مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ مولانا سید مہر علی مقررہ تاریخ پر لاہور پہنچ گئے۔ لیکن مرزا کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس خفت کو مٹانے کے لیے اس نے ۱۵/۱۲/۱۹۰۰ء کو سورۂ فاتحہ کی

تفسیر "اعجاز المسیح "کے نام سے عربی زبان میں شائع کی۔ جس کے بارے میں مرزانے یہ تاثر دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے۔حضرت سید مہر علی نے ''سیف چشتیائی'' کے نام سے اس کارد شائع فرمایا۔ جس میں مرزا قادیانی کی عربی دانی کی قلعی کھول دی اور قادیانی دعووں کی دھجیاں بکھیر دیں۔

آپ نے "الفتوحات الصمدیه" (رد وہابیت) اور "اعلاء کلمة الله فی بیان ما اهلّ به لغیر الله" تصنیف فرمائی۔ان کے علاوہ دیگر تصانیف بھی ہیں۔ مسلمانوں کی رہنمائی کے سلسلے میں آپ نے زبردست کردار ادا کیا۔ ۲۹ رصفر ۱۳۵۶ھ کو اپنے وطن مالوف ''گولڑہ شریف'' میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۴۴) مولانا نذیر احمد بن مولانا محمد خاں رام پوری (-----۱۳۲۳ھ)

تصانیف یہ ہیں۔

(۱) السیف المسلول علی منکر علم غیب الرسول (۲) البوارق اللامعة علی من اراد اطفاء الانوار الساطعة (۳) النذیر الاحمدیة "هدایة الالِبّاء بتائید ندوة العلماء" کارد (٤) امطار الحق (رد غیر مقلدین)

اخیر عمر میں آپ نے احمد آباد، گجرات میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔

(۴۵) مولانا نثار احمد بن علامہ احمد حسن کانپوری (------۱۳۵۰ھ)

(۴۶) مولانا محدث وصی احمد بن مولانا محمد طیب سورتی ثم پیلی بھیتی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۴ھ)

آپ نے مدرسہ حافظیہ پھر مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں تقریباً ۵۰ رسال تک احادیث نبویہ کا درس دیا۔ آپ کے تلامذہ میں نامور اور جلیل القدر علما ہیں۔ مثلاً مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا نثار احمد مفتیِ اعظم آگرہ، مولانا مفتی عبد القادر لاہور، مولانا سید خادم حسین بن پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، قطب مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی وغیرہم۔ آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) التعلیقات علی الشروح الأربعة لجامع الترمذی (۲) التعلیق

المجلّی شرح منیة المصلّی(۳)حاشیة الجلالین (٤)حاشیة مشکوٰة المصابیح (٥)حاشیة مقامات الحریری (٦)حاشیة الشافیة لابن الحاجب (۷) حاشیة شرح میبذی لهدایةالحکمة للأبهری(۸) جامع الشواهد فی اخراج الوهابیین عن المساجد (۹) کشف الغمامة عن سنیة العمامة۔

(۴۷) مولانا حکیم وکیل احمد بن قلندر حسین سکندر پوری بلیاوی (۱۲۵۸ھ-۱۳۲۲ھ)

آپ علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی کے شاگرد ہیں۔آپ کی کثیر تصانیف میں چند یہ ہیں۔

(۱) تذکرة اللبیب فیما یتعلق بالطب والطبیب (۲) صیانة الایمان عن قلب الاطمینان (۳) نصرة المجتهدین بِرَدِّ هفوات غیر المقلدین (٤) الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول۔(٥) مجموعه اشعار فارسی۔

حیدرآباد دکن میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

(۴۸) مولانا ہدایت رسول رام پوری (-----۱۳۳۴ھ)

(۴۹) مولانا ہدایت علی بریلوی شاگرد علامہ فضل حق خیر آبادی (-----۱۳۲۲ھ)

(۵۰) مولانا ہدایت اللہ خان بن رفیع اللہ رام پوری (-----۱۳۲۶ھ)

آپ علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد ہیں۔مدرسہ حنفیہ جون پور میں صدر المدرسین تھے۔ہند و بیرون ہند کے کثیر علما کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور مولانا سید سلیمان اشرف بہاری آپ کے ممتاز تلامذہ ہیں۔

طبقۂ چہارم

(۱) مولانا امجد علی بن مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیرالدین اعظمی (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۷ھ)

آپ نے علامۂ جلیل وصی احمد محدث سورتی اور علامہ ہدایت اللہ رام پوری سے تعلیم حاصل کی اور علامہ امام احمد رضا خان بریلوی سے اجازت وخلافت پائی۔آپ تبحر علمی اور تدریسی صلاحیت میں ممتاز تھے۔بالغ نظر تلامذہ کی تعداد بھی کثیر ہے۔آپ نے فقہ حنفی میں ایک جامع اور معتمد کتاب ''بہار شریعت'' لکھی امام ابوجعفر طحاوی کی

''شرح معانی الآثار'' کی شرح (غیر مطبوعہ) اور چار ضخیم جلدوں میں مجموعۂ فتاویٰ یادگار ہیں نشر واشاعت اور تصحیح کتب کے سلسلے میں بھی آپ نے عظیم کارنامے انجام دیے۔

(۲) مولانا سید احمد دین ابن سید غلام علی جیلانی گانگوی ضلع میانوالی پاکستان (۱۲۵۹ھ-۱۳۸۸ھ) آپ نے تقریباً ۱۲۸ رسال عمر پائی۔

(۳) مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی (۱۲۹۴ھ-۱۳۵۷ھ)

(۴) مولانا امام الدین بن مولانا عبدالرحمٰن کوٹلوی سیالکوٹی (-----۱۳۸۱ھ)

(۵) مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں ابن مولانا سید محمد اسماعیل حسن برکاتی مارہروی (۱۳۰۹ھ-۱۳۷۲ھ)

(۶) مولانا سید برہان الحق عبدالباقی بن مولانا عبدالسلام جبل پوری (۱۳۱۰ھ-۱۴۰۵ھ)

(۷) مولانا حامد رضا بن امام احمد رضا خان بریلوی (۱۲۹۲ھ-۱۳۶۲ھ)

(۸) مولانا سراج احمد خان پوری (پاکستان) (۱۳۰۳ھ-۱۳۹۲ھ)

(۹) مولانا محمد شریف بن مولانا عبدالرحمٰن کوٹلوی سیال کوٹی۔ (۱۲۸۰ھ-۱۳۷۰ھ)
آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

(۱) تائید الامام (حافظ ابوبکر بن شیبہ کی تالیف "الرد علی ابی حنیفه" کا محققانہ رد)

(۲) نماز حنفی مدلل (۳) ضرورت فقه (۴) کشف الغطاء

غیر مقلدوں کے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کے رد میں ایک ہفت روزہ اخبار "الفقیه" امرتسر سے جاری فرمایا۔

(۱۰) مولانا سید ظہور شاہ بن مولانا سید محمد شاہ جلال پوری (۱۳۰۶ھ-۱۳۷۲ھ)
آپ موضع جلال پور جٹاں ضلع گجرات پاکستان میں پیدا ہوئے اور مقام منارہ ضلع جہلم پاکستان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے قادیانیوں کے رد میں چند کتابیں لکھیں۔

(۱۱) مولانا عبدالاحد بن محدث وصی احمد سورتی ثم پیلی بھیتی (۱۳۰۱ھ-۱۳۵۲ھ)

(۱۲) مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا عبداللہ بھرچونڈوی ضلع سکھر پاکستان (۱۳۱۰ھ-۱۳۸۰ھ)

(۱۳) مولانا عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مفتی محمد غوث ہزاروی (۱۳۱۵ھ-۱۳۷۷ھ)

(۱۴) مولانا سید عبدالسلام بن مولانا سید عبدالکریم جبل پوری (۱۲۸۳ھ-۱۳۷۲ھ)

(۱۵) مولانا عبدالعزیز بن فضل الدین بن عطاء اللہ لاہوری (-----۱۳۸۲ھ)

(۱۶) مولانا عبدالعلیم بن مولانا عبدالحکیم میرٹھی (۱۳۱۰ھ-۱۳۷۴ھ)

آپ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی نشر واشاعت کی اور بے شمار ادارے اور تنظیمیں قائم کیں۔ آپ کے دست حق پر ہزاروں عیسائیوں اور ہنود نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا جس میں قابل ذکر ممالک یہ ہیں۔ برطانیہ، فرانس، اٹلی، امریکہ، کناڈا، ملیشیا، انڈونیشیا، چین، ممالک افریقہ، سعودیہ عربیہ، عراق، اردن، فلسطین، سوریا اور مصر۔

آپ نے انگریزی زبان میں مندرجہ ذیل عناوین پر مفید کتابیں لکھیں۔
(۱) اسلام کی ابتدائی تعلیمات (۲) اسلام کے اصول (۳) اسلام اور اشتراکیت (۴) مسائل انسانی کا حل (۵) اسلام میں عورت کے حقوق (۶) مکالمہ جارج برنارڈ شا (۷) مرزائی حقیقت کا اظہار۔

(۱۷) مولانا علی حسین بن مولانا اعظم حسین خیرآبادی ثم مدنی (۱۳۱۲ھ-۱۳۷۴ھ)

تصانیف یہ ہیں۔ (۱) صواعق الملکوت علی الاستاذ شلتوت (ثبوت حیات سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے بارے میں شیخ الازہر شلتوت مصری کے فاسد عقائد کا رد۔ عربی) (۲) سیرۃ الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی (عربی) (۳) سیرۃ الشیخ اعظم حسین (عربی) (۴) رد تجدید واحیاء دین (ابوالاعلیٰ مودودی کے مزعومات کا رد۔ اردو مطبوعہ)

اپنے والد ماجد کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہیں سکونت اختیار کی اور وفات پائی۔ جنت البقیع میں سیدنا ابراہیم ابن رسول کریم ﷺ کے جوار میں اپنے والد ماجد کے قریب دفن کیے گئے۔

(۱۸) مفتی غلام جان بن مولانا احمد بن مولانا محمد عالم ہزاروی (۱۳۱۶ھ-۱۳۷۹ھ)

امام احمد رضا قادری بریلوی کے خلیفہ اور علامہ سید برکات احمد ٹونکی، مولانا ظہور الحسین فاروقی رام پوری اور مولانا امجد علی اعظمی کے شاگرد ہیں۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

(۱) فتاویٰ غلامیہ (۲) نور العینین فی سفر الحرمین (۳) السیف الرحمانی علی رأس القادیانی ۔وغیرہ۔

(۱۹) مولانا غلام دستگیر نامی ابن پیر حامد شاہ پنجابی شیخوپوری (۱۳۰۰ھ-۱۳۸۱ھ)

تصانیف: (۱) تاریخ جلیلہ (خاندانی بزرگوں کے حالات اور دیگر اہم تاریخی معلومات) (۲) نسب نامۂ رسول انام وصحابۂ کرام (۳) مناقب خلفائے راشدین (منظوم) (۴) تاریخ نجدیہ (۵) صدیق اور فاروق مستشرقین کی نظر میں۔وغیرہ۔

(۲۰) مولانا غلام محمد ملتانی قصبہ گھوٹہ ضلع ملتان۔ (۱۳۰۵ھ-۱۳۶۷ھ)

(۲۱) مولانا غلام محمود بن نورنگ بن محمد باقر (۱۲۸۲ھ-۱۳۶۷ھ)

آپ کی ولادت قصبہ ''وانڈہ محمد خاں'' ضلع میانوالی۔ پاکستان میں ہوئی۔ آپ کے بالغ نظر تلانذہ ہیں۔تصانیف یہ ہیں۔

(۱) نجم الرحمٰن (علم غیب کے موضوع پر فاضلانہ تالیف) (۲) تحفۂ سلیمانیہ (آفتاب پنجاب مولانا عبدالحکیم سیال کوٹی کے تکملۂ عبدالغفور کا حاشیہ) موضع ''پیلاں'' میں سکونت اختیار کی۔ وہاں دارالعلوم محمودیہ قائم کیا اور تاحیات اس دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

(۲۲) مولانا فتح علی بن سید امیر شاہ سیال کوٹی (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۷ھ)

مولانا عبدالرحمٰن کوٹلوی کے شاگرد ہیں۔۱۳۳۴ھ میں جامعہ منظر اسلام بریلی سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۳۹ھ میں امام احمد رضا قادری سے خلافت پائی۔

تصانیف (۱) معیار صداقت (۲) چہل حدیث (۳) مجموعۂ وعظ (تین حصے) (۴) مجموعۂ اشعار۔مولد و مدفن موضع کھروٹہ سیداں ضلع سیال کوٹ ہے۔

(۲۳) مولانا سید محمد سلیمان اشرف بہاری (۱۲۹۵ھ-۱۳۵۸ھ)

مولانا ہدایت اللہ رام پوری کے شاگرد ہیں اور امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ ہیں۔مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ دینیات کے صدر رہے۔تصانیف یہ ہیں۔

(۱) المبین (عربی زبان کی فضیلت وبرتری پر علمی دلائل (۲) الأنہار (فارسی شعروادب کی تاریخ) (۳) الحج (مناسک حج وآداب زیارت) (۴) النور (۵)

سبیل الرشاد (تحریک خلافت کے لیڈروں کے خلاف شرع افعال واقوال پر تنقید)

علی گڑھ میں وصال ہوا اور یونیورسٹی کے قریب سپرد خاک کیے گئے۔

(۲۴) مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا بن امام احمد رضا بریلوی (۱۳۱۰ھ-۱۴۰۲ھ)

(۲۵) مولانا معوان حسین بن مفتی ارشاد حسین رام پوری (۱۳۰۶ھ-۱۳۵۲ھ)

(۲۶) مولانا مہر محمد عبداللہ لاہوری صدر المدرسین جامعہ فتحیہ اچھرہ (۱۳۱۴ھ-۱۳۷۴ھ)

(۲۷) مولانا نبی بخش حلوائی بن محمد وارث لاہوری (۱۲۷۶ھ-۱۳۶۳ھ)

مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا معوان حسین رام پوری کے شاگرد ہیں۔ آپ نے پندرہ جلدوں میں پنجابی زبان میں قرآن کریم کی منظوم تفسیر لکھی ہے دیگر تصانیف یہ ہیں۔ (۱) تحقیق الزمان فی آداب المشائخ والاخوان (۲) النار الحامیہ لمن ذمّ معاویہ (۳) سبیل الرشاد فی حقّ الاستاد (۴) الامتیاز بین الحقیقة والمجاز (۵) اظہار انکار المنکرین ۔وغیرہ۔

(۲۸) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین بن مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ)

مذہب وملت اور وطن کے تعلق سے آپ کی خدمات اور کارنامے بہت عظیم ہیں۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں (۱) الکلمة العلیاء فی علم المصطفیٰ (۲) اطیب البیان (رد تقویۃ الایمان) (۳) خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (۴) التحقیقات لدفع التلبیسات (جس میں علماے دیو بند کی "المہند" کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کیا ہے) (۵) فرائد النور فی جرائد القبور ۔وغیرہ۔

ضلع مرادآباد میں "جامعہ نعیمیہ" قائم کیا۔ اور اس میں تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ نے ہمیشہ دین وعلم کی خدمت کی اور علما فارغ کیے۔ ۱۸/ذی الحجہ کو اپنے وطن میں وفات پائی اور جامعہ نعیمیہ کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔

(۲۹) مولانا نور بخش توکلی (۱۳۰۵ھ-۱۳۶۷ھ)

۱۳۱۵ھ انبالہ میں حضرت خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۱۵ھ) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے اور انھیں کی نسبت

سے توکلی کہلائے۔ آپ موضع ''کوچک قاضیاں'' ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً لاہور میں پھر لائل پور میں سکونت اختیار کی۔ وہیں وصال فرمایا اور دفن ہوئے۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں۔

(۱-۲) شرح قصیدہ بردہ (عربی) و (اردو) (۳) تحفۂ شیعہ (دو جلد۔ رد شیعہ) (۴) سیرت رسول عربی (۵) سیرت غوث اعظم (۶) تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ (۷) اعجاز القرآن (۸) رسالۃ النور (۹) عید میلاد النبی (۱۰) کتاب البرزخ (۱۱) معجزات النبی (۱۲) غزوات النبی (۱۳) عقائد اہل سنت (۱۴) الاقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر روافض اور غیر مقلدین کے اعتراضات کا جواب) (۱۵) تفسیر سورہ فاتحہ و بقرہ (۱۶) امام بخاری شافعی۔

(۳۰) مولانا یار محمد بن سلطان محمد بن شاہ نواز بندیالوی پنجابی (۱۳۰۴ھ-۱۳۶۷ھ)

مولد و مدفن موضع بندیال ضلع سرگودھا پنجاب ہے۔ مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے تعلیم حاصل کی اور مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی خلیفہ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ سیکڑوں اجلۂ اہل علم آپ سے مستفید ہوئے۔ جن میں سے یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) مولانا سید سلیمان اشرف (۲) شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی (۳) سلطان المدرسین مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی۔

پاکستان کی عظیم دینی درس گاہ ''جامعہ امدادیہ مظہریہ'' بندیال شریف آپ کی یادگار ہے۔

طبقۂ پنجم

(۱) مولانا سید آلِ مصطفیٰ بن آل عبا مارہروی (۱۳۳۵ھ-۱۳۹۴ھ)

(۲) مولانا احمد سعید کاظمی امروہوی ثم ملتانی (۱۳۳۲ھ-۱۴۰۶ھ)

تصانیف: (۱) تَسْبِیْحُ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْکِذْبِ وَالنُّقْصَان (۲) حُجِیَّۃُ الْحَدِیْث (۳) اَلْحَقُّ الْمُبِیْن (۴) مکالمہ کاظمی و مودودی (۵) آئینۂ مودودیت (۶)

اسلام اور نصرانیت (۷) اسلام اور اشتراکیت (۸) البیان فی ترجمۃ القرآن مع تفسیر سورہ بقرہ۔ وغیرہ۔

(۳) علامہ مفتی احمد یار خان بن مولانا محمد یار خان بدایونی (۱۳۲۴ھ-۱۳۹۱ھ)

تصانیف: (۱) مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح (۸/جلد) (۲) نور العرفان فی تفسیر القرآن (۳) تفسیر نعیمی (گیارہویں پارے کے ربع اخیر تک۔ دس جلدیں ہر جلد تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے) (۴) جاء الحق (۲/ جلد۔ جلد اول میں عقائد اہل سنت کا اثبات اور وہابیوں، دیوبندیوں کے اعتراضات کے جوابات ہیں اور جلد دوم میں مذہب حنفی کا اثبات اور غیر مقلدوں کے اعتراضات کے جوابات ہیں) (۵) علم القرآن (۶) دیوانِ سالک وغیرہ تقریباً چالیس کتب یادگار ہیں۔

آپ ضلع گجرات پاکستان میں مقیم رہے اور وہیں ۳/ رمضان کو وصال ہوا اور سپرد خاک ہوئے۔

(۴) مفتی اعجاز ولی بن مولانا سردار علی بن مولانا ہادی علی بن مولانا رضا علی بریلوی (۱۳۳۲ھ-۱۳۹۳ھ)

ان کا شجرۂ نسب جد امجد مولانا رضا علی پر پہنچ کر امام احمد رضا سے مل جاتا ہے۔ انھوں نے قصبہ دادون ضلع علی گڑھ میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے کسب فیض کیا اور ہندو پاک کی مختلف مرکزی درس گاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخر میں جامعہ نعمانیہ۔ لاہور پاکستان کے طلبہ کو فیضیاب کیا مختلف کتب پر مقدمے لکھے۔ بے شمار فتاویٰ اور چند تصانیف آپ کی قلمی یادگار ہیں۔ ۲۴/ شوال کو لاہور میں ابدی نیند سو گئے۔

(۵) مفتی تقدس علی خاں بن سردار ولی بن مولانا ہادی علی بن مولانا رضا علی بریلوی (جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی) (۱۳۲۵ھ-۱۴۰۸ھ)

(۶) مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری عباسی۔ موضع دھام نگر، ضلع بالیسر، صوبہ اڑیسہ۔ (۱۳۲۲-۱۴۰۱ھ)

(۷) علامہ جلیل مفتی حشمت علی خان بن نواب علی خان لکھنوی ثم پیلی بھیتی۔ (۱۳۲۰ھ-۱۳۸۰ھ)

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا رحم الٰہی وغیرہ سے کسب فیض کیا اور امام اہل سنت احمد رضا خاں قادری بریلوی سے استفادہ کیا۔ لکھنؤ میں صدر الشریعہ کے ہاتھ پر امام احمد رضا سے اس وقت بیعت ہوئے جب کسی دینی ضرورت سے حضرت صدر الشریعہ اور علامہ حامد رضا لکھنؤ تشریف لے گئے اور مولانا موصوف (حشمت علی خاں) اس وقت تک بریلی نہیں پہنچے تھے اور صدر الشریعہ، امام احمد رضا کی بیعت لینے کے لیے وکیل مطلق تھے۔ دین کی نشر و اشاعت اور بد مذہبوں کی تردید میں آپ کے زندۂ جاوید کارنامے ہیں۔ مختلف شہروں میں آپ نے بارہا مناظرہ کر کے بد مذہبوں کو لاجواب کر دیا اور بے شمار افراد نے آپ سے ہدایت پائی۔ تصانیف یہ ہیں۔ (۱) الصوارم الہندیہ ("حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" پر غیر منقسم ہندوستان کے ۲۶۸ علما کی تصدیقات کا مجموعہ) (۲) رادّ المہند (جس میں علماے دیوبند کی کتاب المہند کی عیاریوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے) (۳) الانوار الغیبیہ۔

(۸) محدث جلیل ابو الفضل سردار احمد بن میراں بخش لائل پوری

(۱۳۲۲ھ-۱۳۸۲ھ)

آپ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی کے ارشد تلامذہ اور علم و عرفان میں بزرگ ترین شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک مدت تک بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر پاکستان منتقل ہو گئے۔ اور لائل پور پاکستان میں "جامعہ رضویہ مظہر اسلام" کی بنیاد رکھی۔ ہزاروں کا ملان علم و عمل کو فارغ کیا۔ آج ہند و پاک میں جو بھی علمی سرگرمیاں نظر آ رہی ہیں وہ ان کی اور ان کے رفیق درس ابو الفیض مولانا عبد العزیز محدث مراد آبادی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ ہی اس دور میں تدریس و تصنیف اور تنظیم و تبلیغ وغیرہ دینی خدمات میں پیش پیش ہیں۔ مولانا ابو الفضل نے بہت سے مناظرے کیے اور کتابیں لکھیں۔ ان سے کرامتوں کا ظہور بھی ہوا۔ جس وقت ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو جنازے پر نور کی پھوار پڑ رہی تھی حالاں کہ بادل کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ جم غفیر نے اس منظر کا مشاہدہ کیا اور اخبار و رسائل نے اس واقعہ کو شائع کیا۔ چند سال قبل "جامعہ رضویہ نظامیہ" لاہور سے آپ کی سیرت مبارکہ پر دو ضخیم

جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو انہیں عربی میں منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۹) مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری جون پوری (۱۳۲۲ھ-۱۴۰۲ھ)

آپ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کے اجلۂ تلامذہ سے ہیں۔ مختلف مرکزی درس گاہوں میں افادہ اور تدریسی خدمات کی ادائیگی میں زندگی گزاری۔ ان کے دست اقدس سے علما کی ایک بڑی جماعت نے فراغت حاصل کی۔ فقہ حنفی میں ''قانون شریعت'' (۲ رجلد) اور فن منطق میں "قواعد النظر فی مَجال الفِکر" اور نحو میں ایک مختصر رسالہ "قواعد الاعراب" آپ کی قلمی یادگاریں ہیں۔

(۱۰) مفتی صاحب داد خان (۱۳۱۶ھ-۱۳۸۵ھ)

موضع لونی صوبہ بلوچستان۔ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ فتویٰ نویسی میں مشہور تھے۔ موضع سلطان کوٹ میں درس دیا۔ جامعہ راشدیہ، پیر گوٹھ، خیر پور صوبہ سندھ میں صدر المدرسین مقرر ہوئے اور ایک مدت تک ''قلات'' کے قاضیٔ القضاۃ رہے۔ (۱) الہام القدیر فی مسئلۃ التقدیر (۲) سبیل النجاح فی مسائل العیال والنکاح آپ کی قلمی یادگار ہیں۔

(۱۱) مولانا سید ضیاء الدین بن مولانا سید حمید شاہ سلطان پوری (۱۳۱۲ھ-۱۳۹۳ھ)

سلطان پور ضلع راولپنڈی پاکستان کا ایک قصبہ ہے۔

آپ مولانا مشتاق احمد بن علامہ احمد حسن کان پوری کے شاگرد اور مولانا مہر علی گولڑوی کے مرید ہیں۔ ۱۳۳۶ھ میں سلطان پور میں دار العلوم حمیدیہ کی بنیاد رکھی۔

(۱۲) مولانا عبد الحفیظ بن مولانا عبد المجید بریلوی معروف بہ مفتیٔ آگرہ (۱۳۱۸ھ-۱۳۷۷ھ)

ولادت شہر بریلی میں ہوئی۔ وطن قصبہ ''آنولہ'' ضلع بریلی ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، مدرسہ حمیدیہ بنارس اور مدرسہ منظر حق، ٹانڈہ، ضلع فیض آباد (جس زمانے میں والد ماجد مولانا عبد المجید منظر حق میں صدر المدرسین تھے) اور مدرسہ نعمانیہ، محلّہ فراش خانہ دہلی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اور سولہ سال تک جامع مسجد آگرہ کے خطیب و مفتی رہے۔ پھر کراچی پاکستان منتقل ہوگئے اور ''جناح مسجد'' میں خطیب اور مفتی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد دار العلوم مظہریہ

کے شیخ الحدیث کے منصب پر رہے پھر مدرسہ انوار العلوم ملتان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے اور وہیں ۵/ ذی الحجہ کو وصال ہوا اور مقبرہ حسن پروانہ ملتان میں دفن ہوئے۔ تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) تکمیل الایمان (عقائد اہل سنت پر مختصر رسالہ) (۲) السیوف الکلامیہ لقطع الدعاوی الغلامیہ (ردقادیانیت پر مدلل کتاب) (۳) الحُسنیٰ والمزید لمحب التقلید (تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین رسالہ) (۴) تہافت الوھابیہ (۵) صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا (باباخلیل داس سوانی جس نے امیر معاویہ کے حق میں بدکلامی کی ہے اس کے رسالوں کی تردید) (۶) ارغام ھاذر (جس میں توحید وشرک کی وضاحت کی گئی ہے اور بعض یاوہ گودیوبندیوں کا جواب دیا گیا ہے) (۷) مرزائیت پر تبصرہ (خاتم النبیین کا صحیح مفہوم) (۸) مودودی پر تنقید (۹) عبادت اسلام (۱۰) مجموعہ فتاویٰ۔ وغیرہ۔

(۱۳) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز بن حافظ غلام نور محدث مرادآبادی (۱۳۱۲ھ-۱۳۹۶ھ) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی کے اجلۂ تلامذہ اور ان کے اعظم خلفا سے ہیں ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۳ھ میں اسے دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے ایک جدید کشادہ عمارت میں منتقل کیا۔ پھر ۱۳۹۲ھ میں "الجامعۃ الاشرفیہ" کے نام سے اس سے وسیع تر عمارت میں منتقل کردیا۔ مبارکپور اور بیرون مبارک پورا سکے متعدد شعبے اور شاخیں قائم کیں۔ حافظ ملت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے بالغ نظر علما وصوفیا، مصنف، مفتی، خطیب، مناظر اور ادارت وتنظیمی امور میں باصلاحیت افراد پیدا کیے۔ ان کے تلامذہ کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار ہے۔ جن کی سرگرمیاں ہندوستان کے گوشے گوشے اور دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں ان حضرات نے مکاتب ومدارس قائم کیے، تنظیمیں اور اکیڈمیاں بنائیں۔ اہم کتابیں تصنیف کرکے بدعتوں اور فتنوں کا قلع قمع کیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ اپنے وجود میں آنے کے وقت سے انہیں خطوط پر عمل پیرا ہے جو حافظ ملت نے وضع کیے تھے۔ علمی حلقوں میں اس کی بڑی شہرت ہے۔ اس کے فارغین "مصباح العلوم" کی نسبت سے "مصباحی" کہلاتے ہیں۔

حافظ ملت کے نمایاں کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں دینی دورے کیے، لوگوں سے ملاقاتیں کیں، ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی اور عوام و خواص میں دین و علم کی خدمت اور اس راہ میں جانی و مالی تعاون کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کے کچھ غیر مطبوعہ رسالے اور فتاوی ہیں۔ مطبوعہ تصانیف یہ ہیں۔

(۱) ارشاد القرآن (۲) معارف الحدیث (۳) انباء الغیب (۴) فرقۂ ناجیہ (۵) المصباح الجدید وغیرہ۔ ماہنامہ ''اشرفیہ'' نے ۱۳۹۸ھ میں ان کی سیرت مبارکہ پر تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل ایک خصوصی نمبر شائع کیا۔

ان کے تلامذہ میں علامہ عبد الرؤف بلیاوی (م ۱۳۹۱ھ) اور مفتی محمد شریف الحق امجدی (م ۶ صفر ۱۴۲۱ھ) ممتاز ہیں۔ مؤخر الذکر نے نزهة القاری شرح صحیح البخاری نو ضخیم جلدوں میں تصنیف فرمائی۔

(۱۴) مولانا عبد الغفور بن مولانا عبد الحمید ہزاروی (۱۳۲۸ھ-۱۳۹۰ھ)

(۱۵) مولانا عبد المصطفیٰ ازہری بن علامہ امجد علی اعظمی (۱۳۳۶ھ-۱۴۱۰ھ)

(۱۶) مولانا عبد المصطفیٰ بن حاجی عبد الرحیم اعظمی (۱۳۳۳ھ-۱۴۰۵ھ)

تصانیف:- (۱) سیرۃ المصطفیٰ (۲) اولیاء رجال الحدیث (۳) مجموعۂ مواعظ وغیرہ تقریباً بیس کتابیں۔

(۱۷) مولانا عطا محمد بندیالوی (۱۳۳۷ھ-۱۴۱۹ھ)

(۱۸) مولانا علی محمد بن محمد عمر خاں لاہوری (۱۲۹۹ھ-۱۳۹۵ھ)

(۱۹) مولانا سید غلام جیلانی بن مولانا غلام فخر الدین علی گڑھی ثم میرٹھی۔ (۱۳۱۹ھ-۱۳۹۸ھ)

تصانیف:- (۱) بشیر القاری شرح صحیح بخاری (باب بدء الوحی تک۔ بڑے سائز کے تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے) (۲) بشیر الناجیہ شرح کافیہ (۳) بشیر الکامل شرح شرح مأة عامل (۴) البشیر شرح نحو میر (۵) نظام شریعت۔ وغیرہ

(۲۰) مولانا غلام جیلانی بن مولانا محمد صدیق بن مولانا یار محمد اعظمی (۱۳۲۱ھ-۱۳۹۷ھ)

(۲۱) مولانا غلام محمد ترنم بن مولانا عبدالعزیز امرتسری ثم لاہوری (۱۳۱۸ھ-۱۳۷۹ھ)

(۲۲) مولانا خواجہ غلام محی الدین بن خواجہ محمد اکبر خان افغانی ثم کشمیری (۱۳۲۰ھ-۱۳۹۵ھ)

(۲۳) مولانا غلام یزدانی بن مولانا محمد صدیق بن مولانا یار محمد اعظمی (-----۱۳۷۴ھ)

(۲۴) مولانا فرید الدین بن مولانا احمد الدین کیمبل پوری پاکستان (۱۳۲۴ھ-۱۳۹۲ھ)

(۲۵) مولانا قطب الدین بن مولانا احمد بخش جھنگوی پاکستان (-----۱۳۷۹ھ)

آپ کو آریہ مبلغین، عیسائیوں، غیر مقلدین اور روافض سے مناظرہ کرنے میں امتیازی خصوصیت حاصل تھی۔

(۲۶) مولانا محبوب علی خان بن نواب علی خان لکھنوی (مقیم و مدفون ممبئی) (-----۱۳۸۵ھ)

مولانا سید دیدار علی الوری کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ تاحیات اپنی زبان و قلم سے دین متین کا دفاع کرتے رہے۔ دیوبندیوں اور مودودیوں کے رد میں تقریباً بیس کتابیں تصنیف کیں "تواریخ مجددین حزب وہابیہ" انہیں میں سے ایک ہے۔

(۲۷) مولانا محب النبی بن مولانا احمد الدین کیمبل پوری پاکستان (۱۳۱۴ھ-۱۳۹۶ھ)

(۲۸) مولانا مفتی محمد اجمل بن مولانا محمد اکمل سنبھلی (۱۳۲۲ھ-۱۳۸۳ھ)

آپ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے شاگرد ہیں۔ تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فیصلہ حق و باطل (۲) رد سیف یمانی (۳) رد شہاب ثاقب۔

(۲۹) مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد بن محدث دیدار علی الوری پاکستان (۱۳۱۴ھ-۱۳۸۰ھ)

(۳۰) مولانا محمد عمر نعیمی بن محمد صدیق مرادآبادی (۱۳۱۱ھ-۱۳۸۵ھ)

(۳۱) مولانا محمد عمر وارثی بن مولانا ہدایت رسول رام پوری (-----۱۳۸۱ھ)

(۳۲) مولانا محمد عمر بن مولانا محمد امین لاہوری (۱۳۲۱ھ-۱۳۹۱ھ)

آپ نے وہابیوں سے مباحثے اور مناظرے کیے ہیں۔ تصانیف یہ ہیں۔

(۱) مقیاس الحنفیہ (۲) مقیاس النور (۳) مقیاس الصلوٰۃ (۴) مقیاس المناظرہ (۵) مقیاس الخلافۃ (۶) مقیاس النبوۃ۔ وغیرہ۔

(۳۳) مولانا محمد ہاشم جان بن مولانا محمد حسن جان فاروقی مجددی سرہندی ثم سندھی (۱۳۲۳ھ-۱۳۹۵ھ)

(۳۴) مولانا سید محمد معصوم بن سید فضل شاہ موضع چک سادہ ضلع گجرات، پاکستان (۱۳۱۶ھ-۱۳۸۸ھ)

(۳۵) مولانا سید مغفور القادری بن سید سردار احمد (۱۳۲۶ھ-۱۳۹۰ھ)

مولد، موطن و مدفن موضع گڑھی اختیار خان، ضلع رحیم یار خان، پاکستان۔

تصانیف:۔ عباد الرحمٰن (تذکرہ مشائخ بھر چونڈی) (۲) الرسول (مقام و منصب نبوت کی عالمانہ تشریح) (۳) تنویر العَینَین فی تَقبِیلِ الِابہَامَین (۴) کلام مغفور (عربی، فارسی، اردو اور سرائیکی زبانوں میں مجموعۂ کلام)

(۳۶) مولانا محمد نظام الدین ملتانی (-----------)

تا حیات مذہب اسلام کا دفاع کیا اور سنت و جماعت پر کیے جانے والے ہر اعتراض کا تقریر و تحریر و مناظرہ کے ذریعہ دنداں شکن جواب دیا۔ کثیر التصانیف عالم دین ہیں۔ آپ کی تصانیف پر عموماً یہ اعلان درج ہوتا تھا۔

> ''اہل اسلام کو واضح ہو کہ اگر آپ کو کوئی وہابی، شیعہ، مرزائی، چکڑالوی چیلنج مناظرہ دے تو فوراً مولانا محمد نظام الدین ملتانی رئیس المناظرین کو طلب کریں ممدوح صاحب ان کے ساتھ ہر وقت مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہیں''

تصانیف:۔ (۱) حقیقت مذہب شیعہ (چار حصے) (۲) قہر یزدانی بر قلعۂ قادیانی (۳) اباطیل وہابیہ (۴) سَیفُ النُّعمان عَلٰی اَہلِ الطُّغیَان (۵) سِیرَۃُ المُقَلِّدِین (۶) سلطان التفاسیر (دس پارے) (۷) شرح قصیدہ غوثیہ (۸) راہ عرفان

(بزبان پنجابی) (۹) اصلاح الطالبین (۱۰) البلاغ المبین وغیرہ تقریباً ۳۰ کتابیں۔

....

مآخذ و مراجع:-

(۱) تذکرۂ علمائے ہند۔ مصنف محمد عبدالشکور، معروف بہ مولوی رحمٰن علی۔

(۲) نزھۃ الخواطر۔ عبدالحئی حکیم رائے بریلوی

(۳) تذکرۂ علمائے اہل سنت۔ مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری

(۴) تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری

(۵) اکمل التاریخ۔ مولانا یعقوب حسین قادری

(۶) رسائل و کتب۔

....

اتنا میں نے پیش کر دیا۔ استیعاب میرا مقصد نہیں بلکہ نمونہ دکھانا مقصود تھا اور یہ کہ میری یہ کتاب ان بزرگوں کے ذکر سے خالی نہ رہ جائے جنھوں نے سنت کی مدد کی اور فتنوں کو دفع کیا۔ مجھے امید ہے کہ میرے احباب میں سے کوئی ان پانچوں طبقات کے علما و مشائخ کی سیرت و سوانح میں مبسوط مجلدات کی تالیف کا بیڑا اٹھا لے گا۔ یونہی مدارس کی فہرست جسے میں نے بہ طور نمونہ اپنی آگہی کے مطابق مرتب کیا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ کوئی باہمت شخص اسے یا تو مکمل کر دے گا یا اکثر کا احاطہ کر لے گا۔ واللہ الموفق والمعین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید المرسلین خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وأتباعہ وأتباعهم الذین شادوا الدین ودفعوا شرور المفسدین۔

برصغیر ہند میں اہلِ سنت کے بڑے مدارس

ہندوستان

صوبہ	شمار	نام مدرسہ	شہر	موضع	ضلع
یو.پی	۱	الجامعۃ الاشرفیہ	مبارک پور		اعظم گڑھ
//	۲	جامعہ منظر اسلام	بریلی		
//	۳	جامعہ مظہر اسلام	//		
//	۴	جامعہ نوریہ رضویہ	بریلی		
//	۵	جامعہ نعیمیہ	مرادآباد		مرادآباد
//	۶	دارالعلوم شمس العلوم	گھوسی		مئو
//	۷	جامعہ امجدیہ رضویہ	//		//
//	۸	جامعہ حمیدیہ	وارانسی	مدن پورہ	
//	۹	جامعہ فاروقیہ	//	//	
//	۱۰	جامعہ غوثیہ حنفیہ	وارانسی	بجرڈیہہ	
//	۱۱	دارالعلوم فیض الرسول		براؤں	سدھارتھ نگر
//	۱۲	دارالعلوم علیمیہ		جمدا شاہی	بستی
//	۱۳	جامعہ اسلامیہ		روناہی	فیض آباد
//	۱۴	دارالعلوم تنویر الاسلام		امرڈوبھا	بستی
//	۱۵	دارالعلوم تدریس الاسلام		بسڈیلہ	//
//	۱۶	جامعہ قادریہ		رچھا	بریلی
//	۱۷	دارالعلوم وارثیہ	لکھنؤ		

یو۔پی۔	۱۸	دارالعلوم غریب نواز	الٰہ آباد		
//	۱۹	جامعہ حبیبیہ	//		
//	۲۰	مدرسہ اجمل العلوم	سنبھل		مرادآباد
//	۲۱	جامعہ غوثیہ رضویہ	سہارن پور		
دلی	۲۲	جامعہ حضرت نظام الدین	نئی دلی	ذاکرنگر	
راجستھان	۲۳	دارالعلوم اسحاقیہ	جودھ پور		
گجرات	۲۴	دارالعلوم شاہ عالم	احمد آباد		
//	۲۵	دارالعلوم فیض اکبری		اونی	کچھ
//	۲۶	دارالعلوم نور محمدی		[illegible]	بھروچ
مہاراشٹر	۲۷	دارالعلوم امجدیہ	ناگ پور		
//	۲۸	دارالعلوم محمدیہ	ممبئی	نمبر ۳	
//	۲۹	دارالعلوم محبوب سبحانی	//	کرلا	
//	۳۰	دارالعلوم امام احمد رضا		کونڈے واڑی	رتناگیری
بہار	۳۱	جامعہ فیض العلوم	جمشید پور		
//	۳۲	دارالعلوم علیمیہ	مظفر پور		
کیرلا	۳۳	مرکز الثقافۃ السنیہ		کارندور	[illegible]
//	۳۴	جامعہ سعدیہ	کاسرگوڈ		

پاکستان

پنجاب	۱	جامعہ نظامیہ رضویہ	لاہور		
//	۲	جامعہ نعیمیہ	//		
//	۳	جامعہ انوارالعلوم	ملتان		
//	۴	جامعہ ضیاءالعلوم	راولپنڈی	سٹیلائٹ ٹاؤن	
//	۵	جامعہ امینیہ رضویہ		محمد پورہ	فیصل آباد

//	۶	جامعہ رضویہ	جھنگ بازار		//
//	۷	جامعہ قادریہ	مصطفیٰ آباد	سرگودھا روڈ	//
سندھ	۸	دارالعلوم امجدیہ	کراچی	عالمگیر روڈ	
//	۹	جامعہ انوار مجددیہ نعیمیہ	//	غریب آباد	
//	۱۰	جامعہ انوار القرآن	//	گلشن اقبال	
//	۱۱	جامعہ تعلیم الاسلام	//	بولٹن مارکیٹ	
//	۱۲	دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ	//	صاحب داد گوٹھ	
//	۱۳	جامعہ راشدیہ		پیر جو گوٹھ	خیر پور
سرحد	۱۴	جامعہ قادریہ		بغدادہ	مردان

بنگلادیش

	۱	جامعہ احمدیہ سنیہ	چاٹ گام		
	۲	جامعہ قادریہ طیبنیہ	ڈھاکہ		
	۳	جامعہ قادریہ	ہاٹ ہزاری		
	۴	جامعہ امام عبداللہ	دیناج پور		

سوانح حیات صاحب المعتقد المنتقد

علامہ معین الحق فضل رسول قادری عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ ۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ

خاندان اور نسب: -ان کا سلسلۂ نسب ۳۱/ واسطوں سے جامعِ قرآن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور ماں کی جانب سے راس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملتا ہے۔

آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم وفن کا گہوارہ تھا۔ آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت دانیال ۵۹۹ھ میں سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں قطر سے ہندوستان تشریف لائے اور سلطان قطب الدین ایبک کے ہمراہ بدایوں پہنچے۔ حضرت شیخ دانیال، سلطان الہند خواجہ غریب نواز معین الدین حسن اجمیری (م ۶۳۳ھ) کے پیرو مرشد حضرت شیخ عثمان ہارونی کے دست حق پرست پر بیعت ہوے۔ آپ تاحیات بدایوں کے قاضی رہے اور ۶۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کے خاندان میں علمی سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولانا محمد شفیع عثمانی (م ۱۱۰۰ھ) ہیں، یہ صاحب[1] سوانح کے دادا کے پردادا ہیں وہ ان نامور علماے کرام میں ہیں جن کو سلطان اورنگزیب عالم گیر (م ۱۱۱۸ھ) نے فتاویٰ ہندیہ کی تدوین وترتیب کے لیے جمع کیا تھا۔ فتاویٰ ہندیہ فقہ حنفی کا ایک اہم مرجع ہے جو ابواب وفصول اور انواع واقسام کے تحت کثیر جزئیات ومسائل کی تدوین اور حسنِ ترتیب میں بے نظیر ہے۔

ولادت اور تعلیم: -علامہ فضل رسول ماہ صفر ۱۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور شرفا کے خانوادوں کے دستور کے مطابق چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا۔

آپ نے اپنے جد امجد مولانا عبدالحمید برکاتی (ولادت ۱۷/۵/۱۱۵۲ھ وفات ۱۷/۵/۱۲۳۳ھ) سے پڑھا اور جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو بغیر زاد راہ اور سواری کے پاپیادہ لکھنؤ کا قصد کیا جب کہ بدایوں سے لکھنؤ کی مسافت تقریباً دوسو پچاس کلومیٹر ہے۔ لیکن

(۱) علامہ فضل رسول بدایونی ابن مولانا عبدالمجید ابن مولانا عبدالحمید ابن مولانا محمد سعید ابن مولانا محمد شریف ابن مولانا محمد شفیع۔ ۱۲۔

جذبۂ علم انھیں کھینچ لایا اور ان کے لیے مشقتوں کو آسان بنادیا۔ یہاں تک کہ بہ عنایت ربانی و بہ حفاظت الٰہی صحت وسلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ اور شیخ نورالحق فرنگی محلی (م ۱۲۳۸ھ) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور تین سال تک ان سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کیے۔ اس کے بعد استاد محترم نے چاہا کہ انہیں بڑے بڑے مشائخ اور نامور علما کی موجودگی میں سند فراغت اور دستار فضیلت دی جائے تو اپنے ساتھ لے کر مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی (م ۸۳۷ھ) کے عرس کے موقع سے ''ردولی شریف'' تشریف لے گئے۔ یہ عرس ۱۵ر تا ۱۷ر جمادی الآخرہ ۱۲۲۸ھ منعقد ہوا تھا۔ جس میں ہندوستان کے بہت سے نامور علمائے کرام نے شرکت کی۔ ان میں مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا عبدالواحد خیرآبادی اور مولانا ظہوراللہ فرنگی محلی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ استاد نے ان جلیل القدر علما کی موجودگی میں ایک خاص نشست کا انتظام کیا اور استاذ کی درخواست پر ان علمائے کرام نے شاگرد کا امتحان لیا اور ان کے علمی وفنی کمال کی تعریف کی۔ پھر استاد نے دستار بندی فرمائی اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کی اجازت وسند عطا فرمائی اور انہیں اپنے ساتھ لکھنؤ واپس لائے پھر انہیں اپنے والد ماجد مولانا انوارالحق فرنگی محلی (م ۱۲۳۶ھ) کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے ان کے لیے خیر وبرکت کی دعا کی اور اس بات کی بشارت دی کہ ان کے ذریعہ دین وعلم کو فروغ ہوگا اور ان کا فیضان عام ہوگا۔ اس کے بعد استاد نے انہیں ان کے وطن بدایوں کے لیے رخصت کیا۔ آپ جب اپنے وطن مالوف واپس آئے تو جد کریم نے انتہائی مہربانی اور اعزاز کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔ اور فن طب حاصل کرنے کا حکم دیا۔ ان دنوں والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالمجید عین الحق (ولادت ۲۹ر رمضان ۱۱۷۷ھ وفات ۱۷ر محرم ۱۲۶۳ھ) اپنے مرشد سیدنا شیخ آل احمد اچھے میاں قدس سرہٗ (م ۱۲۳۵ھ) کی خدمت میں مارہرہ شریف میں تھے تو ان کی زیارت کے لیے مارہرہ شریف حاضر ہوئے تو ان دونوں بزرگوں نے بھی فن طب حاصل کرنے کا حکم دیا۔

حکیم ببر علی موہانی مہارت طب میں کافی مشہور تھے اور والی ''دھول پور'' کی طلب پر ''دھول پور'' میں سکونت پذیر تھے اس لیے آپ نے شہر دھول پور کا سفر کیا اور حکیم ببر علی موہانی سے دو سال تک علم طب پڑھا اور اس فن میں ماہر ہوگئے پھر استاذ کی اجازت سے وطن لوٹ آئے اور اپنے آبائی قدیمی مدرسہ میں تدریس وافادہ میں مشغول ہوگئے جو

اس وقت حضرت مولانا محمد علی بدایونی (م ۱۱۹۶ھ) کے نام کی رعایت سے ''مدرسہ محمدیہ'' کہلاتا تھا۔ اور اب ''مدرسہ قادریہ'' کے نام سے موسوم ہے۔ ہر چہار جانب سے طلبہ اس میں آئے اور فراغت حاصل کی۔ مولانا محمد علی بدایونی (م ۱۱۹۶ھ) مولانا عبدالمجید عین الحق کے استاذ اور قاضی محمد مبارک گوپامئوی (م ۱۱۶۲ھ) کے شاگرد ہیں۔

اساتذہ اور سندیں

(۱) ابتداءً آپ نے اپنے جد امجد مولانا عبدالحمید سے علم حاصل کیا انھوں نے اپنے بھائی فقیہ کامل مولانا محمد لبیب (تقریباً ۱۱۴۱ھ/۱۲۰۵ھ) سے انھوں نے اپنے والد یکتائے زمانہ و یگانۂ روزگار مولانا محمد سعید (م ۱۱۵۷ھ) سے انھوں نے اپنے والد عارف کامل مولانا محمد شریف سے اور انھوں نے اپنے والد عارف فقیہ مولانا محمد شفیع سے علم حاصل کیا مولانا محمد شفیع فتاویٰ ہندیہ کے مرتبین میں ہیں۔

(۲) آپ نے اپنے والد مولانا عین الحق عبدالمجید سے انھوں نے بحر العلوم مولانا محمد علی بدایونی سے انھوں نے قاضی محمد مبارک گوپامئوی سے انھوں نے سید میر زاہد ہروی (م ۱۱۰۱ھ) سے پڑھا۔

(۳) علوم عقلیہ و نقلیہ آپ نے مولانا نور الحق لکھنوی سے حاصل کیے انھوں نے بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ) سے انھوں نے اپنے پدر بزرگوار استاذ اساتذۂ محققین، سر خیل علمائے مدققین حضرت مولانا نظام الدین لکھنوی (م ۱۱۶۱ھ) سے پڑھا۔

(۴-۵) آپ نے حدیث، تفسیر، فقہ و تصوف کی اجازت شیخ محدث، مفسر، فقیہ عابد مدنی اور سراج العلما مولانا عبداللہ سراج مکی سے حاصل کی علیہم الرحمۃ والرضوان۔

سفر

آپ نے ہندوستان میں شہر بنارس کا سفر کیا اور والیٔ بنارس کی صاحب زادی کا علاج کیا اور کچھ عرصہ تک بنارس میں قیام فرمایا۔ آپ نے بار بار حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ نامور علمائے کرام سے ملاقاتیں کیں اور ان سے علوم و اسناد حاصل کیے۔ آپ نے ۱۲۷۰ھ اور ۱۲۷۷ھ میں بغداد شریف کا سفر کیا۔ اور نقیب الاشراف

حضرت شیخ علی قدس سرہٗ کے اعزاز واکرام سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت سیدی شیخ علی قدس سرہٗ نے اپنے لختِ جگر سید سلیمان صاحب کو حکم دیا کہ حضرت علامہ فضل رسول صاحب سے شرف تلمذ حاصل کریں چنانچہ انھوں نے حضرت سے درس لیا اور حضرت ایک مدت تک وہاں قیام فرما کر ہندوستان واپس آئے اور زمانۂ دراز تک شہر حیدرآباد دکن میں سکونت اختیار کی اور بلاد استنبول وغیرہ کی سیر کی اور اپنے علوم ومعارف سے مخلوق کو فائدہ پہنچایا۔ طلبہ کو اسباق پڑھائے، مریدین کو طریقت وسلوک کے اسرار بتائے، نادار وناامید بیماروں کا علاج فرمایا اور جہاں رہے اپنے وفور علم، کثرت فیضان اور جود وسخا کی وجہ سے مرجع عوام وخواص بنے رہے۔

بیعت

اپنے پدر بزرگوار مولانا عین الحق عبدالمجید کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اوراد واذکار اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوئے اور اپنے والد ماجد سے تمام سلاسل میں اجازت وخلافت پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ ہم بعض علما ومشاہیر کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) قاضی القضاۃ حضرت مولانا مفتی اسد اللہ الٰہ آبادی ابن مفتی کریم قلی۔ اولاً فتح پور میں مفتیِ عدالت ہوئے اس کے بعد آگرہ میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے پھر جون پور میں صدر الصدور ہو کر تشریف لائے۔ صاحب ''تذکرۂ علمائے ہند'' مولوی رحمٰن علی صاحب کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے انھوں نے آپ سے مشکوٰۃ المصابیح اور شرح عقائد نسفی کا درس لیا ہے جیسا کہ خود مولوی رحمٰن علی صاحب نے ان کی سوانح میں ذکر کیا ہے۔ مفتی اسد اللہ صاحب الٰہ آبادی نے یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ بروز دوشنبہ اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

(۲) مفتی عنایت رسول چریا کوٹی بن قاضی علی اکبر بن قاضی عطاء رسول عباسی (م ۱۳۲۰ھ) آپ ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی (صرف ونحو) کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بعدہٗ مولانا احمد علی صاحب چریا کوٹی سے فیض تلمذ حاصل کیا۔ علمِ ادب وہیئت وغیرہ علوم عقلیہ کی تکمیل حضرت علامہ فضل رسول صاحب سے فرمائی۔ اور وطن

لوٹ آئے۔ اسی اثنا میں عبرانی زبان کی تحصیل کو شوق ہوا تو مشرقی ہندوستان کلکتہ جا کر فضلاء یہود سے یہ زبان سیکھی۔ آپ کے برادر خورد مولانا محمد فاروق چریا کوٹی آپ کے تلامذہ سے تھے۔ مولانا محمد فاروق، مشہور مؤرخ شبلی نعمانی کے استاذ ہیں۔

(۳) قاضی القضاۃ مولانا سید عبد الفتاح عرف اشرف علی حسنی حسینی نقوی گلشن آبادی ابن سید عبداللہ حسینی، نواح ناسک خاندیش میں آپ فاضل اجل عالم باعمل مشاہیر علما میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں۔

(۱) تحفۂ محمدیہ فی رد وہابیہ (۲) جامع الفتاویٰ (چار جلد میں) (۳) خزینۃ العلوم (۴) تاریخ الاولیاء۔

(۴) مولانا سخاوت علی فاروقی جون پوری۔ ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آخر عمر میں بارادۂ ہجرت مکہ معظّمہ کو روانہ ہوئے اور وہیں ۶ رشوال ۱۲۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ انھوں نے عقائد میں کچھ رسائل تصنیف کیے ہیں

(۵) مولانا احمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی بن مولانا ابو سعید فاروقی دہلوی یکم ربیع الاول ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے شاہ غلام علی دہلوی خلیفہ حضرت مظہر جان جاناں سے بیعت وخلافت حاصل کی۔ آپ نے علاوہ کتب دینیہ کے رسائل تصوف بہ کمال تحقیق وتدقیق حضرت علامہ فضل رسول صاحب سے پڑھے۔[1] آخر عمر میں مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ وہیں ۲ / ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ تصوف اور ردّ وہابیت میں آپ کے رسائل مشہور ومعروف ہیں۔ مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب رام پوری آپ کے ارشد تلامذہ اور خلفا میں سے تھے۔

(۶) حضرت سید شاہ محمد صادق برکاتی مارہروی۔ آپ حضرت سید شاہ اولاد رسول مارہروی کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ ۷ / رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بیعت وخلافت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ محی الدین قدس سرہ سے حاصل کی۔ اس کے سوا اپنے والد اور اپنے عم اکبر سید شاہ حضرت آل رسول قدس سرہ کی

---

[1] مولانا یعقوب حسین قادری بدایونی نے ''اکمل التاریخ'' میں اسی طرح لکھا ہے۔ نیز ''نزھۃ الخواطر'' میں ان کے اساتذہ وشیوخ اور قراءت وتلمذ کی جو تفصیلات مذکور ہیں ان میں اور اس میں مطابقت شوار معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲۔

جانب سے بھی خلافت پائی۔ فن طب علماً عملاً حضرت علامہ فضل رسول بدایونی سے حاصل کیا تھا آپ مدت العمر سیتاپور میں مقیم رہے اور وہیں ۲۴ر شوال ۱۳۲۶ھ کو وصال فرمایا۔

(۷) مولانا سید اولاد حسن بن مولانا سید آل حسن موہانی۔ جن کی تصنیف "کتاب استفسار" رد نصاریٰ میں معروف و مشہور ہے۔ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل و تکمیل علامہ فضل رسول بدایونی سے فرمائی تھی۔ آپ صاحبِ زہد و اتقا، نہایت ذکی عالم باعمل اور عبادت و ریاضت میں مشہور و معروف تھے۔ حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور ممبئی آکر بیمار ہوگئے اور ممبئی میں ہی وصال ہوا۔

(۸) مولوی سید اشفاق حسین سہسوانی۔ بریلی شریف میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۳۱۸ھ میں انتقال ہوا۔

(۹) مولوی کرامت علی جون پوری۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۰) مولوی قاضی تجمل حسین عباسی۔ آپ سرولی ضلع مرادآباد کے روساء باوقار میں سے تھے۔

(۱۱) نقیب الاشراف حضرت سیدی مولانا پیر سید سلیمان صاحب بغدادی قدس سرہٗ۔ آپ حضرت مولانا پیر سید علی کے صاحب زادے، حضور غوث الاعظم کے نور نظر سیدنا عبدالوہاب صاحب کی اولاد امجاد سے ہیں۔

(۱۲) مولوی سید ارجمند علی نقوی قبائی بدایونی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ مولانا سید علاء الدین اصولی، نظام الدین بدایونی دہلوی کے شیخ الشیوخ حضور محبوب الٰہی کے استاذ ہیں۔ ۱۲۷۵ھ میں وفات پائی۔

(۱۳) مولوی شیخ جلال الدین بدایونی۔ (م ۱۲۶۹ھ)

(۱۴) شیخ حکیم وجیہ الدین صاحب صدیقی بدایونی متوفی ۱۲۹۱ھ۔

(۱۵) حکیم شیخ تفضل حسین صاحب بدایونی۔ علامہ فضل رسول سے آپ نے علم طب پڑھ کر اس میں کامل مہارت حاصل کی تھی۔ ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔

(۱۶) شیخ عبدالقادر بن فضل اللہ بن محمد علی حیدرآبادی (۱۲۵۱ھ-۱۳۲۹ھ) آپ فقہ اور اصول کے ممتاز علما سے تھے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد کثیر ہے۔ چند یہ ہیں (۱) تَبْلِیغُ الْأَحْکَام فی آداب الطَّعَام (۲) سَوْطُ الرَّحْمٰن عَلٰی ظَهْرِ الشَّیْطَان (۳) تُحْفَةُ

العاشقین (۴) تذکرۂ قادریہ (۵) نور الھدیٰ (۶) بدر الدجیٰ (۷) شمس الضحیٰ (۸) نور الایمان (۹) گوھر مقصود۔

خلفا

(۱) حضرت مولانا حکیم عبد العزیز مکی۔ آپ خاص مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے عقب میں سکونت رکھتے تھے، طبی مہارت کے ساتھ زہد و تقویٰ میں معروف و مشہور تھے۔ حج کے زمانہ میں حرم محترم کے اندر مقام حطیم میں ۱۲۷۷ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور خلافت پائی۔ علامہ فضل رسول بدایونی نے صرف آپ کی ہی خاطر رسالہ طریقت و سلوک تصنیف فرمایا تھا۔

(۲) حضرت مولانا سید شاہ آل نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری۔ مقام ''بٹالہ'' ضلع گورداس پور صوبہ پنجاب میں ۱۲۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(۳) حضرت مولانا سید نور الحسن حسنی حسینی حیدر آبادی۔

(۴) حضرت مولانا سید شمس الضحیٰ بخاری حیدر آبادی۔

(۵) حضرت مولانا حاجی حمید الدین مچھلی شہری حیدر آبادی۔ آپ نے ۲ / جمادی الآخرہ ۱۲۸۵ھ کو حیدر آباد میں انتقال فرمایا۔

(۶) حضرت مولانا شیخ عطاء اللہ عثمانی۔ آپ مشائخ نیوتنی شریف نواح لکھنؤ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

(۷) مولانا محمد عبید اللہ بن مولانا عبد اللہ بن مولانا شیخ عبد الکریم رحمہم اللہ۔ رسالہ ''السَّیفُ المَسلُول عَن عِلمِ غَیبِ الرسول'' آپ کی تصانیف سے ہے۔

(۸) مولانا الحاج محمد اکبر شاہ ولایتی قدس سرہٗ۔

(۹) مولانا الحاج شاہ محمد قدرت اللہ کشمیری قدس سرہٗ۔

(۱۰) حضرت مولانا مفتی ضیاء الدین صاحب حیدر آبادی۔

وفات

آپ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۲۸۹ھ میں بیمار ہوئے اور قریب تین ماہ تک اس ابتلا و امتحان میں میدان صبر و رضا سر کرنا پڑا۔ ایک دن جناب قاضی مولوی شمس الاسلام

صاحب عباسی سے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قاضی صاحب بمقتضائے (وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ الحمد للہ کہ بتائید ایزدی اس فرقہ باطلہ اور اس کی ذریات اسماعیلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور پر ہو چکا اور میرے دل میں بھی اب کوئی آرزو باقی نہ رہی۔ عنقریب میں اس جہان فانی سے جانے والا ہوں۔

چنان چہ بروز پنجشنبہ ۲/ جمادی الآخرہ ۱۲۸۹ھ بہ وقت صبح اپنے صاحب زادے شیخ الاسلام فی الہند تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر محبّ رسول قدس سرہٗ کو طلب فرما کر بعد نماز ظہر اس عالم فانی سے کوچ کرنے کی خبر دی اور نماز جنازہ کی وصیت فرمائی۔ بعد نماز ظہر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ بعد نماز مغرب نماز جنازہ ادا کی گئی اور والد بزرگوار سیدی شاہ عین الحق کے مزار اقدس کے پائیں اول وقت نماز عشا دفن کیا گیا۔

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اولاد

علامہ فضل رسول بدایونی کی شادی جناب قاضی مولوی امام بخش صدیقی بدایونی کی دختر سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے ایک صاحب زادی پیدا ہوئیں جن کی شادی حضرت مولانا حکیم سراج الحق بن مولانا فیض احمد بدایونی کے ساتھ ہوئی۔ اور دو صاحب زادے حضرت مولانا محی الدین مظہر محمود اور حضرت مولانا عبد القادر مظہر حق پیدا ہوئے۔

(۱) حضرت مولانا شاہ محی الدین مظہر محمود قادری

۱۷/ صفر ۱۲۴۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۶/ ذی القعدہ ۱۲۷۰ھ کو وفات ہوئی۔ آپ صرف ستائیس سال آٹھ مہینے بائیس دن اس عالم فانی میں رہے لیکن اس مختصر عمر میں آپ نے علمی خزائن کو اپنے تصرف میں کر لیا اور تعلیم وافادہ، تصنیف وتالیف اور طب ومعالجہ میں مشغول رہے۔

طب میں قانون بوعلی سینا کا حاشیہ بہ کمال تحقیق لکھا۔ اسی طرح رسالہ قطبیہ پر ''حاشیۂ میر زاہد ہروی'' کا حاشیہ لکھ کر اپنی معقولی شان کا اظہار فرمایا۔ اور طائفۂ وہابیہ کے رد

میں "شمس الایمان" لکھ کر خرمن وہابیہ کو خاکستر کر دیا۔

صاحب زادے حضرت مولانا حافظ مرید جیلانی کو اپنا جانشین چھوڑا۔ یہ ۱۹ر شعبان ۱۲۶۴ھ کو پیدا ہوئے۔ مظہر احسن تاریخی نام رکھا گیا اپنے جد امجد اور عم بزرگوار کی آغوش شفقت میں پرورش پائی اور والد کی طرح آپ نے بھی عالم شباب میں (۸ر ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ کو) وفات پائی۔ لختِ جگر مولانا حکیم عبد القیوم کو وارث چھوڑا۔ جن کی ولادت ماہ شوال ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل فرمائی اور طب و معالجہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ پھر آپ تحریر وتقریر اور تبلیغ وارشاد سے دین وعلم کی اور علاج ومعالجہ کے ذریعہ خلقِ خدا کی خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) بیان شفاعت (۲) رسالہ فضائل الشہود (۳) رسالہ بیان علم عروض (۴) رسالہ بیان غربت اسلام (۵) السطوہ فی ردھفوات ارباب دارالندوہ (۶) رسالہ سماع موتی (۷) رسالہ مبسوط احکام واسرار صلوات (۸) رسالہ تدابیر معالجات مرضیٰ۔

اشرار ندوہ کے خلاف پٹنہ میں ایک زبردست جلسہ منعقد ہوا۔ آپ بہ نفس نفیس اس میں تشریف لے گئے اور ٹرین کے ایک حادثہ سے دوچار ہوئے کچھ چوٹیں آئیں لیکن بعنایت الٰہی زندہ بچ گئے پھر پٹنہ پہنچے وہاں اسہال اور درد ِذات الجنب میں مبتلا ہو گئے لیکن دونوں رات کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۱۳ر رجب ۱۳۱۸ھ کو جلسہ ختم ہوا اور اختتام جلسہ کے بعد اسی شب رحلت فرما گئے۔ عمر شریف اس وقت صرف ۳۵ر سال تھی۔

(۲) شیخ الاسلام تاج الفحول مظہر حق عبد القادر محب رسول رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت ۱۷ر رجب ۱۲۵۳ھ کو ہوئی۔ جد امجد مولانا عین الحق عبد المجید نے "مظہر حق" تاریخی نام مقرر فرمایا اور بروز عقیقہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے نام کی مناسبت سے تبرکاً عبد القادر نام رکھا گیا۔ والد بزرگوار نے "محبّ رسول" جزو نام قرار دیا۔ آپ ایام طفولیت ہی میں اخلاق عالیہ سے آراستہ ہو گئے اور لہو ولعب سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں جد امجد نے رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔ اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت مولانا نور احمد بدایونی (جو آپ کے عم مکرم تھے) سے کمالات

علمیہ حاصل کیے۔اس کے بعد آپ نے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ) کی خدمت میں حاضری دی اور علوم عقلیہ کی معیاری کتابیں ان سے پڑھیں۔علامہ فضل حق خیر آبادی آپ پر ہمیشہ فخر کرتے اور ان کی جودت عقل اور فرطِ ذکاوت کا تذکرہ فرماتے۔آپ کے والد ماجد علامہ فضل رسول فرماتے کہ "مجھ سے مولانا فیض احمد صاحب کی ذہانت وذکاوت زیادہ ہے مگر برخوردار عبد القادر کی ذہانت مجھ سے اور مولوی فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے۔" آپ علامہ فضل حق خیر آبادی کے مشہور تلامذہ مثلاً مولانا فیض الحسن صاحب سہارن پوری، مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری ثم جون پوری، اور حضرت علامہ مولانا عبد الحق خیر آبادی کے درمیان اپنے تبحر علمی اور جامعیت جملہ علوم وفنون کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔

علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہونے کے بعد والد ماجد سے بیعت ہوئے، انہیں سے سند اجازت حدیث لی اور ۱۲۷۹ھ میں جب پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو خلافت عامہ سے سرفرازی بخشی گئی۔

دنیائے علم ودین میں آپ کے عظیم کارنامے اور لازوال خدمات ہیں۔ان کے زمانے میں فتنے پھیل گئے، وہابیت عام ہوگئی اور فتنۂ ندوہ نے سر اٹھایا جس کا مقصد یہ تھا کہ جو بھی شہادتین کا اقرار کرے وہ اہل قبلہ سے ہے اس کی تعظیم وتکریم کرنا اور اس کو ندوہ کے پرچم تلے اکٹھا کرنا ہم پر واجب ہے۔اگر چہ وہ رافضی غالی ہو یا سرکش قادیانی، بے دین نیچری ہو یا ضروریات دین کا کھلم کھلا انکار کرنے والا۔چنانچہ آپ اس فتنے کے مقابلے کے لیے ڈٹ گئے اور اعلیٰ حضرت علامہ امام احمد رضا قادری بریلوی نے آپ کا ساتھ دیا۔اور ندوہ کے خلاف کتابیں اور رسالے شائع کیے یہاں تک کہ اس کے فتنے کی آگ سرد ہوگئی۔

تاج الفحول مولانا عبد القادر بلند آواز خطیب، عمدہ مصنف، بہترین شاعر، باکمال مرشد اور ماہر مفتی تھے۔ہر میدان میں ان کی یادگاریں موجود ہیں۔انھوں نے اپنی تقریر سے مردہ دلوں کو زندگی بخشی، اپنے سحر طراز قلم سے حق کو روشن کیا، کفر وگمرہی کے بادل چاک کیے، دلوں سے زنگ دور کیے، اور اپنی زبان وقلم سے باطل کی سرکوبی فرمائی۔عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں ان کے کئی دیوان موجود ہیں۔اپنے پیچھے عظیم تلامذہ اور تربیت یافتہ مریدوں کی ایک جماعت یادگار چھوڑی۔اہم تصانیف اور بہ کثرت فتاویٰ کے ذریعہ

خلق خدا کو راہ راست دکھائی، ان کے لیے حق کو روشن کیا، احکام دینیہ کی وضاحت فرمائی اور اپنے تبحرِ علمی، انتہائی پختگی اور عمدہ تفہیم سے مشکل مسائل کو حل فرمایا، اپنے مریدین کے لیے جادۂ سلوک روشن کیا اور ان کے لیے طریقت و معرفت کے اسرار واضح فرمائے۔

تاج الفحول کی فقاہت اور وفورِ علم کا حال یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی نے ان کو ان ثقہ مفتیان کرام سے شمار کیا جن کے فتاویٰ پر لوگ آنکھ بند کر کے عمل کر سکتے ہیں (فتاویٰ رضویہ ج:۱۲ص:۱۳۱ رضا اکیڈمی ممبئی) اعلیٰ حضرت نے آپ کا لقب ''تاج الفحول'' رکھا اور ان کی مدح میں مشہور قصیدہ ''چراغِ اُنس'' اردو زبان میں لکھا جو ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل ہے۔ جس میں ان کی زندگی کے گوشوں، گوناگوں علوم و معارف اور ان کی خدمات کو اس انداز میں اجاگر کیا ہے جن کا احاطہ اس مختصر مضمون میں نہیں ہو سکتا بلکہ ہزار مبسوط مقالے بھی ان کے احاطے سے قاصر ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نے ان کے والد حضرت علامہ فضل رسول قادری عثمانی بدایونی کی شان میں دو قصیدے ''حمائد فضل رسول'' اور ''مدائح فضل رسول'' (۱۳۰۰ھ) لکھے۔ ان دونوں قصیدوں میں ضمناً حضرت تاج الفحول کی بھی مدح کی ہے۔ دونوں قصیدے اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳/۳۱۳ اشعار پر مشتمل ہیں۔ یہ دونوں قصیدے پہلی بار ناظم نگار (اعلیٰ حضرت) کی اصل تحریر کا عکس لے کر ''المجمع الاسلامی'' مبارک پور کے زیر اہتمام 'قصیدتانِ رائعتان' کے نام سے شائع ہوئے۔

تاج الفحول کے علمی سرمایہ کو باقی رکھنے، ان کے کارناموں اور خدمات سے متعارف کرانے کے لیے بدایوں میں ایک اکیڈمی کا قیام عمل میں آچکا ہے جس نے حضرت تاج الفحول کی متعدد تصانیف کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا اور ایک ضخیم نمبر بھی شائع کیا ہے جو پچاس سے زائد علما اور بیدار مغز قلم کاروں کے مقالات پر مشتمل ہے اسے دیکھنا چاہیے۔

حضرت تاج الفحول نے ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ کو بدایوں میں وصال فرمایا اور اپنے آبائی قبرستان میں سپردخاک ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جب قلم مدحیہ قصائد کے ذکر کی طرف چل پڑا تو مدح کے چند اشعار یہاں پیش کر دینا بے جا نہ ہوگا۔ امام احمد رضا نے اپنے قصیدہ میں تشبیب کے بعد علامہ فضل رسول کی مدح میں فرمایا۔

مَاكَانَ هٰذَا دَيْدَنِيْ لٰكِنَّهٗ تَشْبِيْبُ شِعْرٍ لَادَدُ الشُّبَّانِ

ترجمہ: ایسے عشقیہ اشعار کہنا میرا شیوہ نہیں لیکن یہ قصیدے کی تشبیب کے طور پر لکھا گیا ہے جوانوں کے لہو ولعب سے اس کا تعلق نہیں۔

إذْ مَادَدٌ مِنِّی وَلَا أنَا مِنْ دَدٍ إذْ جِئْتُ اَمْدَحُ رُحْلَةً لَّاوَانِي

ترجمہ: اس لیے کہ نہ تو لہو ولعب کا مجھ سے کچھ تعلق ہے اور نہ میرا اس سے کوئی رشتہ، البتہ مجھے تو اپنے وقت کی مرجع خاص و عام شخصیت کی مدح سرائی کرنی ہے۔

جَبَلاً رَفِيْعاً فَائِقاً شُمًّا عُلیٰ بَطَلاً شَجِيْعاً سَيِّدَ الشَّجُعَانِ

ترجمہ: وہ علم کا کوہ بلند ہے جو بہت سے بلند پہاڑوں سے فائق ہے، جو نہ صرف دلیر و بہادر بلکہ بہادروں کا سپہ سالار ہے۔

عَلَماً عَلِيْماً عَالِماً عَلَّامَةً فَضْلَ الرَّسُوْلِ الفَاضِلَ الرَّبَّانِي

ترجمہ: ایسا سردار جو صاحبِ علم و دانش اور علامہ ہے یعنی فضل رسول جو فاضل ربانی ہے۔

اِنْ رُمْتَ عِلْمَ الْقَلْبِ فَهُوَ مَنَارُهٗ وَالْمُبْصِرُوْنَ، بِهِمْ هُدَى العُمْيَانِ

ترجمہ: اگر تم علم باطن کے خواہاں ہو تو وہ ذات گرامی اس کے لیے منارۂ نور ہے، یقیناً نابیناؤں کی رہنمائی کوئی مرد بینا ہی کرسکتا ہے۔

أوعِلْمَ تَاوِيْلِ الْقُرآنِ فَيالَهٗ مِنْ آيَةٍ فِي الشَّرْحِ وَالْاِرْكَانِ

ترجمہ: اور اگر علم تفسیر کے طلب گار ہو تو کتاب الٰہی کی تشریح و تفسیر میں وہ ایک آیتِ قدرت ہے۔

اَوْعِلْمَ اَسْمَاءِ الرِّجَالِ فَذِكْرُهٗ يَحْيٰی كَنَجْلِ سَعِيْدِ نِ الْقَطَّانِ

ترجمہ: اور اگر علم اسماء الرجال کی خواہش ہے تو اس فن میں ان کا نام یحیٰی بن سعید قطان کی طرح زندۂ جاوید ہے۔

أيُصُوْلُ فِیْ عِلْمِ الْاُصُوْلِ عَلَيْهِ مَنْ هُوَ بَاقِلٌ وَالشَّيْخُ بَاقِلَانِي

ترجمہ: علم اصول میں وہ شخص ان کا کیا مقابلہ کرے گا جو باقل (نامی شخص کی طرح عاجز و بے بس) ہے اور ہمارے شیخ ممدوح تو امام ابوبکر باقلانی ہیں۔

أمْ فِي الْفُرُوْعِ يُرِيْدُ يَفْرعُهُ الَّذِیْ عِيٌّ وَغَيٌّ فِيْهِ مُجْتَمِعَانِ

ترجمہ: اور علمِ فروع میں وہ ان پر کیا غالب آئے گا جس میں زبان کی بے چارگی اور گمراہی

دونوں جمع ہیں۔

أَدَبُ الأُدَبَا شُعْبَةٌ مِنْ فَضْلِهِ أَغْنِي عَلَى مَا فِيهِ مِنْ اِفْنَان

ترجمہ: روے زمین پر چلنے والوں کا ادب اپنی تمام تر انواع واقسام کے ساتھ اس کے علم وفضل کا ایک حصہ ہے۔

لو اَدْرَكَتْ رُوحُ بنِ سَيْنَا طِبَّهُ لَتَمَارَضَتْ وَاَتَتْهُ بِالاِرْنَان

ترجمہ: اگر ابن سینا کی روح کو ان کا طبی کمال معلوم ہو جائے تو وہ بیمار بن جائے اور ان کے پاس فریاد کرتی ہوئی آئے۔

دعا کے بعد تاج الفحول علامہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تَمَّ الدُّعَا فَارْجِعْ غَنِيًّا غَانِماً وَاقْصِدْ سَمِيَّ السَّيِّدِ الْبَغْدَانِي

ترجمہ: دعا ختم ہوئی تو تم مالا مال ہو کر واپس جاؤ، اور شہنشاہ بغداد کے ہمنام (مولانا عبد القادر بدایونی) کا قصد کرو (بغداد میں سات لغات ہیں جن میں ایک مشہور لغت 'بغدان' بھی ہے)

العَالِمَ العَلَّامَةَ العَلَمَ الَّذِي ذِكْرَاهُ فَائِحَةٌ بِكُلِّ مَعَان

ترجمہ۔ جو عالم، علامہ اور ایسے سردار علما ہیں جن کے ذکر کی خوشبو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔

أَعْظِمْ بِبَحْرٍ فِيهِ أَنْهَارٌ بِهَا مَاءٌ لَهُ وَصْفَانِ مُخْتَلِفَان

ترجمہ۔ کتنا عظیم ہے وہ سمندر جس سے بہت سے دریا رواں ہیں، ان دریاؤں میں ایسا پانی ہے جس میں یکے بعد دیگرے بار بار آنے والے الگ الگ دو وصف ہیں۔

(سمندر سے حضرت ممدوح کی ذات اور دریاؤں سے ان کی تصانیف اور کلمات مراد ہیں)

فَهُلَا هِلٌّ مُرْوٍ لِاَرْبَابِ الوِلَا اَوْ هَلْهَلٌ مُرْدٍ اُولِي الاَضْغَان

ترجمہ: تو وہ دوستوں کے لیے سیراب کرنے والا صاف وشفاف پانی ہے اور دشمنوں کے لیے ہلاکت خیز زہر قاتل ہے۔

فَاللّٰهُ رَبُّكَ سَيِّدِي اَبْقَاكَ بِالـ .... اِيْقَانِ وَالاتْقَانِ وَالاِبْقَان

ترجمہ: اے میرے سرکار! اللہ رب العزت آپ کو ایمان ویقین، ضبط واتقان اور خیر کثیر کے ساتھ باقی رکھے۔

رَبِّی یُنَضِّرُ وَجْهَكَ الاَسنیٰ کَما تَرْوِیْ حَدِیْثَ الْعِلْمِ وَالْعِرْفَانِ
غَضًّا طَرِیًّا کَابِراً عَنْ کَابِرٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اُمَانٍ

ترجمہ: ہمارا رب آپ کے رخ روشن کو تر وتازہ رکھے جیسے آپ حدیثِ علم وعرفان تر وتازہ روایت کرتے ہیں اس طرح کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے، وہ مالک سے، وہ امین وثقہ نافع سے روایت کرتے ہیں۔

(ان الفاظ کے لغوی معنی مراد ہیں۔ پہلے بزرگ مولانا فضل رسول، دوسرے بزرگ مولانا عبدالمجید اور ہمارے مالک سیدنا الکریم آل احمد اور ہمارے نافع سید جلیل حضرت حمزہ ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین)

وَمُسَلْسَلًا بِالْمَجْدِ وَالاَ فْضَالِ عَنْ اِتْقَانِ ضَبْطٍ لَیْسَ فِیْهِ تَوَانٍ

ترجمہ: وہ حدیث فضل ومجد کے تسلسل اور ضبط کی ایسی پختگی کے ساتھ ہے جس میں کوئی کمزوری نہیں۔

مَافِیْهِ تَدْلِیْسٌ وَّلَا وَهْمٌ وَّلَا عَیْبُ الشُّذُوْذِ وَ وَصْمَةُ الاِیْهَانِ

ترجمہ: نہ ہی اس میں تدلیس ہے، نہ وہم، نہ شذوذ کا عیب، نہ ضعف کا دھبہ۔

یَا بَاغِیاً لِنَجَاتِكَ الْزَمْ غَرْزَهٗ یَحْمِیْكَ عِنْدَ طَوَارِقِ الْحَدْثَانِ

ترجمہ: اے اپنی نجات کے خواہاں انسان! تو ان کی رکاب سے وابستہ رہ وہ مصائب و آلام کے وقت تیرے حامی و مددگار ہوں گے۔

تصانیف

زبانی، قلمی اور روحانی و جسمانی طور پر خلق خدا کی نفع رسانی اور فیض بخشی حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ثانیہ تھی، گمراہی اور بے راہ روی پر رد ونکیر بھی ان کا شیوہ تھا۔ اسی طرح جسمانی بیماریوں کی تشخیص اور امراض کا علاج ان کی فطرت میں داخل تھا۔ چنان چہ طب و معالجہ، تدریس وافتا، تصنیف وارشاد اور ریاضت ومجاہدہ کی تربیت کے ذریعہ انھوں نے خلق خدا کو نفع پہنچایا۔ شکوک واوہام کا خاتمہ کر کے دلوں کو تشفی بخشی اور اسرار ومعارف کی تعلیم دے کر سالکین کی رہنمائی فرمائی۔

انھوں نے بعض درسی کتابوں پر حواشی بھی لکھے لیکن ان کے قلم کا خاص میدان علم عقائد وکلام تھا۔ اور چوں کہ ان کے زمانے میں فتنوں کا عروج ہو چکا تھا اس لیے

انھیں اپنی تیغِ قلم کا نشانہ بنایا اور ان کی ہلاکت خیزی پر ضرب لگائی۔ حضرت کے سیرت نگاروں کا قول ہے کہ حضرت کی بعض اہم تصانیف انقلاب ہند کے زمانے میں تلف ہوگئیں۔ اور جو بچ رہیں یا انقلاب کے بعد تصنیف ہوئیں ان میں بھی سب زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں بلکہ اکثر ضائع ہوگئیں اور جو چھپ گئیں ان کو دوبارہ ایسے خوبصورت پیرایہ میں چھاپنے کی ضرورت ہے جو عصر حاضر کے مزاج و معیار سے ہم آہنگ ہوں۔ کاش کوئی فرد یا کوئی جماعت اس کام کو انجام دے۔

یہاں اُن کتابوں کا ذکر کروں گا جو میرے مطالعہ میں رہیں یا دیگر قلم کاروں کے مضامین میں جن کا تذکرہ پایا۔

(۱) تَثْبِیْتُ الْقَدَمَیْن فِیْ تَحْقِیْقِ رَفْعِ الْیَدَیْن :- حجاز مقدس کے سمندری سفر کے دوران مشرقی ہند کے بعض مسافرین اس مسئلہ میں نزاع کر بیٹھے تو آپ نے رفع نزاع اور اطمینان قلب کی خاطر عربی میں یہ رسالہ تحریر فرمایا جس میں محدثین کی روش پر اصول حدیث ونقدِ رجال کی روشنی میں مبسوط بحث کی اور یہ سب سمندری سفر کے دوران صرف یادداشت اور استحضار کی بنیاد پر چند نشستوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

(۲) شَرْحُ فُصُوْصِ الْحِکَم :- فن تصوف میں بزبان عربی ہے۔ (غیر مطبوعہ)

(۳) مسلم شریف سے منتخب احادیث کی شرح۔

(۴) حاشیہ بر حواشی زاہدیہ للقطبی۔

(۵) حاشیہ بر حواشی زاہدیہ جلالیہ۔

(۶) تصحیح المسائل (فارسی) مولوی محمد اسحاق کی "مأۃ مسائل" کا رد۔

(۷) حرزِ معظم (فارسی، اردو) آثار و تبرکات کی تعظیم۔

(۸) فصل الخطاب (رد وہابیہ)

(۹) تلخیص الحق (۱۲۶۹ھ) فصل الخطاب کے جواب کا رد۔

(۱۰) فَوْزُ الْمُبِیْن بِشَفَاعَةِ الشَّافِعِیْن :- (اردو مطبوعہ)

اس میں مصنف نے اولاً مذہب اہل سنت کو بیان کیا ہے پھر معتزلہ کا مذہب اور ان کے دلائل ذکر کرکے ان کا جواب دیا ہے اس کے بعد آیات و احادیث سے اہل حق کے

دلائل پیش کیے ہیں۔ ایسے ہی تقویۃ الایمان اور تنبیہ الغافلین کی وہ عبارات نقل کی ہیں جن سے شفاعت کی نفی ہوتی ہے پھر ان عبارتوں کا جواب دیتے ہوئے ان کے مغالطوں اور مکاریوں کا پردہ چاک کیا ہے۔

(۱۱) "اَلْبَوَارِقُ الْمُحَمَّدِيَّه لِرَجْمِ الشَّيَاطِيْنِ النَّجْدِيَّه "یا "سَوْطُ الرَّحْمٰن عَلٰى قَرْنِ الشَّيْطَان " (۱۲۶۵ھ) مطبوعہ۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو باب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں نجدی فرقہ کے وجود میں آنے کی اور عرب و ہند میں اس کے پھیلنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ باب اول میں نجدیوں کے عقائد کا بیان ہے۔ اس باب میں مصنف نے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کر کے ان کا جواب دیا ہے اور قرآن و حدیث، تفاسیر و شروحِ حدیث اور ائمۂ دین کے اقوال کی روشنی میں ان کو باطل کیا ہے۔ اور باب دوم میں نجدیوں کے مکرو فریب کا پردہ فاش کیا ہے۔

یہ ایک ایسی جامع اور سنجیدہ کتاب ہے جس میں نئے مذہب کے پیدا ہونے کی تاریخ اور ملک ہند میں اس کے پہنچنے اور پھلنے پھولنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور بد مذہبوں کے افکار و خیالات پیش کر کے ان کے مضبوط و مستحکم جوابات دلائل و براہین کی روشنی میں دیے گئے ہیں۔ اور ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف و تصنیف کا سبب یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علامہ فضل رسول قادری، دہلی میں حضرت خواجۂ خواجگاں، قطب الاقطاب بختیار کا کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ پُر انوار کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور وہیں مراقبہ فرمایا۔ دیکھا کہ حضرت قطب الاقطاب ایک مقام پر کھڑے ہیں اور ان کے دونوں ہاتھوں میں اس قدر کتابیں رکھی ہیں کہ آسمان تک بلند ہو گئی ہیں۔ علامہ نے عرض کیا حضور! یہ مشقت آپ کیوں جھیل رہے ہیں؟ فرمایا تمہارے لیے، مولوی فضل رسول! لو ان کتابوں کو لو اور ان کی مدد سے فتنۂ شیاطین دفع کرو۔ اس کے بعد ہی علامہ نے بعجلت کتاب مذکور (بوارق محمدیہ) تصنیف فرمائی۔ (اکمل التاریخ ص: ۱۵۱، ۱۵۰)

(۱۲) اِحْقَاقُ الْحَقِّ وَاِبْطَالُ الْبَاطِل (فارسی) اولیائے کرام سے استعانت کے جواز

میں لکھی گئی ہے یہ کتاب "بوارق محمدیہ" کے حاشیہ پر چھپی ہے۔

مصنف نے اس میں دو فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول میں احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوال علما و اولیا و مشائخ کے ذریعہ حق بات کو ثابت کیا ہے اور فصل دوم میں تقویۃ الایمان کے دلائل کا رد کر کے باطل کا قلع قمع کیا ہے۔

مصنف کے بیان کے مطابق اس کی تالیف کا سبب یہ ہوا کہ ان کا کوئی عقیدت مند صالح شخص جو بریلی میں رہتا تھا نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرتا تھا۔ اس کے درود و سلام میں اس طرح کے الفاظ بھی ہوتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ الْکَرِیْم اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ الرَّحِیْم۔

بد مذہبوں میں سے ایک شخص کو یہ معلوم ہوا تو اس نے درود و سلام پیش کرنے والے اس مرد صالح پر کفر و شرک کا حکم لگا دیا۔ تو اس صالح عقیدت مند نے مصنف سے اس درود مذکور کا حکم دریافت کیا، انھوں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ جب اُس منکر نے جواب سنا تو ایک تحریر لکھ بھیجی مصنف نے اس کی تردید کی۔ پھر اس نے غضب و جلال اور سبّ و شتم سے بھرا ہوا ایک خط بھیجا مصنف نے اس کا بھی مختصر اور ٹھوس جواب لکھا جس پر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

مصنف فرماتے ہیں لیکن میرے احباب نے مجھے رائے دی کہ اس مسئلہ پر بسط و تفصیل کے ساتھ لکھوں تو میں نے اپنی کم مایگی، پراگندگیِ حال اور پریشانی خاطر کے باعث معذرت کی اور ان کی خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ یہاں تک کہ صاحب معرفت و صاحب مفاخر و مناقب محمد عبدالکریم نے مجھ سے اصرار کیا اور چوں کہ مجھ کو ان سے عقیدت تھی اس لیے میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔

اس کتاب کا خاتمۃ الطبع لکھنے والے نے ذکر کیا ہے کہ کسی اہل اللہ نے علامہ فضل رسول قادری عثمانی بدایونی سے جوازِ ندا و استعانت کے باب میں ایک رسالہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔ اس وقت حضرت نے کثرتِ مشاغل اور درس و افتا وغیرہ کی مصروفیات کا عذر فرمایا پھر ایک دن حضرت برہان الکاملین سلطان العارفین خواجہ سید حسن بدایونی ملقب بہ شیخ شاہی، روشن ضمیر و موے تاب رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵ر رمضان ۶۳۲ھ) کے مزار پر حاضر ہوئے تو

ملاحظہ فرمایا کہ قبر مبارک مجلّا اور روشن آئینہ کی طرح ہے اور اندر حضرت خواجہ ﷺ تلاوت کلام الٰہی میں مصروف ہیں اور اسی حالت میں ادھر متوجہ ہو کر حکم دیتے ہیں کہ مولانا فضل رسول! اس سائل کا سوال پورا کرو اور رسالہ جواز ندا و استعانت جلد تحریر کرو اور یہ کام دوسرے کاموں سے پہلے انجام دو۔ تو واپس ہو کر ان کے حکم کی تعمیل میں یہ کتاب تصنیف فرمائی۔

ممکن ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں دونوں ہی امر پیش آئے ہوں لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے عام لوگوں کو پہلا سبب بتایا ہو اور خاص لوگوں کو دوسرے سبب کی اطلاع دی ہو۔

(۱۴) سیف الجبّار المسلول علی الاعداء للابرار (۱۲۶۵ھ) بہ زبان اردو۔

اس کتاب کو ایک مقدمہ، دو باب اور ایک خاتمہ پر مرتب فرمایا۔ مقدمہ میں یہ بیان ہے کہ صراط مستقیم کون ہے اور باب اول میں بتایا گیا ہے کہ فرقۂ وہابیہ کیسے پیدا ہوا اور یہ کہ کس فرقہ کے لوگوں نے اہل اسلام سے بغاوت کی اور حرم میں ان سے قتال کیا اور ان کی جان و مال کو حلال سمجھا، پھر یہ بتایا گیا ہے کہ وہابی مذہب کس طرح ہندوستان پہنچا اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اسلاف کا مذہب چھوڑ کر اس نئے مذہب کی پیروی کی اور اس کی اشاعت کی راہ میں کوششیں کیں۔

اور باب دوم میں وہابیوں کے عقائد کا بیان ہے۔

مصنف نے فرمایا۔ وہابیوں نے اپنے عقائد میں کچھ کتابیں تصنیف کیں اور علمائے اسلام نے ان میں سے ہر کتاب کا رد لکھا۔ ان میں سب سے بڑی کتاب محمد بن عبد الوہاب کی ''کتاب التوحید'' ہے جس کی اس نے تلخیص کی اور اس میں اپنے بنیادی مقاصد جمع کیے۔ یہ تلخیص (یعنی مختصر کتاب التوحید) مکہ معظمہ پہنچی اور علمائے مکہ نے ''الھدایۃ المکیۃ'' کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ اسی تلخیص (یعنی مختصر کتاب التوحید) کا اردو ترجمہ اور شرح تقویۃ الایمان ہے۔

اور فرماتے ہیں کہ میں اس کتاب (سیف الجبار) میں کتاب التوحید کی عبارتیں لکھوں گا پھر ان کا اردو میں ترجمہ کروں گا۔ اس کے بعد تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کروں گا تاکہ دونوں عبارتوں کے درمیان مطابقت ظاہر ہو جائے۔ پھر الھدایۃ المکیۃ سے علمائے

مکہ کا جواب پیش کروں گا تاکہ ان دونوں کے رد کے لیے کافی ہو۔ اس کے بعد اسماعیل دہلوی کے اکابر یعنی شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ کے اقوال سے وہ عبارتیں ذکر کروں گا جن سے الهداية المكية کی تائید ہوتی ہے۔

یہ اہم باب ہے جس سے وہابیت کی ضلالت عیاں ہوتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے اکابر کے عقائد اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر ایک نئے مذہب سے اپنا رشتہ جوڑا ہے جب کہ اسماعیل دہلوی اور ان کے متبع وہابیہ کو یہ تسلیم ہے کہ ان کے خاندان کے اکابر حق پر ہیں یہ لوگ آج بھی ان کی جانب اپنے کو منسوب کرتے ہیں اور انہیں اپنا امام و پیشوا مانتے ہیں۔ حالاں کہ ان اکابر کے عقائد اور تقویۃ الایمان کے خیالات میں زبردست اختلاف اور واضح فرق ہے۔

اور خاتمہ میں وہابیوں کے مکر و فریب کا بیان ہے۔ یہ کتاب بارہا چھپ چکی ہے۔

(۱۴) المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ)

مصنف نے اس کا سبب تالیف یوں لکھا ہے۔

جب میں بلد حرام میں مقیم تھا ایک شخص نے مجھے حکم دیا کہ میں علم عقائد و کلام میں ایک مختصر رسالہ لکھوں جو روشن فوائد کا جامع اور اہل سنت کے عقائد پر مشتمل ہو، نجدیوں کی گمراہیوں کو اجاگر کرنے والا ہو جس طرح ہمارے اسلاف نے گزشتہ اہل بدعت کی گمراہیوں کو اجاگر کیا تاکہ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزیں دور ہوں تو میرے لیے اس حکم کی بجا آوری کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا" والمامور معذور"۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ تمام لوگوں کو نفع پہنچائے۔ میں نے اس کا تاریخی نام "المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰ھ) رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر اعتماد ہے۔ کتاب میں ایک مقدمہ، چار ابواب اور ایک خاتمہ ہے۔

مقدمہ میں اولاً حکم کی تین قسمیں عقلی، عادی، اور شرعی ذکر کی ہیں تاکہ اس سے علم کلام کی تعریف کی جانب رخ کریں۔ ثانیاً علم کلام کی تعریف، موضوع، مسائل اور غایت کا بیان ہے۔

باب اول:۔ الٰہیات کے بیان میں۔ یعنی وہ عقائد جو اللہ جل مجدہ کی ذات و صفات سے متعلق ہیں کہ کیا چیز اس کے حق میں واجب ہے، کیا اس کے حق میں محال ہے اور کیا اس

کے حق میں ممکن ہے۔

باب دوم:۔ نبوات کے بیان میں۔ یعنی وہ عقائد جو صاحب نبوت سے متعلق ہیں کہ کیا چیز ان کے حق میں واجب ہے، کیا محال ہے اور کیا ممکن ہے۔ صلوات اللہ وسلامه علی جمیع الانبیاء۔

اسی باب کے تحت مصنف نے ہمارے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے وہ حقوق بھی بیان کیے ہیں جو مخلوق پر واجب ہیں اور جن کے ترک کرنے پر گناہ اور عذاب مرتب ہوتا ہے۔ یہ اس کتاب کی ایسی خصوصیت ہے جس سے علم کلام کی کتابیں خالی ہیں۔ مصنف نے خود ہی اس کے ذکر کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ بدمذہبوں نے اس باب میں ایسے عقائد ایجاد کیے ہیں جن سے اسلام کی بنیادیں منہدم ہوتی ہیں انھوں نے ان عقائد کو بہت زیادہ پھیلایا اور بے شمار عوام کو گمراہ بھی کیا ہے اس لیے حقوق نبوت کی عظمت واہمیت کا بیان شامل کتاب کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ زمانۂ ماضی کے متکلمین نے اسی بنیاد پر امامت کے مباحث کو علم کلام میں شامل کیا تھا۔ جب مباحثِ امامت علم کلام میں شامل ہو سکتے ہیں تو حقوق نبوت کی عظمت واہمیت ان سے کہیں زیادہ ہے وہ بدرجۂ اولیٰ اس فن میں شمولیت کے مستحق ہیں۔

مصنف نے نبی ﷺ کے حقوق دو فصلوں میں بیان کیے ہیں۔ فصلِ اول میں ان کی محبت اور اطاعت کا وجوب بیان کیا ہے اور فصل دوم میں ان کی ایذا رسانی اور اہانت کی حرمت اور ہلاکت خیزی کا ذکر کیا ہے۔ پھر ان کی شان گھٹانے والے اور کسی طرح کی بات سے ان کی آبرو پر حرف لانے والے کا حکم تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اہانت کی صورتیں اور تنقیص کے مراتب شرح وبسط سے تحریر فرماتے ہیں۔

باب سوم:۔ سمعیات کے بیان میں یعنی وہ عقائد جو سماع پر موقوف ہیں جن کا اثبات وحیِ الٰہی یا قولِ رسول کے بغیر صرف عقل سے نہیں ہو سکتا جیسے حشر ونشر اور جنت ودوزخ۔

باب چہارم:۔ امامت کے بیان میں۔

خاتمہ:۔ ایمان کے بیان میں۔ اللہ تعالیٰ ایمان پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ اس کتاب کا انداز بیان یہ ہے کہ مصنف عقلی براہین کے ساتھ سمعی دلائل بھی ذکر کرتے ہیں اور عقلی

مباحث کو اس حد تک طول نہیں دیتے کہ کتاب علم کلام سے خارج ہو کر خالص فلسفہ بن جائے اور دلائل ایسے پیش کرتے ہیں جو مختصر، تشفی بخش اور ہدایت دینے والے ہوں۔ اس کتاب میں وہابیہ کی ضلالت اور گمراہی کو بھی واضح کیا گیا ہے جیسا کہ ابتدا میں مذکور ہے۔ یہ بھی اس کتاب کی ایک خصوصیت ہے اس لیے کہ فرقۂ وہابیہ ایک جدید فرقہ ہے جس کو اگلوں نے سنا ہی نہیں۔ لیکن اسلاف نے ہر اس فرقے کا دفاع کیا جو ان کے زمانے میں پیدا ہوا اور اس کا فیصلہ کن رد فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر امت کے ایمان کی حفاظت اور حق کے دلائل کا اظہار، فتنوں کو دفع کرنا اور گمراہیوں کا دور کرنا واجب فرمایا تھا تو بعد کے علما نے انہیں کے نقش قدم پر چل کر اپنے زمانے میں پیدا ہونے والے فرقوں کا رد فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

إِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ أَوْ قَالَ :الْبِدَعُ وَسُبَّ أَصْحَابِي، فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفاً وَّلَا عَدْلاً۔ (رواہ الخطیب وغیرہ)	جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا بدعات ظاہر ہوں اور میرے اصحاب کو گالی دی جائے تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ تو جو ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ نہ اس کا نفل قبول فرمائے گا نہ فرض۔

اس میں شک نہیں کہ المعتقد المنتقد اس باب میں یکتا اور اس طرز کی واحد کتاب ہے۔ حق کی تفہیم میں بلیغ، باطل کے رد و ابطال میں لاجواب، آسان طرز اور واضح بیان پر مشتمل ہے یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کو نصاب تعلیم میں داخل کر دیا جائے تا کہ علما و مشائخ کی طرح طلبہ بھی اس سے نفع اٹھائیں۔ اللہ ہی ہر خیر کی توفیق دینے والا ہے۔

محمد احمد مصباحی

سوانح حیات صاحب المستند المعتمد

علامہ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

آپ کا اصل خاندان قندھار (افغانستان) سے تعلق رکھتا ہے آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ مغلیہ دور اقتدار میں افغانستان سے ہندوستان آئے اور حکومت کے کسی عہدے پر فائز ہوئے۔ ان کی ملکیت میں بہت سے گاؤں اور جاگیریں تھیں جواب بھی ان کی اولاد میں چلی آرہی ہیں۔ ملازمت کا سلسلہ چند نسلوں تک رہا۔ ان کے اجداد میں سے ایک بزرگ حکومت کی ملازمت سے کنارہ کش ہو کر ریاضت ومجاہدہ، ذکر اور کثرت عبادت میں مشغول ہو گئے اور ان کی یہ روش ان کی اولاد میں جاری ہوگئی اور خاندان نے اہل ثروت وامارت کا راستہ چھوڑ کر زاہدوں اور فقیروں کا راستہ اپنالیا۔

حضرت کے جد امجد علامہ رضا علی خاں (۱۲۲۴ھ-۱۲۸۲ھ) اکابر علماو صلحا سے تھے۔ فتویٰ نویسی، رشد وہدایت، تصنیف وتالیف اور تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بریلی کے بہت سے حضرات کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ لوگ ان کی خدمات سے متاثر اور ان کے مدّاح تھے۔ والد ماجد حضرت علامہ نقی علی خاں (۱۲۴۶ھ-۱۲۹۷ھ) بھی مشہور عالم دین، اور صاحب فتاویٰ تھے ان کی گرانقدر تصانیف بھی ہیں جن میں "اَلْکَلَامُ الْاَوْضَحُ فِیْ تَفْسِیْرِ سُوْرَۃِ اَلَمْ نَشْرَحْ" تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

ولادت باسعادت:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری شہر بریلی میں ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو خاکدان گیتی پر جلوہ بار ہوئے۔ دینی گھرانے اور صالح ماحول میں پروان چڑھے۔ جد امجد اور والد بزرگوار نے ان کی پرورش کی۔ ابتدائی کتابیں انھوں نے مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں پھر والد ماجد سے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔ فراغت کے بعد والد بزرگوار نے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ آپ فتویٰ لکھ کر اصلاح کی خاطر والد ماجد کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ یہاں تک کہ چند سالوں کے بعد والد ماجد نے فرمایا کہ اب فتاویٰ دکھانے کی ضرورت نہیں

ہے لیکن والد ماجد کی حیات تک آپ کا معمول یہی رہا کہ فتویٰ لکھ کر انہیں دکھانے کے بعد ہی جاری کرتے۔ فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف کے دوران آپ نے علم ہیئت کی ایک کتاب شرح چغمینی مولانا عبدالعلی ہیأتی رام پوری (۱۳۰۳ھ) سے پڑھی۔

تبحر علمی:۔علوم متداولہ اپنے والد ماجد سے سیکھے اور کثیر علوم وفنون انھوں نے بغیر استاد کے محض اپنے ذاتی مطالعہ سے حاصل کیے۔ تو علوم دینیہ وادبیہ میں قابلیت کے ساتھ علم حساب، ہندسہ، جبر ومقابلہ، لوگارثم، اکر، جفر، تکسیر، مناظر ومرایا، علم مثلث کروی، مثلث مسطح، زیج وغیرہ علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ ہر فن میں ان کی تصانیف ان کے علمی تبحر اور فنی مہارت کا روشن ثبوت ہیں۔ بلکہ ان تصانیف کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علوم وفنون میں آپ بہت سے اصول وقواعد کے موجد بھی ہیں زمین کے کسی بھی حصے کی سمت قبلہ جاننے کے لیے انھوں نے دس قواعد وضع کیے۔ جن کے بارے میں خود لکھتے ہیں۔ ''الحمدللہ ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین زیر وبالا، بحر وبر، سہل وجبل، آبادی وجنگل سب کو محیط ہوئے کہ جس مقام کا عرض وطول معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے۔ آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلاً کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض وطول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھا دیے جائیں تو کعبہ معظمہ کو خاص روبرو پائیں (کشف العلۃ۔ باب سوم ص:۱۱۶)

ان کے شاگرد رشید علامہ ظفر الدین احمد بہاری نے اپنی کتاب ''توضیح التوقیت'' میں ان قواعد کو نقل کیا ہے اور اپنے دور کے بلند پایہ علمائے کرام کا ایک دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے کہ ان کے ایک شاگرد نے بعض مقامات کی سمت قبلہ سے متعلق ان علما کے پاس ایک سوال بھیجا لیکن اس فن سے ناآشنائی کے باعث انھوں نے بڑے مضحکہ خیز جوابات دیے۔ اگر وہ صاف صاف معذرت کر لیتے اور اس فن سے اپنی لاعلمی کا اعتراف کر لیتے تو ان مضحکہ خیز باتوں سے بچ جاتے۔ لیکن خود پسندی میں ایسے ہی عجائب وغرائب صادر ہوتے ہیں۔ علامہ ظفر الدین احمد نے یہ فن امام احمد رضا سے سیکھا تھا جس طرح انھوں نے ان سے بہت سے ایسے علوم حاصل کیے تھے جن کے باعث انہیں اپنے معاصرین پر ایک امتیاز حاصل تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو نادر افادات اور حیرت انگیز ایجادات سے خالی ہو۔ ان میں ایسے مشکل اعتراضات اور صحیح حل بھی ملیں گے جو اگلی کتابوں میں نہیں۔ علم فقہ و کلام وغیرہ علوم دینیہ میں ان کی مہارت دنیا بھر میں مشہور ہے اور اپنے، بے گانے سب اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

مذہب و مشرب:۔وہ مسلکاً سنی، مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ سیدنا آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۴ھ) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ان سے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت کے ساتھ حدیث وغیرہ کی بھی اجازت پائی۔ سید شاہ آلِ رسول مارہروی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ محدث دہلوی تحفۂ اثنا عشریہ اور دوسری اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ اعلیٰ حضرت کو کتاب وسنت اور اسلافِ امت سے گہری وابستگی تھی اور وہ رسول کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم، صحابۂ کرام اور ائمہ عظام کے اتباع پر سختی سے قائم تھے۔ سرکار کے سچے عاشق اور صحابہ وائمہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی اور بے ادبی سے غضب ناک ہو جاتے۔

وہ دین میں مداہنت اور باطل پرستوں سے مصالحت روا نہ رکھتے جب تک کہ وہ اپنی گمراہیوں سے توبہ کرکے حق کے دامن میں نہ آجائیں۔

جہاد بالقلم:۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ، ہنود، روافض، قادیانی، وہابی، دیوبندی، ندوی اور نیچری وغیرہ اہل باطل کا رد فرمایا اور جب بھی کوئی بدمذہبی رونما ہوتی تو آپ کا قلم اس کی تردید کے لیے رواں ہو جاتا۔ یہاں تک کہ علما نے فرمایا کہ ”امام احمد رضا کے قلم کے خوف سے بہت سے اہل باطل ایک طویل عرصے تک اپنی بدمذہبی کے اعلان سے باز رہتے“ ایسے ہی ہر حرام کام اور برائی جو اسلامی معاشرے میں رونما ہوتی آپ کو ان سے سخت نفرت ہوتی اور اسے روکنے اور مٹانے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کر دیتے۔ ان کی تصانیف میں ان بدعات ومنکرات پر سخت رد وانکار موجود ہے جو ان کے دور میں رائج ہوئیں یا پہلے ظاہر ہو چکی تھیں۔

اہل بدعت جب ان کے قائم کردہ دلائل وبراہین کا جواب نہ دے سکے تو کذب وافتراء کا سہارا لیا اور کہنا شروع کیا کہ وہ رسول کو خدا کا درجہ دیتے ہیں، صالحین یا ان کی قبروں کے لیے سجدہ روا رکھتے ہیں اور ہر طرح کی اصلاحی تحریک کی مخالفت کرتے ہیں۔ بدمذہبوں

نے اہل سنت کو "بریلوی" کے نام سے موسوم کیا تاکہ وہ لوگ فریب میں آجائیں جو حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں اور یہ سمجھیں کہ یہ ایک نیا فرقہ ہے۔ حالاں کہ حق یہ ہے کہ امام احمد رضا نے اس طریقہ سے ذرا بھی تجاوز نہ کیا جس پر صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے ائمۂ دین عمل پیرا تھے اور کسی معاملے میں بھی دین حنیف اور مذہب حنفی سے باہر قدم نہ رکھا۔ لیکن اہل باطل بہتان طرازی اور افتراء پردازی کا سہارا لیتے ہیں۔ حالاں کہ امام احمد رضا کی تصانیف ان کے پیروپیگنڈوں کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ جو ان کا مطالعہ کرے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت ان تمام الزامات سے بری ہیں۔ مزید براں ان تصانیف کے کثیر افادات وافاضات، بلند پایہ مباحث اور علوم و معارف سے بھی بہرہ ور ہوگا۔

ان کے دور کے علمائے حرمین شریفین نے ان کی مدح سرائی کی ہے اور ان سے حدیث کی سندیں حاصل کی ہیں۔ ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اپنی کتاب "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" میں علمائے حرمین شریفین کے گراں قدر اقوال جمع کیے ہیں۔

تصانیف:- اعلیٰ حضرت نے پچاس سے زائد فنون پر کتابیں لکھی ہیں۔ بعض ماہرین فن کا قول ہے کہ "ان سے پہلے کسی نے بھی ۳۵ رفنون سے زائد پر کتابیں نہیں لکھیں" اعلیٰ حضرت کی چھوٹی بڑی تصانیف ایک ہزار تک پہنچ گئی ہیں۔ انہیں اختصار اور قلیل الفاظ میں کثیر معانی جمع کر دینے پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ میں نے ان کی کتاب "جد الممتار علی ردالمحتار" (جلد ثانی) پر اپنے مقدمہ میں اسی "جد الممتار" سے شواہد پیش کرتے ہوئے اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے مختصر رسالے بھی تحقیق و تدقیق اور وسعت معلومات میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اب جیسا کہ قارئین کرام "المستند المعتمد" میں بھی اس خصوصیت کا مشاہدہ کریں گے۔ اس مقام پر ان کی بعض تصانیف کے اسما درج کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین ان کی نوع بہ نوع خدمات اور علمی کارناموں سے متعارف ہو سکیں۔

(۱) العَطایَا النَّبوِیَّة فِی الْفَتاوَیٰ الرَّضَوِیَّه۔ اس کی بارہ جلدیں ہیں اور ہر جلد میں بڑے سائز کے پانچ سو صفحات سے لے کر لگ بھگ ایک ہزار صفحات تک ہیں۔

(۲) جدُّ المُمتَار علی رَدِّ المُحتار لابن عابدین الشامی۔ اس کی

پانچ جلدیں ہیں۔ جن میں دو جلدیں المجمع الاسلامی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہیں۔

(۳) الصَّمْصَامُ عَلٰی مُشَكِّكٍ فِیْ آيَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَام۔ (ردنصاریٰ) (۴) کیفر کردار آریہ (ردہنود) (۵) السُّوْءُ وَالْعِقاب عَلَی الْمَسِيْحِ الْكَذَّاب (ردقادیانی) (۶) ردقادیانی میں ایک رسالہ بنام "قَهْرُ الدَّيَّان عَلٰی مُرْتَدٍّ بِقَادِيَان" جاری کیا۔ (۷) الْجُرَازُ الدَّيَّانِي عَلَی الْمُرْتَدِ الْقَادِيَانِي (۸) رَدُّ الرَّفَضه (۹) الْاَدِلَّةُ الطَّاعِنَة فِی أَذَانِ الْمَلَاعِنَة (ردشیعہ) (۱۰) فتاوی الْحَرَمَيْن بِرَجْفِ نَدْوَةِ الْمَيْن۔ (۱۱) الدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّة بِالْمَادَّةِ الْغَيْبِيَّة (انبیا علیہم السلام کے لیے علم غیب کا اثبات) (۱۲) الْفُيُوْضَاتُ الْمَلَكِيَّة لِمُحِبِّ الدَّوْلَةِ الْمَكِّيَّة (۱۳) اِكْمَالُ الطَّامَّةُ عَلٰی شِرْكٍ سُوِّيَ بِالْاُمُوْرِ الْعَامَّة (۱۴) الزُّبْدَةُ الزَّكِيَّة فِیْ تَحْرِيْمِ سُجُوْدِ التَّحِيَّة (اس کتاب میں مخلوق کے لیے سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث اور کتب فقہ سے ایک سو پچاس نصوص پیش کیے ہیں) (۱۵) جُمَلُ النُّوْر. فِی نَهْيِ النِّسَاءِ عَنِ الْقُبُوْر (۱۶) مُرَوِّجُ النَّجا لِخُرُوْجِ النِّسَا (۱۷) جَلِيُّ الصَّوْت لِنَهْيِ الدَّعْوَةِ أَمَامَ الْمَوْت ۱۳۱۰ھ۔ (۱۸) اِعْتِقَادُ الْاَحْبَاب فِی الْجَمِيْلِ وَالْمُصْطَفٰی وَالْاٰلِ وَالْاَصْحَاب (۱۹) مُنِيْرُ الْعَيْنِ فِی تَقْبِيْلِ الْاِبْهَامَيْن (نفس مسئلہ کے علاوہ علم حدیث کے نادر مباحث اور انوکھی تحقیقات پر مشتمل ہے) (۲۰) حَيَاةُ الْمَوَات فِی بَيَانِ سِمَاعِ الْاَمْوَات۔

انھوں نے علم تفسیر، حدیث، فقہ اور سیرت وغیرہ کی کتابوں پر تعلیقات وحواشی بھی قلم بند فرمائے ہیں ان حواشی کی خصوصیت یہ ہے کہ سب ان کے طبع زاد ہیں۔ ان کی شان یہ تھی کہ وہ دیگر امور سے فارغ ہو کر محض حاشیہ نویسی کے لیے بیٹھتے نہیں تھے جیسا کہ دوسرے حاشیہ نگاروں کا طریقہ ہے کہ جب وہ کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا چاہتے ہیں تو اپنے گرد ڈھیر ساری کتابیں جمع کر لیتے ہیں، شروح وحواشی کا انبار لگا لیتے ہیں اور انھیں میں سے اپنی پسندیدہ باتیں نقل کر لیتے ہیں یہاں تک کہ ایک ضخیم حاشیہ تیار ہو جاتا ہے۔ یہ کام بھی نفع بخش اور قابل قدر ہے لیکن اس کے برخلاف امام احمد رضا قادری جب کسی کتاب کا مطالعہ کرتے اور اس میں کوئی مشکل بحث یا مصنف کی کوئی لغزش نظر آتی یا کوئی ایسا مسئلہ ہوتا جس میں مزید وضاحت

کی ضرورت ہوتی یا کوئی ایسا مقام ہوتا جس میں ارباب قلم کی رائیں مختلف ہوتیں تو وہیں ایک سلیس اور سہل عبارت لکھ دیتے جس سے مشکل حل ہو جاتی، لغزش دور ہو جاتی، مسئلہ منکشف ہو جاتا اور حق بات روشن ہو جاتی۔ یہ خاص فضل الٰہی ہے جو ہر حاشیہ نگار کے نصیب میں نہیں۔

شاعری:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں اشعار کہتے تھے۔ ان کا شعری دیوان دو جلدوں میں بنام "حدائق بخشش" موجود ہے۔ ہند و پاک کے ادبا و شعرا اس کی طرف متوجہ ہوئے، اس پر انھوں نے ریسرچ کیا اور مقالے لکھے۔ یہ دیوان حمد باری تعالیٰ، نعتِ رسولِ مقبول، مناقبِ اولیا اللہ اور مذمتِ دشمنانِ خدا اور سول پر مشتمل ہے۔ ان کے اشعار میں خدا اور سول کی محبت اور تعظیم کے جذبات موجزن نظر آتے ہیں۔ ان کے پڑھنے اور سننے والوں کے دل عشق و محبت اور تعظیم و تکریم سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے عربی اشعار کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے یہانتک کہ جامع ازہر (مصر) کے ایک فاضل استاذ حازم محمد احمد عبدالرحیم محفوظ نے دورۂ پاکستان کے دوران صاحب معارف و مآثر و اخلاق حسنہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے تعاون سے ان کو یکجا کرنیکا عزم کیا۔ اور بڑی وارفتگی و شیفتگی کے ساتھ اسمیں دلچسپی لی اس کیلئے شب بیداریاں کیں یہانتک کہ تگ بھگ آٹھ سو یا اس سے بھی زائد اشعار جمع کر لیے، پھر ان پر ریسرچ کیا، حاشیہ نگاری کی، مقدمہ سے آراستہ کیا، مراجع لکھے اور اخذ و جمع میں پوری دیانت داری اور احتیاط برتی۔ اس مجموعہ کا نام انھوں نے "بساتینُ الغفران" رکھا۔ جو دو سال پیشتر ادارہ تحقیقاتِ رضا کراچی (پاکستان) سے شائع ہو چکا۔ اسکے بعد استاذ موصوف نے امام احمد رضا کی سیرت اور عربی یونیورسٹیوں میں ہونے والی تحقیقات رضویہ پر ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "الامام الاکبر المجدد احمد رضا خان والعلم العربی" رکھا۔ یہ کتاب بھی اسی ادارہ سے شائع ہو چکی ہے۔ ان دونوں کتابوں کا مطالعہ قارئین کیلئے نفع بخش ہے۔

وفات:- آپ نے پوری زندگی دین و سنت، علم و فن اور قوم کی خدمت میں گزاری۔ محققین ان کی نوع بہ نوع خدمات، نادر تحقیقات اور بلند پایہ افادات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور بڑی بڑی درس گاہوں میں دانشور حضرات ان کی حیات و خدمات اور کارناموں پر مسلسل علمی و تحقیقی مضامین لکھ رہے ہیں۔ آپ یہ لاجواب کارنامے انجام دینے کے بعد مورخہ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر

۱۹۲۱ء بروز جمعہ مبارکہ رب اکبر کے جوار رحمت میں پہنچ گئے۔

آپ کے بڑے صاحب زادے علامہ حامد رضا خاں قادری (م ۱۳۶۲ھ) ان کے بعد چھوٹے صاحب زادے مفتیِ اعظم علامہ مصطفیٰ رضا قادری (م ۱۴۰۲ھ) جانشین ہوئے۔ ان دونوں عظیم ہستیوں نے بھی دین وعلم کی خدمت، افتا نویسی، تبلیغ وارشاد اور امت مسلمہ کے عقائد کی حفاظت وصیانت میں اپنے والد ماجد کی پیروی کی۔ رحمهما الله تعالىٰ۔

انوار المنّان :۔ علامہ سلامت اللہ رام پوری نے بنام "اللُّؤْلُؤُ المَكْنُونُ فِي حُكْمِ كراموفون" ایک رسالہ تصنیف کیا اور تصدیق کی غرض سے امام احمد رضا کی خدمت میں بھیجا اعلیٰ حضرت نے اردو میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمادیا جس کا نام "اَلْكَشْفُ شَافِيًا حُكْمَ فُونو جرافيا" (۱۳۲۸ھ) رکھا۔ یہ رسالہ پہلی بار مولانا سلامت اللہ رام پوری کے رسالہ کے ساتھ طبع ہوا۔ پھر ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو محافظ کتب حرم مکہ علامہ سید اسماعیل خلیل مکہ مکرمہ سے بریلی آئے تو ان کی خواہش پر اعلیٰ حضرت نے یہ رسالہ عربی میں منتقل کیا۔ اردو رسالے کے مقدمۂ ثانیہ میں کلام الٰہی کی بحث "ميزانُ الشريعة الكبرىٰ" کی عبارت تک تھی۔ لیکن مصنف نے تعریب کے وقت اس مبحث سے متعلق اپنی عظیم تحقیقات کا اضافہ کیا۔ مولانا سید اسماعیل خلیل مکی کی رائے ہوئی کہ اس مبحث کو ایک مستقل رسالہ کی شکل میں کردیا جائے تو مصنف نے اس کے شروع میں ایک مختصر خطبہ کا اضافہ کردیا تاکہ جو چاہے اسے ایک مستقل رسالہ بنالے اور اس کا تاریخی نام "اَنْوَارُ الْمَنَّانِ فِي تَوْحِيْدِ الْقُرْآن" (۱۳۳۰ھ) رکھا۔

یہ رسالہ مصنف علیہ الرحمہ کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ پھر ان کے پرپوتے مولانا توصیف رضا قادری کے ہاتھ آیا۔ ان سے رضا اکیڈمی ممبئی کے جنرل سکریٹری جناب الحاج محمد سعید نوری نے حاصل کیا اور ان سے اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی میں نے حاصل کی پھر نقل وتبییض کے بعد اصل سے مقابلہ کیا۔ یہ مکمل رسالہ ۱۴۱۸ھ میں رضا اکیڈمی ممبئی نے شائع کیا۔ اس کے بعد رسالہ "اَنْوَارُ الْمَنَّانِ فِي تَوْحِيْدِ الْقُرْآن" کو جدا کرکے "المعتقد المنتقد" اور اس کی شرح "المستند المعتمد" کے ساتھ شامل کردیا تاکہ اس کا فائدہ عام ہو اور متن وشرح میں مندرج کلام الٰہی کی بحث تام ہوجائے۔ اللہ ہی خیر کی توفیق بخشنے والا اور ہر نقصان سے بچانے والا ہے۔

المستند المعتمد بناء نجاة الأبد (۱۳۲۰ھ)

آپ نے "المعتقد المنتقد "پر حاشیہ لکھا۔اس کا سبب یہ بنا کہ قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی نے "المعتقد المنتقد "کو چھاپنا چاہا۔ایک مطبوعہ نسخہ ان کے پاس تھا جو کتابت کی غلطیوں سے بھرا ہوا تھا تو اس کو امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کیا اوران سے اصلاح کی درخواست کی ۔آپ نے اس کی اصلاح فرمائی اور بعض مشکل الفاظ کے حل کے لیے چند کلمات لکھ دیے یا کسی مطلب کو واضح کرنے کے لیے چند سطریں قلم بند کردیں اور کہیں اس سے کچھ زیادہ تحریر کردیا۔پھر محدث سورتی کے مشورے کے بعد بعض حواشی تفصیل سے لکھے۔جیسا کہ دیباچہ میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ:

"دوران طبع اگر کسی مشکل کی توضیح ،کسی مجمل کے بیان ،کسی پیچیدہ مسئلہ کا حل،کسی مطلق کی تقیید یا اسی قسم کی چیزیں جو متون کے لوازم میں سے ہیں یا کسی ایسے مسئلہ سے متعلق جن میں لوگوں کے خیالات مختلف ہوں تحقیق حق کی حاجت پیش آئی یا کتاب میں بعض حضرات سے نقل شدہ کلام میں کسی لغزش قلم پر تنبیہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے حاشیہ میں چند حروف لکھ دیے اور وقت کے لحاظ سے تھوڑا ہی لکھا اس لیے کہ اِدھر قلم رواں ،اُدھر طباعت جاری،اور فرصت معدوم اور میری مصروفیت معلوم۔
پہلے تو ان میں سے بیشتر چیزوں کی طرف بالکل ہی توجہ نہ تھی یہاں تک کہ شروع میں چند اجزایوں ہی چھپ گئے تو.......... مولانا مولوی محمد وصی احمد محدث سورتی نے مشورہ دیا کہ یہ یہ ہونا چاہیے ۔اس کے بعد میں نے لکھا تو یہ حاشیہ موجودہ شکل میں تیار ہو گیا الفاظ قلیل ہیں لیکن معانی۔انشاءاللہ۔جلیل ہیں" ملخصاً۔

اس اجمال کی تفصیل کے لیے مختصر تعلیقات سے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔اور کچھ مبسوط تعلیقات کی جانب نشاندہی کی جاتی ہے۔

(۱) معتقد میں امام نابلسی سے نقل ہے۔

قَالَ اللَّاقَانِي: وَالْأَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ كُلُّهَا نَظَرِيَّةٌ بِحَسَبِ الْأَصْلِ إِذْلَا تَثْبُتُ إِلَّا بَعْدَ ثُبُوتِ النُّبُوَّةِ، وَهِيَ لَا تَثْبُتُ إِلَّا بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْمُعْجِزَةِ وَهُوَ نَظَرِيٌّ۔ ا ھ۔

لاقانی نے کہا: اصل کے اعتبار سے سارے احکام شرعیہ نظری ہیں اس لیے کہ وہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہی ثابت ہوتے ہیں۔اور نبوت کا ثبوت معجزہ کے علم کے بعد ہی ہوتا ہے اور یہ نظری ہے۔

عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارے عقائد ثبوت شرع کے بعد ہی ثابت ہوتے ہیں حالاں کہ ایسا نہیں ہے تو اعلیٰ حضرت نے اس پر یہ تعلیق لکھی۔

أَقُولُ: عَنَى بِالشَّرْعِيَّةِ، السَّمْعِيَّةَ وَمَسَائِلُ الْعَقَائِدِ مِنْهَا مَايُدْرَكُ بِالْعَقْلِ وَحْدَهُ كَقَوْلِنَا إِنَّ لِلْعَالَمِ صَانِعًا، وَلَهُ كَلَامًا، وَالرَّسُولُ حَقٌّ، إِذْ لَوْثَبَتَ اَمْثَالُ هٰذَا بِالسَّمْعِ لَدَارَ، وَمِنْهَا مَايُدْرَكُ بِالسَّمْعِ وَحْدَهُ كَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ فِي الْمَعَادِ، وَمِنْهَا مَا يُدْرَكُ بِكُلٍّ كَتَوْحِيدِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَافْهَمْ۔ص ۱۵۔

میں کہتا ہوں کہ احکام شرعیہ سے احکام سمعیہ مراد ہیں عقائد کے مسائل، کچھ وہ ہیں جو صرف عقل سے معلوم ہوتے ہیں جیسے ہمارا یہ قول کہ "عالم کا ایک صانع ہے" "اس کے لیے کلام ثابت ہے" "اور رسول برحق ہیں" اس لیے کہ اگر اس طرح کے امور سمع سے ثابت ہوں تو دور لازم آئے گا اور کچھ عقائد وہ ہیں جو خض سمع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے حشر اجسام اور آخرت میں ثواب وعذاب، اور کچھ عقائد وہ ہیں جو عقل وسمع دونوں سے معلوم ہوتے ہیں جیسے توحید باری تعالیٰ۔

(۲) معتقد میں امام نابلسی وہ امام یافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

فَأَمَّا وَاجِبُ الْوُجُودِ فَلَيْسَ هُوَإِلَّا الْبَارِئُ فِي جَمِيعِ ذَاتِهِ وَصِفَاتِهِ الْمَعْنَوِيَّةِ الذَّاتِيَّةِ الْقَدِيمَةِ السَّنِيَّةِ۔

اپنی ذات اور تمام صفات معنویہ ذاتیہ قدیمہ رفیعہ میں واجب الوجود صرف باری تعالیٰ ہے۔

صفات کو ذات کی طرح واجب الوجود ماننے سے تعدد واجب لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اس مسئلہ میں علما نے طویل بحثیں کی ہیں۔بعض نے کہا صفات غیر ذات نہیں ہے۔تو ان کے واجب ہونے سے تعدد واجب نہیں لازم آئے گا اور بعض کا مذہب یہ ہے

کہ صفات ممکن ہیں اس قول پر صفات کا حادث ہونا لازم آتا ہے۔ اس لیے کہ متکلمین کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے۔ اس مقام پر اعلیٰ حضرت نے یہ مختصر حاشیہ تحریر فرمایا۔

أَقُولُ: اَلتَّحْقِيقُ أَنَّ الصِّفَاتِ وَاجِبَةُ الذَّاتِ بِاقْتِضَاءِ الذَّاتِ لَا بِالذَّاتِ، صَادِرَةٌ عَنِ الذَّاتِ بِالْإِيجَابِ دُونَ الْاِخْتِيَارِ، كَمَا حَقَّقَهُ الْإِمَامُ الرَّازِيُّ، وَهُوَ الْحَقُّ لِاسْتِحَالَةِ تَعَدُّدِ الْوَاجِبِ وَلِمَا لَهَا إِلَى الذَّاتِ الْعَلِيَّةِ مِنَ الْاِفْتِقَارِ. (ص: ۲۸)

میں کہتا ہوں: تحقیق یہ ہے کہ صفات بالذات واجب نہیں ہیں بلکہ واجب الذات باقتضائے ذات ہیں وہ ذات باری سے بطور اختیار نہیں بلکہ بالایجاب صادر ہیں جیسا کہ امام رازی نے اس کی تحقیق فرمائی ہے اور یہی حق ہے ایک تو اس لیے کہ تعدد واجب محال ہے اور دوسرے اس لیے کہ صفات کو ذات عالیہ کی احتیاج ہے۔

(۳) المعتقد میں میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مواقف سے نقل ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ الْقَائِلَ بِأَنَّ عِلَّةَ الْحَاجَةِ هِيَ الْحُدُوثُ أَوْ مَعَ الْإِمْكَانِ حَقُّهُ أَنْ يَقُولَ: إِنَّ الْقَدِيمَ لَا يُسْتَنَدُ إِلَى عِلَّةٍ أَصْلًا، لِأَنَّهُ لَا حَاجَةَ لَهُ إِلَى مُؤَثِّرٍ قَطْعًا، فَلَا يُتَصَوَّرُ مِنْهُ الْقَوْلُ بِأَنَّ الْقَدِيمَ يَجُوزُ اسْتِنَادُهُ إِلَى الْمُوجِبِ۔

جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ احتیاج کی علت حدوث یا حدوث مع امکان ہے اسے یہ کہنا چاہیے کہ قدیم اصلاً کسی علت کی طرف مستند نہیں اس لیے کہ اسے قطعاً کسی مؤثر کی حاجت نہیں اس سے یہ [illegible] اس قائل کی یہ بات کہ قدیم کی موجب کی طرف مستند ہوتا ہے۔ اس [illegible] اول سے تم آگاہ نہیں۔

اس پر حاشیہ برجندی میں ہے۔

وَلَا يُتَصَوَّرُ مِنْهُمُ الْاِتِّفَاقُ وَالْقَوْلُ بَلْ حَقُّهُ أَنْ يَقُولَ: الْقَدِيمُ يُسَاوِي الْوَاجِبَ فَيَلْزَمُهُمْ نَفْيُ صِفَاتِ الْوَاجِبِ الْقَدِيمَةِ وَالْأَلَزِمَ تَعَدُّدُ الْوَاجِبِ بِالذَّاتِ إِلَّا أَنْ يَعْتَذِرَ بِأَنَّ

قول مذکور [illegible] کے بارے میں [illegible] یعنی متکلمین [illegible] اس کے قائل ہو جائیں [illegible] اتفاق ہو سکتا ہے اور قول بلکہ اسے اس بات کا قائل ہونا چاہیے کہ قدیم واجب کا مساوی ہے تو لازم آئے گا کہ وہ واجب کے لیے قدیم صفات کا انکار کریں ورنہ واجب بالذات کا تعدد ہونا لازم آئے گا مگر یہ عذر کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَیْسَتْ عَیْنَهٗ وَلَا غَیْرَهٗ فَلَا یَلْزَمُ وَاجِبٌ غَیْرُ الذَّاتِ فَلَا تَعَدُّدَ فِیْهِ ۔اھ

صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات تو ذات کے مغایر کوئی واجب لازم نہ آئے گا اس لیے واجب بالذات کا تعدد نہ ہوگا۔الخ

یہ مسائل کتنے دشوار ہیں ناظرین پر عیاں ہے اس لیے کہ متکلمین کے نزدیک موجود کی دو قسمیں ہیں قدیم اور حادث اور ان کے نزدیک ذاتی اور زمانی میں عموم وخصوص کی نسبت نہیں بلکہ دونوں میں تساوی کی نسبت ہے۔اور قدیم واجب کا مساوی اور حادث ممکن کا مساوی ہے اور ان کے نزدیک احتیاج کی علت حدوث ہے تو صفات کو قدیم ماننا انہیں واجب ماننا ہے اس پر تعدد واجب لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اور صفات کا ممکن ماننا انہیں حادث ماننا ہے اور حادث ماننے پر ان کے مخلوق ہونے کا قائل ہونا پڑے گا یہ محال ہے اس لیے تمام متکلمین اس پر متفق ہیں کہ صفات باری قدیم ہیں اس پیچیدگی کے پیش نظر امام احمد رضا قدس سرہ نے یہاں چند جملے رقم فرمائے ہیں۔جن سے سارے عقدے حل ہو جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

اَقُوْلُ: اَلْغِنٰی عَنِ الْمُؤَثِّرِ یُسَاوِقُ الْوُجُوْبَ الذَّاتِیَ وَالْوُجُوْبُ الذَّاتِیُ لَایَقْبَلُ التَّعَدُّدَ، وَنَفْیُ الْغَیْرِیَّةِ الْمُصْطَلَحَةِ لَایَنْفِیْهِ وَالْحَقُّ الْحَقِیْقُ بِالْقَبُوْلِ وَالْمُسْتَقَرُّ عَلَیْهِ رَأْیُ الْفُحُوْلِ، کَالْاِمَامِ الرَّازِیْ وَالْعَلَّامَةِ سَعْد، وَغَیْرِهِمَا مَاأَلْقَیْنَا عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ، أَنَّ الصِّفَاتِ وَاجِبَةٌ لِلذَّاتِ بِالذَّاتِ، لَابِالذَّاتِ مُسْتَنِدَةٌ اِلَی الذَّاتِ لَاعَلٰی وَجْهِ الْخَلْقِ وَالْاِحْدَاثِ، بَلْ عَلٰی جِهَةِ الْاِقْتِضَاءِ الذَّاتِیِّ الْاَزَلِیِّ، وَالْاِفْتِقَارِ فِی الْوُجُوْدِ وَالْقِیَامِ۔

میں کہتا ہوں مؤثر سے بے نیازی وجوب ذاتی کے مساوق ہے اور وجوب ذاتی قابل تعدد نہیں اور یہ کہہ دینا کہ صفات باری غیر ذات نہیں اس سے تعدد واجب کی نفی نہیں ہوتی۔قابل قبول حق جس پر علمائے فحول مثلاً امام رازی، علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہما کی رائے مستقل ہے وہ وہی ہے جو میں نے پہلے بیان کیا کہ صفات بالذات واجب نہیں بلکہ واجب الذات باقتضائے ذات ہیں اور وہ ذات کی طرف مستند ہیں۔لیکن ان کا استناد خلق وایجاد کے طور پر نہیں بلکہ اقتضائے ذاتی ازلی کی بنیاد پر اور وجود وقیام میں احتیاج کے طور پر ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

وَالْمُمْكِنُ وَكَذَا الْحَادِثُ الذَّاتِيُّ أَعَمُّ مِنَ الزَّمَانِيِّ مُطْلَقًا وَالْقَدِيمُ مِنَ الْمُمْكِنِ مِنْ وَجْهٍ بَيْدَ أَنَّا لَانُطْلِقُ الْحُدُوثَ إِلَّا فِي الزَّمَانِيِّ كَمَا لَانَقُولُ الْمَخْلُوقَ إِلَّا عَلَيْهِ، لِأَنَّ الْخَلْقَ هُوَ الْإِيجَادُ بِالْاِخْتِيَارِ فَاحْفَظْهُ فَإِنَّهُ هُوَ الْحَقُّ وَبِهِ تَنْحَلُّ الْإِشْكَالَاتُ جَمِيعًا وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ اھ (ص ۵۲)	ممکن اور اسی طرح حادث ذاتی، زمانی سے مطلقاً اعم ہے اور قدیم ممکن سے اعم من وجہ ہے مگر ہم حدوث کا اطلاق صرف زمانی پر کرتے ہیں جیسے مخلوق صرف زمانی کو کہتے ہیں اس لیے کہ تخلیق، ایجاد بالاختیار کا نام ہے اسے ذہن نشین کرلو کیوں کہ یہی حق ہے اور اسی سے تمام اشکالات کا حل نکل آتا ہے۔ اور توفیق اللہ ہی کی ذات سے ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ صفات عالیہ ممکن ہونے کے ساتھ اقتضائے ذاتی ازلی کے طور پر اور صرف وجود و قیام میں احتیاج کے طور پر ذات کی طرف مستند ہیں ان کا استناد خلق وایجاد کے طور پر نہیں تو یہ قدیم ازلی ہیں اور ممکن ہونے کے باوجود حادث نہیں ہیں۔

قدیم اور ممکن میں تبائن کلی نہیں بلکہ دونوں میں عموم من وجہ کی نسبت ہے کہ بعض قدیم ممکن نہیں۔ یہ ذات عالیہ ہے اور بعض ممکن قدیم نہیں۔ یہ تمام مخلوقات ہیں۔ اور بعض ممکن قدیم ہیں۔ اور وہ صفات عالیہ ہیں۔ اور ممکن حادث زمانی کا مساوی نہیں بلکہ اس سے اعم مطلق ہے کہ ہر حادث زمانی، ممکن ہے اور بعض ممکن، حادث زمانی نہیں۔ یہ صفات باری ہیں

تو صفات باری کو قدیم ماننے سے تعدد واجب لازم نہ آئے گا اس لیے کہ قدیم ہونے اور واجب بالذات ہونے میں تساوی نہیں ہے اور صفات کو ممکن ماننے سے ان کا حادث ہونا لازم نہ آئے گا اس لیے کہ ممکن اور حادث میں تساوی نہیں ہے۔ یہی وہ تحقیق ہے جس پر عامہ متکلمین کے برخلاف محققین کی رائے مستقر ہے۔

(۴) المُعتقد میں امام یافعی کی جو عبارت امام نابلسی سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

وَكُلُّ مُسْتَحِيْلٍ شَرْعًا يَسْتَحِيْلُ	ہر محال شرعی محال عادی بھی ہے اس لیے
وُجُوْدُهٗ عَادَةً لِوُجُوْبِ مُتَابَعَةِ	کہ (۱) شریعت کی متابعت ضروری ہے
الشَّرْعِ ، وَعَدَمِ مُبَايَنَةِ الْعَادَةِ الْعَامَّةِ	اور (۲) عادت عامہ اس کے خلاف نہ
لَهٗ۔ الخ۔	ہوگی۔

یہاں خیال ہوتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ شریعت کی متابعت ضروری ہے؟ اور امام یافعی نے یہاں دو تعلیلیں (۱) وجوب متابعت (۲) عدم مباینت) کیوں ذکر کیں؟ اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا۔

اَقُوْلُ: اَلْاِسْتِحَالَةُ الشَّرْعِيَّةُ قَدْ	استحالۂ شرعیہ کبھی توان امور میں ہوتا ہے جن کا
تَكُوْنُ فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالْاَحْكَامِ	تعلق احکام تکوینیہ سے ہے جیسے کافر کا جنت
التَّكْوِيْنِيَّةِ ، كَدُخُوْلِ كَافِرٍ فِي	میں جانا اور کبھی احکام تشریعیہ میں ہوتا ہے جیسے
الْجَنَّةِ ۔ وَقَدْ تَكُوْنُ فِي الْاَحْكَامِ	بغیر طہارت کے نماز کا ہونا۔ ان دونوں کا لحاظ
التَّشْرِيْعِيَّةِ كَوُجُوْدِ صَلٰوةٍ بِلَا	کرتے ہوئے امام یافعی نے دو تعلیلیں ذکر کیں
طَهَارَةٍ فَبِالنَّظَرِ اِلَيْهِمَا ذَكَرَ	(پہلی کا تعلق امور شرعیہ سے ہے اور دوسری کا
التَّعْلِيْلَيْنِ۔ وَمَعَ هٰذَا كَانَ الْاَوْلٰى	تعلق امور تکوینیہ سے) اس کے باوجود متابعت
تَبْدِيْلُ "الْمُتَابَعَة" بِـ "الصِّدْقِ" فَاِنَّ	کی جگہ "صدق" کا لفظ رکھنا (لوجوب صدق
الْمُسْتَحِيْلَاتِ لَا تَتَوَقَّفُ عَلٰى مُتَابَعَةِ	الشرع کہنا) بہتر تھا اس لیے کہ محالات کسی
أَحَدٍ وَلَا مُخَالَفَتِهٖ ، وَلَوْ عَبَّرَ بِهٖ لَكَانَ	کی متابعت یا مخالفت پر موقوف نہیں ہوتے۔
دَلِيْلًا عَلٰى كِلَا الْوَجْهَيْنِ مُغْنِيًا عَنْ	اور اگر یہ تعبیر اختیار کرتے تو یہی دونوں
اِيْرَادِ تَعْلِيْلَيْنِ كَمَا لَا يَخْفٰى۔ اھ	صورتوں کی دلیل ہو جاتی اور دو تعلیل لانے کی
(ص ۳۰)	ضرورت نہ رہتی جیسا کہ واضح ہے۔

یہ چند نمونے ہیں جن سے امام احمد رضا کی تعلیق کا انداز معلوم ہوتا ہے اور دیباچہ میں جو بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے کہیں کہیں ضرورت محسوس ہونے پر چند کلمات یا سطریں لکھی ہیں جن کے الفاظ قلیل اور معانی جلیل ہیں ان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

چند بحثوں میں انھوں نے سیر حاصل گفتگو بھی کی ہے مثلاً:

(۱) صوفیائے کرام کے نزدیک صفات باری عین ذات ہیں معتزلہ اور فلاسفہ بھی صفات کو عین ذات مانتے ہیں۔ ان کے مذہب اور صوفیائے کرام کے مذہب میں فرق کیا ہے؟ اور مذہب متکلمین اور مذہب صوفیہ میں حق کیا ہے۔؟

(۲) نفسی و لفظی میں کلام باری کی تقسیم کی بحث۔ اس موضوع سے متعلق ایک مستقل رسالہ "انوار المنان فی توحید القرآن" (۱۳۳۰ھ) مشمولہ "الکشف شافیا حکم فوفو جرافیا" (۱۳۲۸ھ) عربی۔ اس کتاب (المعتقد) کے آخر میں شامل کردیا گیا ہے۔ اس رسالے سے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

(۳) مذہب اشعریہ کے مطابق مطیع کی تعذیب کا جواز عقلی۔

(۴) وجوب ارسال رسل جیسے مسائل میں امام نسفی کا دفاع۔ اس بحث میں چند تحقیقات ہیں۔

الف:- مسئلہ صدور افعال باری تعالیٰ میں فلاسفہ، معتزلہ اور روافض کی گمراہیوں کا بیان۔

ب:- مذکورہ مسئلہ میں اور حسن وقبح کے عقلی ہونے میں ہمارے ائمہ ماتریدیہ کے مسلک کی تحقیق اور اس کا بیان کہ مسلک ماتریدیہ میں مذکورہ فرقوں کی ضلالتوں سے کچھ بھی موافقت نہیں۔

ج:- ہر ممکن ممتنع الوقوع زیر قدرت ہے۔ وہ ممکن جو معلوم الٰہی اور خبر الٰہی کے خلاف ہو وہ بھی اس میں شامل ہے۔

د:- ارادۂ الٰہی صرف ممکن الوقوع سے متعلق ہوتا ہے۔

ہ:- فعل اختیاری اور اضطراری کی تحقیق۔

و:- مخالفِ حکمت امر کا زیر قدرت ہونا مخالف حکمت کے مقدور ہونے کو مستلزم نہیں۔

افعال سے متعلق ایک عظیم اصل کی تقریر اور ان اقسام سے متعلق احکام کی توضیح۔

(۵) ان نئے گروہوں کا بیان جو اسلام بلکہ مسلمانوں کی امامت کے مدعی ہونے کے باوجود ارتداد میں مبتلا ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

الف:- فرقہ نیچریہ:- جو جنت و نار، حشرِ اجسام وغیرہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔

ب:- فرقہ قادیانیہ:- جو غلام احمد قادیانی کی نبوت کا معتقد ہے۔

ج:- فرقہ روافض:- جو متعدد ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔

د:- فرقۂ وہابیہ امثالیہ وخواتمیہ۔ یعنی امیر احمد سہسوانی کے متبعین، نذیر احمد دہلوی کے اتباع اور قاسم نانوتوی کے ماننے والے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ "زمین کے سات طبقات میں سات خاتم الانبیا ہیں۔" قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند کے بانی مشہور ہیں اور ان کے ماننے والوں کو اب دیوبندی کہا جاتا ہے۔

ہ:- فرقۂ وہابیہ کذابیہ، یعنی رشید احمد گنگوہی کے متبعین۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھا کہ "باری تعالیٰ کے حق میں وقوعِ کذب کے معنی درست ہو گئے۔" ان کا دستخط شدہ قلمی فتویٰ ان کی زندگی میں ہی عام ہو گیا اور علماے حق نے کھلم کھلا اس کا رد کیا مگر موصوف نے نہ توبہ کی نہ یہ کہا کہ میں نے ایسا فتویٰ نہیں لکھا۔

و:- وہابیہ شیطانیہ یعنی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے ماننے والے۔ انھوں نے اپنی کتاب "براهين قاطعه" میں بتایا ہے کہ "ابلیس کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔" انھیں میں اشرف علی تھانوی کے متبعین شامل ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب "حفظ الایمان" میں دعویٰ کیا ہے کہ "ایسا علم غیب جو رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے ہر بچے، ہر مجنون بلکہ ہر جانور اور ہر چوپایے کو حاصل ہے۔"

یہ تینوں فرقے یعنی قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی کے متبعین مدرسہ دیوبند سے تعلق کے باعث اب دیوبندی کہلاتے ہیں۔

ز:- زبردستی تصوف کی طرف اپنے کو منسوب کرنے والا فرقۂ باطلہ، جو خلق وخالق کے ایک ہونے (اتحاد) یا مخلوق میں خالق کے حلول کرنے یا عارفین سے سلامتی عقل کے باوجود تکلیفات شرعیہ ساقط ہونے کا قائل ہے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر مباحث پر سیر حاصل گفتگو "المستند المعتمد" کی خصوصیات میں ہے۔ ان بحثوں میں حق کو واضح اور مسائل کو عمدہ انداز میں روشن کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا حامد رضا خان ابن حضرت مولانا احمد رضا خان جب اپنے والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے تو خارج از اسلام مذکورہ سات فرقوں سے متعلق "المستند المعتمد" کی عبارت لکھ کر اکابر حرمین کے پاس پیش کی۔ ان

حضرات نے اس کی تصدیق فرمائی اور دین کا دفاع اور تحفظ کرنے والے مصنف کی بہت تعریف وستائش کی اور اپنی شاندار تقریظات تحریر فرمائیں جو "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" (۱۳۲۴ھ) کے نام سے ایک مجموعہ میں طبع ہو کر شائع ہوئیں۔

ان میں سے کچھ تقریظات کے اقتباسات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ تاکہ مصنف اور کتاب کی اہمیت واضح ہو اور مذکورہ فرقوں کا حکم عیاں ہو جو اسلام کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اس بات کی تشہیر کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے قائد اور پیشوا ہیں حالاں کہ وہ کفریات کے مرتکب اور ضروریات دین کے منکر ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض تقیہ اور منافقت کا سہارا لیتے ہوئے اپنی بدعقیدگی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تقاریظ علماے حرمین شریفین

(۱) تقریظ استاذ العلما سیدنا و مولانا محمد سعید بابُصَیل مفتیِ شافعیہ مکہ مکرمہ

میں نے وہ تحریر دیکھی جو علامۂ کامل برادر عزیز مولانا احمد رضا خاں نے اصلاً اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں درج کی ہے۔ وہ ایسے ماہر عالم ہیں جو دینِ نبی ﷺ کی طرف سے جہاد و پیکار میں مصروف ہیں۔ "المعتمد المستند" میں انھوں نے بد مذہبوں اور زندیقوں کے ان سرداروں کا رد کیا ہے جو خبیث ہی نہیں بلکہ ہر خبیث و مفسد و معاند سے بدتر ہیں۔ مولانا موصوف نے اپنی کتاب مذکور کا وہ حصہ اس رسالے میں نقل کیا ہے جس میں ان فاجروں کے اسما بیان کیے ہیں جو قریب ہے کہ اپنی گمراہی کے سبب پست ترین درجے کے کافروں میں شمار ہوں۔

اللہ تعالیٰ علامۂ موصوف کو جزاے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے یہ سب بیان کر دیا اور ان کی خباثتوں اور فسادوں کا پردہ چاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اہل کمال کے دلوں میں ان کی عظمت پیدا کرے۔

یہ میرا قول ہے اور میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔
محمد سعید بن محمد بابُصَیل مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ

(۲) تقریظ شیخ الخطبا والائمہ مولانا احمد ابوالخیر میرداد رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ۔

علامۂ بزرگ احمد رضا خاں جو اپنی تنویر ابصار (نگاہوں کو روشنی پہنچانے) سے مشکلات اور پیچیدگیوں کو حل کرنے والے ہیں۔ جن کا اسم مسمّی کے موافق اور جن کے الفاظ کے موتی گوہر معنی کے مطابق ہیں۔ وہ کنز الدقائق (باریک علمی نکات کا خزانہ) ذخیرہ کے خزائن کا انتخاب، معارف کا آفتاب، علوم ظاہر و باطن کی مشکلات کے لیے کشاف (عقدہ کشائی کرنے والے) ہیں۔ جو ان کے فضل سے واقف ہیں انہیں یہ کہنے کا حق ہے کہ کَمْ تَرَكَ الْاَوّلُ لِلْآخر (اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے۔)

وَاِنّی وَاِنْ کُنتُ الْاَخِیرَ زَمَانَہٗ لَاٰتٍ بِمَالَمْ تَسْتَطِعْہُ الْاَوَائِلُ

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

ترجمہ:-

زمانے میں میں گرچہ آخر ہوا وہ لاؤں جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

خدا سے کچھ اس کا اچنبھا نہ جان کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

بالخصوص وہ دلیلیں اور حجتیں اور حق کی روشن باتیں جو انھوں نے اس قابل قبول اور قابل تعظیم رسالہ مسمّی بہ "المعتمد المستند" میں ظاہر کیں جو ان کفر والحاد والوں کی بیخ کنی کرتی ہیں اس لیے کہ جو ان اقوال کا قائل و معتقد ہو جو اس رسالہ میں مفصل لکھے ہوئے ہیں وہ یقیناً کافر ہے، گمراہ و گمراہ گر ہے اور دین سے نکل گیا ہے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ مسلمانوں کے تمام علما کے نزدیک جو ملت اسلام اور اہل سنت و جماعت کی تائید کرنے والے نیز بدمذہبوں، گمراہوں اور احمقوں کی حمایت ترک کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مصنف کو ان سب مسلمانوں کی طرف سے جو ائمہ ہدایت و دین کے پیرو ہیں جزاے خیر عطا فرمائے اور ان کی تصنیفات سے اگلوں پچھلوں کو نفع بخشے۔

محتاج الہ، گرفتار گناہ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ میرداد

خادم علم، خطیب و امام مسجد حرام مکہ معظمہ

(۳) تقریظ علامہ جلیل سید اسماعیل خلیل رحمۃ اللہ علیہ۔

میں کہتا ہوں کہ یہ فرقے جن کا ذکر سوال میں ہے، غلام احمد قادیانی، رشید احمد اور اس کے متبعین جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہم کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور نہ

شک کی گنجائش۔ بلکہ جس نے ان کے کفر میں شک کیا بلکہ کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کیا، اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں کیوں کہ ان میں سے کوئی دین متین کی مخالفت کرنے والا ہے اور کوئی ان ضروریات دین کا انکار کرتا ہے جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے تو اسلام میں ان کا نام ونشان کچھ باقی نہ رہا۔

پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میرا گمان تھا کہ ان گمراہانِ گمراہ گر، فاجر، کافر، دین سے خارج کو جو بداعتقادی حاصل ہوئی اس کا مدار ان کی غلط فہمی پر ہے انھوں نے علماے کرام کی عبارتیں نہیں سمجھیں۔ اور اب مجھے ایسا یقین حاصل ہو گیا جس میں اصلاً شک نہیں کہ وہ کفر کے داعی ہیں۔ جو محمد ﷺ کے دین کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان میں سے کوئی اصل دین کا ہی منکر ہے۔ کوئی ختم نبوت کا انکار کر کے خود نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، کوئی اپنے آپ کو عیسیٰ بتاتا ہے اور کوئی مہدی۔ اور ظاہر میں ان سب میں کم تر اور حقیقت میں ان سب سے بڑھ کر یہ وہابیہ ہیں خدا ان پر لعنت کرے، ان کو رسوا کرے، ان کا ٹھکانہ اور مسکن جہنم بنائے کہ وہ عوام کالانعام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہی پیرو سنت ہیں اور ان کے علاوہ اسلاف کرام وائمۂ عظام اور ان کے بعد کے سب بد مذہب ہیں اور روشن سنت کے تارک ومخالف ہیں۔ یہ اسلاف وائمۂ کرام طریقۂ رسول ﷺ کے متبع نہ ہوں گے تو ان کے طریقہ کی پیروی کرنے والا کون ہوگا؟۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے عالم کامل، صاحب مناقب ومفاخر، اس مثل کے مظہر "کَمْ تَرَكَ الْاَوَّلُ لِلْآخِرِ" (اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے)، یکتاے زمانہ، اپنے وقت کے یگانہ حضرت مولانا احمد رضا خان سلمہ اللہ المنان کو اس بات کی توفیق بخشی کہ بد مذہبوں کی باطل حجتوں کا آیتوں اور قطعی حدیثوں سے رد فرمایا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ علماے مکہ ان کے لیے ان خوبیوں کی گواہی دے رہے ہیں۔ اگر امام احمد رضا ارفع واعلیٰ مقام پر فائز نہ ہوتے تو علماے مکہ ان کے حق میں یہ گواہی نہ دیتے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ "وہ اس صدی کے مجدد ہیں" تو یقیناً حق وصحیح ہے۔

خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان ۔۔۔ کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

اللہ تعالیٰ انھیں دین اور اہل دین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے احسان وکرم سے انہیں اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے۔

اپنے رب جلیل سے معافی کا امیدوار
سید اسماعیل بن سید خلیل محافظ کتب حرم مکہ مکرمہ

(۴) تقریظ علامہ سید مرزوقی ابو حسین رحمۃ اللہ علیہ

میں اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے فضل وکرم سے میری ملاقات ان سے ہوئی جو عالم دین، علامہ، فہامہ ہیں جن کی فضیلتیں وافر اور بڑائیاں ظاہر ہیں، دین کے اصول وفروع میں اور جزئی وکلی علوم میں بالخصوص اہل باطل اور دین سے خارج بدمذہبوں کے رد میں کثیر تصانیف والے ہیں۔ جن کا ذکر جمیل اور مرتبۂ عظیم میں پہلے ہی سن چکا تھا اور ان کی بعض تصانیف کا مطالعہ کر چکا تھا، جن کے نورِ قندیل سے حق روشن ہوا تو ان کی محبت میرے قلب اور عقل میں جاگزیں ہوگئی کہ بسا اوقات کان آنکھ سے پہلے عاشق ہوتا ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

تو جب اللہ تعالیٰ نے اس ملاقات سے مشرف فرمایا میں نے ان میں وہ کمال دیکھے جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے علم کا وہ کوہ بلند دیکھا جس کے نور کا ستون اونچا ہے۔ اور معرفتوں کا ایسا دریا جس سے مسائل نہروں کی طرح چھلکتے ہیں۔ سیراب ذہن والے، ایسے علوم کے حامل جن سے فساد کے دروازے بند ہوگئے۔ تقریر علوم دینیہ کی محافظت میں زباں آور، علم کلام وفقہ وفرائض پر کامل دست گاہ والے۔ توفیق الٰہی سے مستحبات وسنن اور واجبات وفرائض کی پابندی کرنے والے ہیں۔ عربیت اور حساب کے ماہر۔ منطق کے سمندر جس سے اس کے موتی حاصل کیے جاتے ہیں۔ علم اصول تک رسائی کو آسان کرنے والے۔ اس لیے کہ ہمیشہ اس کی ریاضت رکھتے ہیں۔ حضرت علامہ مولانا فاضل مولوی بریلوی شیخ احمد رضا خاں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور دونوں جہاں میں ہمیشہ انہیں سلامت رکھے، ان کے قلم کو تیغ برہنہ کرے جس کی نیام بدمذہبوں کی گردنیں بنیں۔ آمین. اللھم آمین۔

فاضل موصوف نے (اللہ تعالیٰ ان کا اجر دو چند کرے) مجھے اس تالیفِ جلیل اور تصنیفِ پُر دانش کے دیدار سے شرف بخشا جس میں ان نو پیدا گمراہ فرقوں کا ذکر ہے جو اپنی خبیث کفری بدعتوں کے سبب کافر ہو گئے۔ تو میں نے شفیع محشر سے شفاعت طلب کرتے ہوئے گریہ وزاری کا ہاتھ اٹھایا، اللہ تعالیٰ سے ایمان کی حفاظت کی دعا کی اور کفر و فسق و معصیت سے اس کی پناہ مانگی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ گمراہ گر کافروں کے عقائد کے اثر انداز ہونے سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور حضرت مؤلف کو قیامت کے دن بہتر جزا عطا فرمائے۔

خادم الطلبہ بہ مسجد حرام شریف
محمد مرزوقی ابو حسین عفا اللہ عنہ

(۵) تقریظ صاحب تصانیف وطبع لطیف مولانا علی بن حسین مالکی علیہ الرحمہ

جب مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہوا کہ اُس نے ملتزمِ یقین کے کوہِ صفا سے آفتاب معرفت کا نور مجھ پر جلوہ گر فرمایا جس کے پُرستائش افعال اس کی آیات کمال کی کشاف ہیں جو دلائل کی تلوار سے گمراہ گر بے دینوں کی زبان قطع کرنے والے، ایمان کا مینار بلند کرنے والے موسوم بہ مولانا احمد رضا خاں ہیں، انھوں نے مجھے کچھ اوراق دکھائے جن میں انھوں نے ہندوستان کے نو پیدا گمراہوں کا ذکر کیا ہے یعنی غلام احمد قادیانی، رشید احمد، اشرف علی، خلیل احمد اور ان کے پس رو جو گمراہ اور کفر جلی والے ہیں۔ کہ ان میں سے کسی نے رب العالمین کی شان میں کلام کیا اور کسی نے برگزیدہ رسولوں کو عیب لگایا۔ مصنف نے اپنے ایک نادر، بلند مرتبہ رسالہ میں ان گمراہوں میں سے ہر ایک کا رد فرمایا ہے جس کی حجتیں روشن ہیں۔ آپ نے مجھے ان کے اقوال میں غور کرنے کا حکم فرمایا اور یہ کہ دیکھوں کہ وہ کس ملامت کے مستحق ہیں؟ تو میں نے حکم کی تعمیل کی اور دیکھا تو واقعی جیسا امام ہمام نے فرمایا تھا ان کے کلام کو ویسا ہی پایا۔ جس سے ان کا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ عذاب کے مستحق ہیں بلکہ ان کا حال گمراہ کافروں سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ امام ہمام کو جزائے خیر عطا فرمائے جنھوں نے اپنے رسالوں میں ان کمینوں کے اقوال کا رد فرمایا ہے۔

بندۂ محتاج، گنہگار، محمد علی مالکی مدرس مسجد حرام
ابن الشیخ حسین سابق مفتیِ مالکیہ مکہ مکرمہ

مولانا علی بن حسین مالکی نے امام احمد رضا کی مدح میں ایک قصیدہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ میں انشاء اللہ کتاب کے اختتام پر اس کے کچھ منتخب اشعار پیش کروں گا۔

(۶) تقریظ جامع العلوم یکتائے روزگار مولانا شیخ اسعد بن احمد دہان مدرس حرم شریف

میں اس عظیم الشان رسالہ پر مطلع ہوا جسے نادر روزگار، خلاصۂ لیل ونہار سیدی وسندی امام احمد رضا خاں بریلوی نے تصنیف فرمایا ہے میں نے اسے روشن شریعت کا محکم قلعہ پایا۔ اس کی عمارت دلائل کے ایسے ستونوں پر بلند کی گئی ہے کہ بدمذہبوں کے لیے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ہوگئی۔ بے دینوں کے شبہے اس کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتے بلکہ وہ خوف سے منھ چھپائے ہوئے ہیں۔ کافروں کے عقائد پر قطعی دلیلوں کی تلواریں کھنچ گئیں۔ اور باطل پرستوں کے شیطانوں پر شہاب ثاقب ڈالے۔ ان کا مرتد ہونا آفتاب چاشت کی طرح ظاہر ہوگیا۔ اور ان کا اپنے عقائد باطلہ کے سبب دین قویم سے نکلنا متحقق ہوگیا۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

یقیناً یہ وہ تصنیف ہے جس پر علما کو فخر ہے۔ اور عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، ان کے دن ہمیشہ روشن وتابناک رہیں اور ان کا دروازہ مراد ومقاصد کا کعبہ رہے۔ جب تک مداح ان کی مدح میں نغمہ سرائی کریں اور شکر گزاری میں رطب اللسان رہیں۔

خادم الطلبہ بخشش کا امیدوار
اسعد بن احمد دہان عفا اللہ عنہ

(۷) تقریظ شیخ عبدالرحمٰن دہّان رحمۃ اللہ علیہ۔

جس قوم سے متعلق سوال ہے وہ قوم جاہلیت کی حمایتی ہے۔ دین سے ایسے ہی نکل گئے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ وہ دنیا میں اس کے مستحق ہیں کہ ان کی گردن ماردی جائے وہ بارگاہ الٰہی میں پیشی اور حساب کے دن سخت عذاب میں مبتلا ہوں۔

خدایا! جس طرح تو نے اپنے خاص بندوں کو ان سرکش کافروں کی بیخ کنی کی

توفیق بخشی اور انہیں دعوت نبی ﷺ کے دفاع کا اہل بنایا یوں ہی ان کی ایسی مدد فرما جس سے تیرے دین کو عزت حاصل ہو اور تیرا یہ وعدہ پورا ہو کہ ”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ (الروم:۴۷) (مسلمانوں کی مدد فرمانا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے) بالخصوص عمدۃ العلماء وزبدۃ الفضلاء، علامۂ زمان، یکتائے روزگار، جن کے لیے علمائے مکۂ معظّمہ نے گواہیاں دیں کہ وہ سردار، یکتا اور امام ہیں۔ سیدی مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کی زندگی سے بہرہ مند فرمائے اور مجھے ان کے نقش قدم پر چلائے کہ ان کی روش سید عالم ﷺ کی روش ہے۔

اپنے رب سے مغفرت کا امیدوار
عبدالرحمٰن بن مرحوم احمد دہان

(۸) تقریظ حضرت والا منزلت بلند رفعت حضرت محمد صالح بن محمد بافضل رحمۃ اللہ علیہ

اللہ عزوجل نے جس کی عظمت جلیل اور احسان عظیم ہے اپنے پسندیدہ بندے کو اس روشن شریعت کی خدمت کی توفیق بخشی اور دقیقہ رس عقل کے ذریعہ اس کی مدد فرمائی کہ جب شبہات کی تاریکی پھیلے تو وہ اپنے آسمانِ علم کا بدرِ کامل طلوع کرتا ہے۔ وہ پسندیدہ بندہ، عالم فاضل، ماہر کامل، باریک بین، بلند خیال، صاحب ”المعتمد المستند“ امام احمد رضا ہیں۔ انھوں نے بدمذہبوں، کافروں اور گمراہوں کا اپنی کتاب میں ایسا رد فرمایا جو اہل بصیرت کو مطمئن کرنے والا ہے۔

مصنف نے اپنے اس رسالہ میں جس کا میں نے بہ نظر غائر مطالعہ کیا اپنی مذکورہ کتاب (المعتمد المستند) کی تلخیص کی ہے اور سرداران کفر و بدعت کے نام شمار کیے ہیں نیز ان مفاسد و معائب کبیرہ کا ذکر کیا ہے جن کو اختیار کر کے وہ خائب و نامراد قیامت تک وبال کے مستحق ہوئے۔ یقیناً مصنف نے اس تصنیف میں عمدگی اور اس کی ترتیب میں جدت پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور دلائل و براہین کے ذریعہ بے دینوں کا قلع قمع کرنے میں ان کی مدد فرمائے۔

اپنے رب سے عفو و فضل کا امیدوار
محمد صالح بن محمد بافضل

(۹) تقریظ تاج المفتین سراج المتقین مولانا مفتی تاج الدین الیاس مفتی حنفیہ مدینہ منورہ۔

میں نے ہندوستان کے زبردست عالم اور شہرت یافتہ علامہ جناب مولانا امام احمد رضا خان کی وہ تحریر دیکھی جوانھوں نے دین سے نکل جانے والے گمراہوں اور بے دینوں کے رد میں لکھی ہے اور وہ فتویٰ دیکھا جوانھوں نے اپنی کتاب (المعتمد المستند) میں ان بدمذہبوں کے بارے میں صادر فرمایا ہے۔ تو میں نے اس کو اس باب میں یکتا اور حقانیت میں باعظمت پایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے نبی، اپنے دین اور جملہ مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے یہاں تک کہ بدبخت گمراہوں کے شبہات زائل ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں ان جیسے کثیر علما پیدا فرمائے۔ آمین۔

فقیر محمد تاج الدین ابن مرحوم مصطفیٰ الیاس حنفی
مفتی مدینہ منورہ

(۱۰) تقریظ عمدۃ العلماء افضل الافاضل فاضل ربانی مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی

میں نے اس عمدہ رسالہ اور روشن کلام کا مطالعہ کیا تو میں نے دیکھا کہ یہ فرقہ جو دین سے باہر اور فساد انگیز کفار کی راہ پر گامزن ہے مولانا علامہ احمد رضا خان نے اس کا رد کر کے "المعتمد المستند" میں ان کی شرمناک قباحتیں نمایاں کر دی ہیں اور ان کے پیدا کردہ تمام مفاسد عیاں کر دیے ہیں۔ اس روشن مختصر رسالہ کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے۔ اس میں مفسدین کے رد میں باطل کی سرکوبی کرنے والی روشن اور واضح دلیل ملے گی۔ خصوصاً جو شخص اس فرقۂ وہابیہ کی پردہ دری چاہتا ہو اسے ضرور اس رسالے کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان مفسدین میں مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ہے اور دوسرے بے دین شان الوہیت و رسالت میں گستاخی کرنے والے قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی، اشرف علی تھانوی اور ان کے متبعین ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو جزائے خیر دے۔ "المعتمد المستند" میں درج شدہ ان کا فتویٰ کافی وشافی اور علمائے مکہ مکرمہ کی تقریظات سے تائید یافتہ ہے۔ یقیناً ان

بے دینوں پر وبال اور خرابی حال لازم ہو چکی ہے کیوں کہ یہ اور ان کی روش پر چلنے والے لوگ زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ حضرت امام احمد رضا خان کو جزائے خیر دے اور ان کی حیات اور اولاد میں برکت عطا فرمائے اور انہیں تا قیام قیامت حق بیانی پر قائم رکھے۔

اپنے رب قدیر کے عفو کا محتاج، عثمان بن عبد السلام داغستانی

سابق مفتی مدینہ منورہ

(۱۱) تقریظ کبیر العلما، کریم الکرما شیخ خلیل بن ابراہیم خرپوتی علیہ الرحمہ۔

علمائے کرام کی تحریر جو اس مقام پر ثابت ہے وہی واضح حق ہے باجماع علمائے مسلمین اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ جیسا کہ عالم دین علامہ، فاضل کامل مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں محقق فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیش ان سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔ اللہ ہی حق راہ پر چلانے والا ہے، اسی کی طرف لوٹنا اور پلٹنا ہے۔

بحکم خلیل بن ابراہیم خرپوتی

خادم العلم حرم شریف نبوی

(۱۲) تقریظ شیخ الدلائل مولانا سید محمد سعید مغربی رحمۃ اللہ علیہ

عظمت جلیل اور احسانِ عظیم والے اللہ رب العزت نے اپنے برگزیدہ بندے کو اس روشن شریعت کی خدمت کی توفیق بخشی اور بیدار مغزی عطا کر کے اس کی مدد فرمائی۔ جب شکوک وشبہات کی تاریکیاں پھیلتی ہیں تو وہ اپنے آسمان علم سے کوئی بدر کامل جلوہ گر فرماتا ہے۔ اس طرح قرناً بعد قرنٍ باکمال نقاد علما کے ذریعہ رب تعالیٰ نے شریعت مطہرہ کو تغییر وتبدیل سے محفوظ فرما دیا۔ انہیں جلیل القدر علمائے دین میں علامہ فہامہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان ہیں جنھوں نے اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں شر وفساد پھیلانے والے کج فہم بے دینوں کا عمدہ رد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے۔ "وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وسلم"

رب کا محتاج محمد سعید بن سید محمد مغربی

شیخ الدلائل

(۱۴) شناورِ علوم عقلیہ ونقلیہ، جامع شرافت نسب وحسب، مولانا سید احمد برزنجی مفتیِ شافعیہ، مدینہ منورہ۔

اپنے نجات دہندہ پروردگار کے عفو وغفران کا محتاج، سید احمد بن سید اسماعیل حسینی برزنجی مفتیِ سرداران شافعیہ مدینہ منورہ عرض پرداز ہے۔

محترم علامہ محقق ومدقق، عالم اہل سنت وجماعت جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی! میں نے آپ کی کتاب "المعتمد المستند" کا خلاصہ پڑھا تو میں نے اسے مضبوطی اور تنقید کے اعلیٰ درجہ پر پایا۔ اس کے ذریعہ آپ نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز دور کی، اس میں آپ نے اللہ ورسول اور ائمۂ دین کے ساتھ نصیحت وخیر خواہی کا کام کیا ہے۔ اور حق کو دلائل وبراہین سے ثابت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" (دین خیر خواہی ہے) پر عمل کیا ہے۔

آپ کی تحریر اگرچہ تعریف وتوصیف سے بے نیاز ہے۔ لیکن میں نے پسند کیا کہ میں بھی اس کی جولان گاہ میں اس کا ساتھ دوں اور اس کے روشن بیان کے میدان میں چند چیزوں کو اجاگر کر دوں تاکہ خوش بختی اور عند اللہ اجر وثواب حاصل کرنے میں صاحبِ کتاب کا شریکِ حال ہو جاؤں۔ چنانچہ میں کہتا ہوں کہ:

غلام احمد قادیانی کے جو اقوال ذکر ہوئے کہ وہ مثیل مسیح ہونے، اپنے پاس وحی آنے، نبی ہونے اور بہت سے نبیوں سے افضل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی باطل دعوے کرتا ہے جن کو سننے سے کان انکار کرتا ہے اور طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہے تو وہ ان باتوں میں مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور بے شک دجّال ہے۔ تو جو کوئی اس کے کسی قول سے راضی ہو اور اچھا جانے یا اس میں اس کی پیروی کرے وہ بھی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا کافر ہے۔ کیوں کہ یہ بات ضروریات دین سے ہے۔ اور اول سے آخر تک تمام امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ خاتم الانبیا اور سب سے آخری نبی ہیں۔ کسی شخص کے لیے نہ ان کے زمانے میں نئی نبوت ممکن نہ ان کے بعد۔ اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ یقیناً کافر ہے۔

رہے فرقۂ امیریہ (امیر احمد کے پیرو) فرقۂ نذیریہ (نذیر حسین کے پیرو) اور

فرقۂ قاسمیہ (قاسم نانوتوی کے پیرو) اور ان کا قول کہ ''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' الخ۔ اس قول سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے بعد کسی کوئی نبوت ملنا جائز مانتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جو کوئی اسے جائز وممکن جانے وہ بہ اجماع مسلمین کافر ہے۔ یہ فرقے اللہ کے نزدیک خائب وخاسر ہیں ان پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے قیامت تک، اگر تائب نہ ہوں۔

رہا فرقۂ وہابیہ کذابیہ تابع رشید احمد گنگوہی، جس کا قول ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سے وقوع کذب بالفعل ماننے والے کو کافر نہ کہنا چاہیے'' (اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی باتوں سے نہایت بلند ہے) اس میں بھی شک نہیں کہ وقوع کذب باری تعالیٰ کا قائل کافر ہے اور اس کا کفر دین کی ان بدیہی باتوں سے ہے جو خاص وعام کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اور جو اسے کافر نہ جانے وہ بھی اس کے کفر میں اس کا شریک ہے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل سے وقوع کذب ماننا ان سب شریعتوں کے ابطال کا باعث ہوگا جو ہمارے نبی ﷺ اور ان سے اگلے انبیا ومرسلین پر نازل ہوئیں کیوں کہ اس سے لازم آئے گا کہ دین کی کسی خبر پر اعتبار نہ کیا جائے اور وہ سب باتیں ناقابل وثوق ہیں جن پر اللہ کی اتاری ہوئی کتابیں مشتمل ہیں۔ اس حالت میں نہ ایمان معقول نہ ان میں کسی کی یقینی تصدیق متصور، حالاں کہ ایمان اور صحت ایمان کی یہی شرط ہے کہ پورے یقین کے ساتھ ان سب چیزوں کی تصدیق کی جائے۔

امکان کذب باری تعالیٰ (جس سے اللہ کی ذات پاک برتر اور بہت بلند ہے) کے مسئلہ میں ان گمراہوں نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ بعض ائمہ کے نزدیک گنہگاروں کے حق میں خُلفِ وعید جائز ہے۔ (یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ جن گناہوں کے ارتکاب پر وعید آئی ہے ان کے مرتکب بعض افراد کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے بلکہ معاف فرما دے) ان کا یہ استدلال باطل ہے۔ کیوں کہ ہر آیت اور نص شرعی جس میں گنہگاروں کے لیے وعید کا ذکر ہے اگرچہ یہ وعید اس آیت یا نص میں مطلق ہے پھر بھی حقیقۃً مشیت الٰہی کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ اس سبب سے کہ فرمان الٰہی ہے ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ

یُّشۡرِكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ "یعنی بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا بخش دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی قدیم کو دیکھا جائے تو وہاں اس مطلق کا مقید ہونا یوں ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بسیط ہے اس میں ازلاً ابداً قید و مقید دونوں اس طرح جمع ہیں کہ کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اور اگر وحی منزل کو دیکھا جائے تو چوں کہ اس میں آئتیں متعدد اور جدا جدا ہیں اس اعتبار سے اس میں مطلق اور مقید دونوں الگ الگ ہیں اور اہل اصول کے قاعدے کے مطابق ہر مطلق، مقید پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا اس قاعدہ کے ہوتے ہوئے یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ جن ائمہ نے خلف وعید کو جائز ٹھہرایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کذب کو بھی ممکن مانتے ہوں۔
(واللہ المستعان علی مایصفون)

اور وہ جو رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ "شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" الخ۔

تو رشید احمد کا یہ قول دو وجہ سے کفر ہے۔ ایک(۱) یہ کہ اس میں اس کی تصریح ہے کہ ابلیس کا علم وسیع ہے نہ کہ حضور اقدس ﷺ کا۔ اور یہ صاف صاف حضور اقدس ﷺ کی شان گھٹانا ہے۔ دوسرے(۲) یہ کہ اس نے حضور سید عالم ﷺ کے لیے علم کی وسعت ماننے کو شرک ٹھہرایا۔ جب کہ ائمہ مذاہب اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) نے تصریح فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان گھٹانے والا کافر ہے۔ اور یہ کہ جو کوئی ایمان کی کسی بات کو شرک و کفر ٹھہرائے وہ کافر ہے۔

اور وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا کہ "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بہ قول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے" الخ۔

تو اس کا حکم بھی یہی ہے وہ بالاتفاق کھلا ہوا کفر ہے۔ اس لیے کہ اس میں رشید احمد کے اس قول سے بھی زیادہ رسول اللہ ﷺ کی تنقیص شان ہے۔ لہذا یہ بدرجۂ اولیٰ کفر

ہوگا۔ اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کا موجب۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سزاوار ہیں۔

قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔

یعنی اے نبی! ان سے فرمادو، کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

یہ حکم ہے ان فرقوں اور ان شخصوں کا اگر یہ تشنیع وقبیح باتیں ان سے ثابت ہوں۔

ہم بڑے رحم والے اور بڑے احسان والے پروردگار سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ایمان پر قائم رکھے اور سید عالم ﷺ کی سنت کا دامن ہمارے ہاتھوں میں رکھے۔ اور شیطان کے مکروفریب، نفس کے وسوسوں اور اس کے باطل اوہام سے ہمیں ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اور وسیع جنت میں ہمارا ٹھکانہ بنائے وصلی اللّٰهُ تعالیٰ وسلم وبارك علیٰ سیدنا محمد سید الانس والجان والحمدلِلّٰہِ رب العالمین۔

اپنے نجات دہندہ رب کا محتاج سید احمد ابن سید اسماعیل حسینی برزنجی
مفتی سرداران شافعیہ مدینہ منورہ

یہ بعض تقریظات کا خلاصہ تھا۔ مکمل تقریظات پر واقف ہونے کے لیے "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کا مطالعہ ضروری ہے۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے اور چھپتی رہتی ہے اور ہندوپاک میں دستیاب ہے۔ یہاں ان نامور علما کا ذکر مناسب ہے جنھوں نے "المعتمد المستند" کے حکم کی تصدیق فرمائی اور کلمات خیر سے مصنف کی مدح سرائی کی۔

علماے مکہ مکرمہ

(۱) شیخ محمد بابُصَیل مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ
(۲) شیخ الخطباء والائمہ شیخ احمد ابوالخیر میرداد مکہ مکرمہ
(۳) مقدام العلماء شیخ صالح کمال
(۴) شیخ علی بن صدیق کمال

(۵) شیخ محمد عبدالحق مہاجر الہ آبادی

(۶) محافظ کتب حرم علامہ سید اسماعیل خلیل

(۷) علامہ سید مرزوقی ابو حسین

(۸) شیخ عمر بن ابی بکر باجنید

(۹) شیخ عابد بن حسین مالکی

(۱۰) شیخ محمد علی بن حسین مالکی

(۱۱) شیخ جمال بن محمد بن حسین

(۱۲) شیخ اسعد بن احمد دہّان مدرس حرم مکہ

(۱۳) شیخ عبدالرحمن دہّان

(۱۴) شیخ محمد یوسف افغانی۔ مدرس مدرسہ صولتیہ۔ مکہ مکرمہ

(۱۵) شیخ احمد مکی امدادی (حاجی شاہ امداد اللہ کے سب سے بزرگ خلیفہ) مدرس حرم و مدرسہ احمدیہ

(۱۶) شیخ محمد یوسف خیّاط

(۱۷) شیخ محمد صالح بن محمد بافضل

(۱۸) شیخ عبدالکریم ناجی داغستانی

(۱۹) شیخ محمد سعید بن محمد یمانی

(۲۰) شیخ حامد احمد محمد جداوی

﴿علماے مدینہ منورہ﴾

(۲۱) شیخ مفتی تاج الدین الیاس

(۲۲) شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی

(۲۳) شیخ شریف سرتی احمد جزائری مالکی

(۲۴) شیخ خلیل بن ابراہیم خرپوتی

(۲۵) شیخ الدلائل سید محمد سعید

(۲۶) شیخ محمد بن احمد عمری
(۲۷) شیخ الدلائل سید عباس ابن سید محمد رضوان
(۲۸) شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی
(۲۹) شیخ سید محمد بن محمد مدنی دیداوی
(۳۰) شیخ محمد بن محمد سوسی خیاری
(۳۱) شیخ سید احمد برزنجی مفتیِ شافعیہ مدینہ منورہ
(۳۲) شیخ محمد عزیز وزیر، مالکی مغربی اندلسی، مدنی تونسی
(۳۳) شیخ عبدالقادر توفیق شلبی ،طرابلسی حنفی مدرس مسجد نبوی

....

علماے عرب نے امام احمد رضا بریلوی کی متعدد کتابوں پر تقریظیں لکھی ہیں۔ مثلاً "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" اور "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" ان تقاریظ کا خلاصہ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اپنی کتاب "فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں" میں جمع کیا ہے۔اور بعض تقاریظ کا ذکر استاذ حازم محمد احمد عبدالرحیم محفوظ مدرس مساعد اللغۃ الأردیۃ وآدابھا۔ جامع ازہر شریف قاہرہ۔ مصر نے اپنی نئی کتاب "الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان والعالم العربی" (۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء) میں کیا ہے۔اس کتاب کے حوالے سے میں ایک تقریظ پیش کرتا ہوں جو شیخ علی شامی فاضل جامع ازہر شریف نے الدولۃ المکیۃ پر رقم فرمائی ہے۔

میں نے رسالہ "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" کا مطالعہ کیا۔تو میں نے دیکھا کہ یہ رسالہ اہل حق اہل سنت وجماعت کے دلوں کے لیے شفا اور دوا ہے۔اور سرکش ،گمراہ شیطان رجیم کی نسل کی گردنیں کاٹنے والا ہے۔اللہ رب العزت اس کے مصنف کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے اور دنیا وآخرت میں سید الانبیا کی مدد سے سرفراز فرمائے۔اس لیے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کے مطلع علی الغیب ہونے کے معجزہ کی حمایت کا فریضہ انجام دیا۔جس سے کتاب عزیز (قرآن) اور صحاح کبار کے صفحات مزین ہیں۔یہاں تک کہ یہ مسئلہ آفتاب چاشت کی طرح روشن ہوگیا۔وہ اس

امت کے مجدد، اس کے نور قلب ویقین کے مؤید، امام الائمہ شیخ احمد رضا خاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا وآخرت میں مرتبۂ قبول ورضا پر پہنچائے۔

بقلم خود: موسیٰ علی شامی اصلاً ازہری احمدی دردیری مدنی

مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

....

یہ اس قصیدہ کے اشعار ہیں جو علامہ محمد علی بن حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ امام احمد رضا خان کی مدح میں نظم کیا ہے۔ جس کو کتاب کے اختتام پر پیش کرنے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ میرے علم کے مطابق یہ امام احمد رضا کی مدح میں کسی عربی مکی شاعر کا سب سے پہلا منظوم کلام ہے۔ جس کو علامہ محمد علی بن حسین مالکی نے "المعتمد المستند" کی تلخیص پر تقریظ لکھنے کے وقت ۱۳۲۴ھ میں نظم فرمایا تھا۔ اس قصیدہ کے کچھ اشعار استاذ حازم محفوظ نے بھی اپنی مذکورہ کتاب میں نقل کیے ہیں۔

لَمَّا سَمِعْتُ مَقَالَ کُلٍ مِنْهُمَا۔ قُلْتُ اطْلُبَا حَکَماً ، عَدَالَتُه نَمَتْ

ترجمہ: جب میں نے ان دونوں کی باتیں سنیں تو میں نے کہا ایک ایسا حاکم تلاش کرو جو عدالت وانصاف میں نامی گرامی ہے۔

ذَاخُبْرَة مَوْلَی الْمَعَارِفِ وَالْهُدیٰ ۔رَبَّ الْبَلَاغَة، مَنْ بِه الدُّنْیَا زَهَتْ

ترجمہ: وہ ایسا تجربہ کار مرجع ہدایت ومعرفت اور صاحب بلاغت ہے جس پر عالم کو فخر ہے۔

ذَاعِفَّة، ذَاحُرْمَة عِنْدَ الْمَلَا ذَافِطْنَة مِنْهَا الْعُلُوْمُ تَفَجَّرَتْ

ترجمہ: جماعت اہل تقویٰ کے نزدیک پاک دامنی اور عزت والا، ایسی دانائی کا حامل جس سے علوم کے چشمے پھوٹے۔

شَرَحَ الْمَقَاصِدَ فَهُوَ سَعْدُ الدِّیْنِ بِذَکَائِه شَرْحَ الْمَوَاقِفُ فَانْجَلَتْ

ترجمہ: اس نے مقاصد کی شرح فرمائی تو وہ سعد الدین ہے، اس نے اپنی ذہانت سے مواقف کی شرح کی تو دینی مقاصد ومواقف روشن وتابناک ہوگئے۔

عَضُدَ الْهِدَایَة فَخْرُنَا مَحْمُوْدُ فِعْـ .... ـلٍ زَانَهٗ ، کَشَّافُ اٰیٍ اُحْکِمَتْ

ترجمہ: وہ ہدایت کا عضد (بازو) ہمارا فخر الدین، محمود فعال اور محکم آیات کے لیے

کشاف ہے۔

اَبْدَی مَعَانِي الْمُشْكِلَاتِ بَيَانُهٗ بَبَدِيعِ مَنْطِقِهِ الْجَوَاهِرُ نُظِمَتْ

ترجمہ: اس کے بیان سے مشکلات کے معانی منکشف ہوئے اس کی بدیع منطق سے تابناک موتی نظم ہوئے۔

إِيْضَاحُهٗ بِدَلَائِلِ الْإِعْجَازِ أَسْـ .... ـرَارُ الْبَلَاغَةِ مِنْهُ حَقًّا أَسْفَرَتْ

ترجمہ: اس کی ایضاح دلائل اعجاز سے ہے، یقیناً اس سے اسرار بلاغت روشن ہے۔

قَالَا وَمَنْ هُوَ قَدْ تَوَثَّقْنَا بِهٖ قُلْتُ الْعَزِيْزُ، وَمَنْ بِهِ التَّقْوٰى صَفَتْ

ترجمہ: ان دونوں نے کہا وہ کون ہے جس پر ہم اعتماد کریں، میں نے کہا وہ پیارا ہے، اور جس سے تقویٰ میں نکھار آیا۔

مُحْيِي عُلُوْمِ الدِّيْنِ أَحْمَدُ سِيْرَةً عَدْلُ رِضَا فِي كُلِّ نَازِلَةٍ عَرَتْ

ترجمہ: دین کے علوم کو زندگی بخشنے والا سیرت میں احمد، رضا والا حاکم عادل ہے ہر ایسے حادثہ اور مقدمہ میں جو درپیش ہو۔

مَوْلَى الْفَضَائِلِ اَحْمَدُ الْمَدْعُوْ رِضَا خَانُ الْبَرِيْلِي مَنْ بِهِ الْخَلْقُ اهْتَدَتْ

ترجمہ: صاحب فضائل احمد رضا خاں بریلوی جس سے مخلوق کو ہدایت ملی۔

قَالَا وَاَنْعِمْ بِالْمُحَكَّمِ ذِي التُّقٰى فَعَلٰى تَقَدُّمِهِ الْبَرِيَّةُ اَجْمَعَتْ

ترجمہ: انھوں نے کہا: کیا خوب حاکم باتقویٰ ہے، جس کی سبقت اور پیشوائی پر دنیا کا اجماع ہے۔

اَلطَّيِّبُ بْنُ الطَّيِّبِ بْنِ الطَّيِّبِ نُـ .... ـنِ ذَوِي الْهُدٰى، آيَاتُ رِفْعَتِهٖ رَقَتْ

ترجمہ: وہ طیب بن طیب بن طیب ہے، وہ ہادیوں کا جانشین ہے جس کی رفعت کی نشانیاں بلند ہیں۔

فَابْنُ الْعِمَادِ عِمَادُهٗ مِنْ كَشْفِ ذَا حُجَجًا بِهَا حُجَجُ ابْنِ حُجَّةَ اُدْحِضَتْ

ترجمہ: اس نے ایسی حجتیں منکشف فرمائیں جو ابن عماد کا معتمد ہیں اور جن سے ابن حجۃ کی حجتیں پامال ہیں۔

قَاضِي الْقُضَاةِ، فَمَا الْخَفَاجِي عِنْدَهٗ اِلَّا كَبَدْرٍ دُوْنَ شَمْسٍ اَشْرَقَتْ

ترجمہ: ایسا قاضی القضاۃ جس سے خفاجی کو وہ نسبت ہے جو بدر کو خورشید سے ہے۔

اَمْلَى الْعُلُوْمَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمِثْلِهٖ أَمْلَى وَذَا آيَاتُهُ قَدْ شُوْهِدَتْ

ترجمہ: اس نے یادداشت سے علوم ومعارف تحریر کروائے تو کیا تم نے ایسا کسی کے بارے میں سنا؟ اس کے کمال کی نشانیوں پر مشاہدہ شاہد ہے۔

لَازَالَ بَدْرُ كَمَالِهٖ بِسَمَاءِ عِزٍّ .... زِجَلَالَهٖ يَهْدِيْ الْعِبَادَ اِذَا غَوَتْ

ترجمہ: اس کے کمال کا بدر کامل اس کی عزت وبزرگی کے آسمان پر جلوہ گر رہ کر گم گشتگانِ راہ کی ہمیشہ رہنمائی کرتا رہے۔

صَلّٰى وَسَلَّمَ رَبُّنَا الْهَادِيْ عَلٰى .... رَبِّ الْكَمَالِ وَمَنْ بِهِ الْخَلْقُ احْتَمَتْ

ترجمہ: ہمارے رب ہادی کا درود وسلام اس صاحب کمال رسول پر جس سے خلقت کو پناہ ملی۔

☆☆☆☆☆

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه بسيد المرسلين ، خاتم النبيين وعلىٰ آله وصحبه أجمعين۔

عبد الغفار اعظمی

یکم ذی الحجہ ۱٤۲۷ھ

۲۲/ دسمبر ۲۰۰٦ء جمعہ بوقت عشا